وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَاجًا

انوارِ سراجیہ

(جلد اوّل)



محمد حنیف چشتی

(فاضل بھیرہ شریف)

مکتبہ داتائیہ

منڈی بچیانہ داتا چوک، ریل بازار

(جڑانوالہ) 0300-7831563

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا

انوارِ سراجیّہ

جلد اول

محمد حنیف چشتی

فاضل بھیرہ شریف

مکتبہ لاثانیہ

ریل بازار داتا چوک منڈی بچیانہ ۰۳۰۰،۷۸۴۱۵۶۳

نام کتاب۔ **انوار سراجیّہ ﴿جلد اول﴾**

مرتب۔ ابوالاحسان محمد حنیف چشتی قادری

فاضل بھیرہ شریف ضلع سرگودھا

کمپوزنگ۔ محمد آصف عطاری

پروف ریڈنگ۔ مولانا قاری محمد حنیف خان رضوی

محترم رانا محمد حبیب احمد قادری

پرنٹنگ۔ پرنٹیکس گرافکس اینڈ پرنٹرز

مطبع۔ --------

تعداد۔ گیارہ سو(۱۱۰۰)

تاریخِ اشاعت۔ دسمبر ۲۰۱۰ء

قیمت ۲۸۰ روپے

رابطے کے لئے

☆ حافظ محمد احسان احمد چشتی مہر آباد پشاور روڈ راولپنڈی ۰۳۰۲،۵۶۶۱۲۰۷

☆ مرکز جماعتِ سراجیہ ظہور ہال پیپلز کالونی فیصل آباد ۰۴۱،۸۵۳۶۴۸۶

☆ ڈاکٹر حافظ محمد یونس چک نمبر ۶۵۶/۷ گ ب بچیانہ ۰۳۰۱،۷۲۷۴۵۰۲

☆ ضیاء القرآن پبلیکیشنز داتا گنج بخش روڈ لاہور۔ ۰۴۲،۷۲۲۱۹۵۳

☆ منہاج القرآن سیل سنٹر تاج پلازہ۔ شکر گڑھ۔ ۰۳۰۰،۳۳۳۸۹۳۴

☆ کمال بکس اینڈ سٹیشنرز مین بازار اللہ آباد راولپنڈی۔ ۰۳۳۳،۵۳۸۳۲۱۵

دم عارف نسیمِ صبح دم ہے
اسی سے ریشۂ معنیٰ میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسّر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

مناجات

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذرہائے مَن پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ ﷺ پنہاں بگیر

﴿محمد رمضان عطائیؒ ۔ ڈیرہ غازی خان﴾

﴿عطیہ: حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبالؒ﴾

اجمالی تعارفِ ابواب

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

انتساب

یہ عاجزانہ کاوش اس ہستی کے نام ہے، جن کی کوششوں سے مُشتِ خاک کو شوقِ علم نصیب ہوا، جن کی شبانہ روز شفقتوں سے ذوقِ آگہی ملا، جن کی ترغیب سے خارزارِ علم میں اِستقامت سے گامزن رہنے کا جذبہ عطا ہوا، جن کی رہنمائی سے نابغۂ عصر، عظیم سیرت نگار، مفکّرِ اسلام، مفسّرِ قرآن :

حضور ضیاءُالامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

کے دامنِ کرم سے وابستگی مقدّر رہوئی، جن کی زبان سے اوّلاً سمع نواز ہوا:

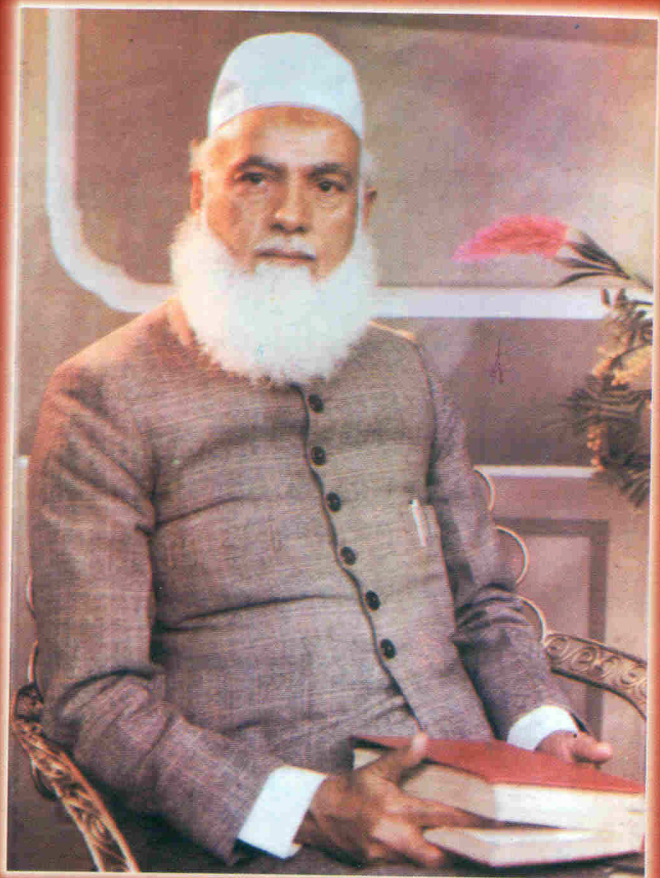
رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ وَبِكَ نَسْتَعِيْنُ وَبِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَبِحُرْمَةِ اَوْلِيَآءِ الْكَامِلِيْنَ۔

اٰمِيْن يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ج

جن کے کلام کی پُرسوز آواز آج بھی کانوں میں رس گھول رہی ہے، بندہ کی ہر کامرانی جن کے چہرے پر مسرّت کا باعث بنی، جن کی حوصلہ دینے کی عادتِ کریمہ نے اخلاص وعمل کی کسی مشکل کو کبھی مشکل نہ رہنے دیا، وہ مہربان شخصیّت ہیں وارثِ علمِ نبوّت، اُستاذُ العلماء، شیخُ الحدیث والتفسیر، حضرت علّامہ مولانا:

ابوالشّمس احمد علی نقشبندی زِیدَ مجدُہٗ

﴿خاکسار: ابوالاحسان محمد حنیف چشتی غفرلہٗ﴾



مفسر قرآن حضور ضیاء الامت

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (بھیرہ شریف)

سجادہ نشین آستانہ عالیہ امیریہ بھیرہ شریف

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الاھداء

یہ ناتمام کاوش ان پُرخلوص اور سراپائے وفا ارادت مندوں اور خلفائے عظام کی خدمت میں بطور ھدیۂ تشکر و امتنان پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے، جو ھادیِ سالکین، رہبرِ طالبین، واقفِ اَسرارِ دین، ماہرِ رموزِ طریقت، مرشدِ گرامی قدر، سیّدی و مرشدی:

حضرت قبلہ خالد محمود قادری چشتی

دَامَتۡ بَرَکَاتُھُمُ الۡقُدۡسِیَّہ

کی دعائے نیم شب کا ثمر ہیں، جن کی صحبتِ صالحہ اور روحانی تربیّت سے نہاں خانۂ دل میں اس مادہ پرستی کے دور میں روحانیّت کی چنگاری بھڑک اُٹھتی ہے۔

"گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف"

خاک پائے راہِ صاحبدلاں، عبدِ حقیر:

ابوالاحسان محمد حنیف قادری چشتی غُفِرَ لہٗ

کوئی انسان ہوش وحواس اور صحت وعلالت میں ہوتے ہوئے بھی احکام شریعت سے کبھی بالاتر نہیں ہوتا، گویا ارکانِ اسلام اور شریعت پر استقامت جب اپنی منتہیٰ کو پہنچتی ہے، تو اس وقت انسان کو مقامِ اِحسان حاصل ہو جاتا ہے، اسی کو طریقت کہتے ہیں، جو حقیقت ومعرفت کا راستہ کھول دیتی ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شریعت وطریقت کا چولی دامن کا ساتھ ہے، شریعت کو اگر جسم تصوّر کر لیا جائے تو طریقت اس کی روح ہے، شریعت اگر پھل ہے تو طریقت اس کا ذائقہ ہے، شریعت اگر پھول ہے تو طریقت اس کی خوشبو ہے، یہ حقیقت ہے کہ شریعت اور طریقت کا امتزاج رکھنے والوں کو ہی وصلِ اِلٰہی کے لمحات، دیدارِ مولیٰ اور تجلیاتِ اِلٰہی کے نور سے خود کو منور کرنے کی توفیق نصیب ہوتی ہیں، ان نفوسِ قدسیہ یعنی اولیائے کاملین وواصلین، برگزیدہ شخصیتوں اور بزرگ ہستیوں میں سے چند ایک کا تذکرہ محض رضائے اِلٰہی اور حصولِ برکت کے لئے آپ کے پیشِ نظر کتاب **انوارِ سراجیہ** میں کیا جا رہا ہے۔

اگر ہم اُس تسلسل کو اسلام کی تاریخ سے دیکھنا چاہیں تو نجومِ ہدایت صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بات ہی بالکل جدا ہے، جو بلا واسطہ نگاہِ نبوت ﷺ کے پروردہ تھے، جن کی ایک ایک ادا منقول ہے، تابعین، تابع تابعین، بزرگانِ دین اور اولیائے کرام کے احوال وواقعاتِ زندگی پر سیدُ الطائفہ خیرُ التابعین حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک لاکھوں صفحات اور ہزاروں کتب زیبِ تحریر سے آراستہ ہو کر قارئین سے دادِ تحسین وصول کر رہی ہیں، یہ جہاں سعادت کا کام ہے، وہاں اَن گنت ظاہری وباطنی، دینی ومذہبی اور روحانی واَخلاقی برکات و

حسنات کا مُوجب بنتا ہے۔

آپ کے زیرِ مطالعہ کتاب کے شروع میں ایک اِنتساب اور اِلاھداء کے ساتھ ایک تقدیم شاملِ اِشاعت ہے، جو صرف اس سوال کے جواب میں ہے کہ تذکارِ صالحین کیوں ضروری ہیں؟ کیا یہ صرف عقیدت کا اظہار ہی ہے؟ یا ان کا پڑھنا اور لکھنا کچھ روحانی فوائد وثمرات بھی رکھتا ہے۔ اَسرارِ کتاب کے نام سے ایک ماہرِ علم وادب، وسیع نظر رکھنے والے روشن خیال فاضل کی رائے بھی شامل ہے۔

بابِ اول **تذکارِ سراجیہ** جو پانچ حصوں پر مشتمل ہے، احوالِ سراجیہ، اسرارِ سراجیہ، قبلۂ عالم کا معتدل مزاج، ردِ مرزائیت میں **الشاہ مُحمّد سراج الحق قُدِّس سرُّہٗ** کا کردار اور آخری حصہ میں قبلۂ عالم کی خدمات کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ میں یہ بات یاد رہے، کہ کئی مقامات پر صوفی **رستم علیؒ** (م۔۱۹۹۵ء) شکر گڑھ کی قلمی بیاض کے حوالہ جات مذکور ہیں، اس بیاض میں بعض مقامات پر الفاظ کی صحیح سمجھ نہ آنے کی وجہ سے یا کلام کے غیر مربوط ہونے کی وجہ سے صرف مفہوم کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس حوالہ کو من وعن درج کرنے سے گریز کیا گیا ہے، اس میں تحریر شدہ واقعات اور مندرجات کی تحقیق کرنے کی بجائے صوفی صاحبؒ نے قبلۂ عالم کی زبان سے جو سنا ہے، اس کو ہی قارئین کرام تک پہنچانے کا اِہتمام کیا گیا ہے، اس بیاض کی ہر بات کی ترجمانی کرتے وقت بالخصوص سراجیہ مزاج کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے، جو اعتدال پر مبنی ہے۔

بابِ دوم **تذکرہ ظہورُ الحقؒ** ہے، جو تین حصوں پر مشتمل ہے، اس میں ان کی زندگی کے اہم واقعات واحوال، علمی خدمات اور ان کے افکار وفرمودات درج کئے گئے ہیں، جو ہر سالک اور طالبِ مولیٰ کے لیے یقیناً مشعل راہ

کی حیثیت رکھتے ہیں، یہ تذکرہ خانقاہِ سراجیہ کے عمر رسیدہ متعلقین کے لیے تو شاید کوئی نئی بات نہ ہوگی، مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تذکرہ نئی نسل کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے والوں کی معلومات میں یقیناً اضافے کا سبب بنے گا اور قاری کو اس کے مطالعہ سے عقیدہ اور عقیدت دونوں کی پختگی بھی حاصل ہوگی۔

حقیقت یہ ہے، کہ محض اللہ کریم جلّ وعلا کا یہ لطف وکرم اور فضلِ عمیم ہے، جس نے اپنے محبوب ومطلوب، شفیعِ مجرماں، سیدِ انس وجاں، حضرت **مُحَمَّد مُصْطَفٰی** ﷺ کی پیاری اور لاڈلی اُمت کے چند صلحا وعرفائے کرام کے تذکارِ صالحہ جمع کرنے میں کاغذ وقلم اور ذہن کو مصروف رہنے کی توفیق ارزانی فرمائی ہے، اس پر اُس قادر وقیّوم کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے، وفورِ تشکر وامتنان میں تو یہ بھی سمجھ نہیں آرہا کہ کلماتِ تشکّر ہی کیسے ادا کئے جائیں؟ مگر:

کچھ کلیاں اُن کے گلشن کی، کچھ تنکے اپنے نشیمن کے
جو کچھ بھی ملا ساماں لے کر، ہم تیری گلی میں آنکلے

اللہ جل جلالہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کا شکر بجالانے کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے، جن کی مساعیِ جلیلہ سے یہ کاوش منصۂ شہود پر آنے کے قابل ہوئی ہے، اس میں سرِ فہرست حضور والاشان، قبلہ حضرت الشاہ **میاں محمد ضمیرُالحق** مدظلہ العالی امیر جماعتِ سراجیہ ظہور ہال پیپلز کالونی فیصل آباد، جنہوں نے ناچیز کے ساتھ بہت تعاون فرمایا، راقم وقت یا بے وقت بھی اگر آپ کے درِ دولت پر حاضر ہوا، تو آپ نے شفقت کا ہاتھ رکھا، ماہنامہ السراج کے سابقہ پرچے عنایت فرمائے، وسعتِ ظرفی اور مہمان نوازی کا شرف بخشا، پُروقار متانت اور فرحت بخش مسکراہٹ کے ساتھ اپنے خاندان کے

متعلق معلومات فراہم فرمائیں، بعض اوقات تحریر کو پڑھ کر تصحیح فرمائی اور روحانی و باطنی طور پر اس کی کامیابی کے لئے دعا بھی فرمائی۔

محسنِ ملّت حضرت سیّد محمد احسان کریم شاہ صاحب زِیدَ فَیضُہٗ نے بھی احسان فرمایا کہ اس مسوّدہ کو پڑھا، علالتِ طبع کے باوجود مناسب رہنمائی فرمائی، کئی واقعات جو اس خانقاہ کے حوالے سے رطب ویابس کے ساتھ بیان ہوتے چلے آرہے تھے، ان کو درست کروایا، ان کی معاونت اور دعاؤں سے بھی روحانی کمک نصیب ہوئی۔ ادیبِ ذی وقار، ڈائیریکٹر ریسرچ منہاج القرآن لاہور اور مدیر سہ ماہی مجلّہ معینُ الاسلام بیربل شریف (سرگودھا) جناب پروفیسر محمد نصراللہ معینی صاحب حفظہُ اللہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں، جنہوں نے اپنی کثیر مصروفیات میں سے اس مسوّدہ کے لئے وقت نکالا اور جدید تحقیق کے انداز وضروریات کے بارے میں علمی رہنمائی فرمائی ہے، اسی اثناء میں آپ نے کتاب کے آخر میں اشاریہ مرتب کرنے کا مشورہ بھی عنایت فرمایا، جس پر عمل کیا گیا ہے۔

ذیشان ادیب اور منفرد قلم کار، سرمایۂ علم وادب، جناب حضرت علامہ مولانا **مسعود احمد تائب** صاحب ایم اے، ایم ایڈ، دامت برکاتہم العالیہ، فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کا بھی ممنون ہوں، جنہوں نے **اسرارِ کتاب** کے نام سے اپنی گراں قدر فکری اور خوبصورت تحریر سے نوازا، اور ناچیز کی حوصلہ افزائی فرمائی، اُمید ہے کہ چند صفحات کے بعد ہی آپ اس کے مطالعہ سے اپنے آپ کو محظوظ فرمائیں گے، اور مزید یہ کہ گہری نظر سے مسوّدہ کو پڑھ کر عبارتی اَغلاط کی نشاندہی اور اشعار کی تصحیح کی، کلماتِ تحسین کے ساتھ ساتھ ناچیز کو پہلی کاوش پر ہدیۂ تبریک پیش فرما کر دادِ تحسین سے نوازا۔

جناب پروفیسر عارف حسین عارف صاحب بھی نہایت مدبرّ اور زیرک اُستاد ہیں، جو قبلہ حضور اباجی" (الشاہ محمد ظہورالحق" چشتی) کے خلیفہ بھی ہیں، تعلیم و تعلّم کے ساتھ ساتھ خانقاہ سراجیہ سے گہری عقیدت و وابستگی رکھتے ہیں، محکمۂ تعلیم سے ریٹائرمنٹ کے بعد اسی خانقاہ کے ملحقہ ہائی سکول میں پرنسپل کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں، خوش قسمتی کی بات تو یہ ہے کہ یہ اسی ادارے کے فارغ التحصیل بھی ہیں، گویا اُنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں کلیدی کردار ادا کیا۔

خطیب اہلِ سنت مولانا قاری محمد حنیف خان رضوی صاحب منڈی بچیانہ، فیصل آباد۔ عزیز القدر جناب ڈاکٹر حافظ محمد یونس صاحب خطیب چک نمبر ۶۵۶/۷ گ ب، جگر گوشۂ سادات، عزت مآب جناب سیّد محمد ضامن حسین شاہ چنڈ ووڈالہ، محترم رانا حبیب احمد قادری صاحب (ہری پور ضلع فیصل آباد) جیسے مہربان کرم فرماؤں کا ذکر نہ کرنا قرینِ انصاف نہ ہوگا، جن کی حوصلہ بڑھانے کی عادت کریمہ نے ہر گام پر ناچیز کی مدد فرمائی ہے۔

اللہ جل جلالہ کے حضور دعا گو ہوں، کہ وہ ان مندرجات میں سے سہو کو معاف فرمائے، اس کوشش کو باعثِ کفارۂ سیئات اور وجہِ مغفرت بنائے، اس میں جو حق اور درست بیان ہوا، وہ باری تعالیٰ کی توفیق سے ہے، جو کچھ فضول اور خلافِ حقیقت ہے، وہ بندہ کی ناقص فکر اور ذہن نارسا کا نتیجہ ہے، اللہ کریم اس سے درگزر فرمائے، مجھ گناہ گار کو معاف فرمائے، متوسلین اور متعلقین کے ساتھ اور جملہ قارئین کرام کو اِستفادہ کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے:

آمین بجاہِ طٰہٰ و یٰس ﷺ

ناچیز: محمد حنیف چشتی غُفِرَ لہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

انسان نے جب بھی اپنی منزل کے تعین میں اپنی فکر و دانش اور فہم و تدبّر پر ہی مکمل انحصار کیا ہے، دونوں مراکزِ رشد و ہدایت یعنی ہادیٔ کامل ﷺ اور صحیفۂ ہدایت سے صرفِ نظر کیا، جو بلاشک وشبہ مکمل حق اور ہدایت پر مبنی ہے:

هُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ ۔(۱)

وہ (اللہ جل جلالہ) ہی ہے، جس نے اپنے رسول کو (کتابِ) ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا ہے۔

ان منبع ہائے ہدایت کو چھوڑ کر تلاشِ منزل میں اپنا وضع کردہ لائحۂ عمل اختیار کیا، تو اس کے لئے منزل پر پہنچنا تو دور کی بات ہے، وہ منزلِ ہدایت کے قریب بھی نہ جاسکا۔ منزل تک رسائی کے لئے سیدھے راستے یعنی صراطِ مستقیم پر گامزن ہونا ناگزیر ہے، بصورتِ دیگر انسان ساری زندگی اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتا ہوا آخری ہچکی لے کر سپردِ خاک ہو جائے گا، لیکن اسے منزل نہیں مل سکے گی، حصولِ منزل کے لئے راستے کا دیکھنا اور اسی پر اِستقامت کے ساتھ چل پڑنا ہی اِیصال الی المطلوب یعنی مطلوب و مراد تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے۔ یہ ہدایت کی معراج بھی ہے، اور انسانیت کا کمال بھی، چونکہ یہ کارے دارد اور جان جوکھوں میں ڈالنے والا کام ہے، مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں، اس لئے دانائے راز" نے فرمایا:

(۱) الفتح ۴۸: ۲۸

؎ راہِ وفا میں ہر سُو کانٹے، دھوپ زیادہ سائے کم
اس پر چلنے والے اکثر، خوش ہی رہے پچھتائے کم ﴿اقبالؔ﴾

اس پر تنہا چل پڑنا خود کو ضائع کرنے کے مترادف ہے، اس راہ کا مسافر بنتے ہوئے ہر گام پر رہبر کی معیت اور رہنما کی ہدایت ضروری ہے، اسی لئے تو ہر مسلمان پانچوں نمازوں اور دیگر نوافل کی ہر رکعت میں بحالتِ قیام بارگاہِ ایزدی میں یوں عرض گزار ہوتا ہے:

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔ ﴿۱﴾

چلا ہم کو سیدھے راستے پر، راستہ اُن کا جن پر تو نے انعام فرمایا، نہ اُن کا جن پر غضب ہوا، نہ گمراہوں کا۔

یہ انعام یافتہ لوگ بہترین ماڈل (Model) اور بے مثال آئیڈیل (Ideal) ہوتے ہیں، اس اجمال میں جن نفوسِ قدسیہ کو کامل نمونہ قرار دیا گیا ہے، ان کی تفصیل سورۂ النساء میں اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہے:

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ ﴿۲﴾

اللہ نے جن پر انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور صالحین، اور کیا ہی یہ اچھے ساتھی ہیں۔

در حقیقت اس مقام پر سورۂ فاتحہ کے اجمال کی تفصیل و تفسیر فرما دی گئی ہے، جو تفسیر قرآن کے اس اُصول کے تحت ہے۔

﴿۱﴾ الفاتحہ ۱: ۶،۷
﴿۲﴾ النساء ۴: ۶۹

''کہ قرآن پاک کا بعض حصہ بعض حصے کی تفسیر بیان کرتا ہے''۔ یہی تفسیر سب سے اعلیٰ بھی ہوتی ہے، اسی اصول کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے، کہ اللہ کے ہدایت یافتہ بندے یعنی انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین وہ لوگ ہیں، جن کا ہر قدم مشیّتِ الٰہی کا مظہر اور اِطاعتِ خداوندی کا آئینہ دار ہوتا ہے، اسی وجہ سے وہ سیرت و صورت میں عکسِ قرآن ہوتے ہیں۔

؎ یہ راز کسی کو نہیں معلوم، کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن ﴿اقبالؔ﴾

ان پاک باز ہستیوں یعنی انبیاء و مرسلین، متقین و صالحین، ذاکرین و قائمین، راکعین و ساجدین، منفقین و مجاہدین، اور صالحین و خاشعین کا ذکر تو اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں کئی مقامات پر فرمایا ہے اور انسان کو ذکر کرنے کا حکم دیا ہے، یہ اَمر جہاں باعثِ خیر و برکت ہے، وہاں اِطاعتِ حکمِ الٰہی بھی ہے، چنانچہ درجہ ذیل آیات میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے کہ میرے خاص بندوں کا ذکر کرو:

☆۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرو:

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۥ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا۔ ﴿۱﴾

اور کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا ذکر کیجیے وہ بڑے راست باز نبی تھے۔

☆۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرو:

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا۔ ﴿۲﴾

﴿۱﴾ مریم ۱۹: ۴۱
﴿۲﴾ مریم ۱۹: ۵۱

اور قرآن میں موسیٰ (علیہ السلام) کا ذکر فرمائیے، بے شک وہ (اللہ کے چنے ہوئے) تھے اور رسول و نبی تھے۔

☆۳۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر کرو:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ز اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۔﴿۱﴾

اور کتاب میں اسمٰعیل (علیہ السلام) کا ذکر کیجیے، بے شک وہ وعدے کے سچے تھے، رسول (اور) نبی تھے۔

☆۴۔ حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر کرو:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ز اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۔﴿۲﴾

اور کتاب میں ادریس (علیہ السلام) کا ذکر فرمائیے، بے شک وہ بڑے راست باز نبی تھے، (اور) ہم نے بلند کیا انہیں اُونچے مقام تک۔ یہ وہ (مقدّس ہستیاں ہیں) جن پر انبیاءِ (کرام کے زمرے) میں سے اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا، یہ آدم کی اولاد میں سے تھے۔

☆۵۔ سورہِ مریم کے شروع میں حرفِ مقطعات کے معاً بعد حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر کیا گیا، اللہ کریم نے ان پر عالمِ پیری میں ہونے والی نوازشوں کا ذکر کیا، اور ان کو بڑھاپے کی عمر میں فرزندِ ارجمند عطا فرمایا، تفصیلات کے لئے تفسیرات کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے، چنانچہ اللہ کریم نے آپ کا تذکرہ پہلے رکوع میں ان بڑے

﴿۱﴾ مریم ۱۹: ۵۴

دلنشین کلمات سے فرمایا:

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۔﴿۱﴾

یہ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے، جو اس نے اپنے بندے زکریا (علیہ السلام) پر فرمائی۔

۶۔ حضرت مریم علیہا السلام جو حضرت زکریا علیہ السلام کے زیرِ کفالت بیتُ المقدّس کے ایک گوشہ میں اس وقت کے طریقہ کے مطابق محوِ عبادت تھیں، وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدۂ ماجدہ ہیں، جن کا شمار اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ نے بھی صالحات میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کا ذکر کرنے کا بھی حکم دیا:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ م ﴿۲﴾

اور (اے حبیب ﷺ) کتاب میں مریم کا حال بیان کیجیے۔

سورۂ مریم کا دوسرا رکوع جس کی پچیس (۲۵ یعنی ۱۶ تا ۴۰) آیات ہیں جن میں حضرت مریم علیہا السلام کا تفصیلی واقعہ بیان ہوا، سورۂ آلِ عمران میں آپ کا ذکرِ خیر آیا ہے، اس طرح چند اور سورتوں میں بھی اس مقدّس ماں بیٹے کا ذکر موجود ہے، جدِّ انسانیت حضرت آدم علیہ السلام تا والیٔ کون و مکاں حضرت سیّدنا **مُحَمَّد" رَّسُوْلُ اللّٰہ** ﷺ (فداہٗ روحی وقلبی)، کئی انبیاء ومرسلین کے احوال و واقعات، اُن کی اُمتوں کے صالحین اور اصحابِ کہف وغیرہ کا ذکرِ خیر بھی ہدایت کے لئے قرآن مجید کی زینت بنا ہے، لہٰذا اولیائے کرام کی کرامات اور صفاتِ حمیدہ کے ذکر کو بدعت کے ساتھ جوڑنا یا شخصیت پرستی کہہ کر اُمتِ مسلمہ کو صالحین کی نیک صحبت سے دور کرنا دانش مندی اور قرینِ انصاف نہیں ہے۔

ناتمام سی کوشش کی گئی ہے۔

یہ کاوش بھی اس ہیچ مداں، کم فہم، ناقص الخیال اور طالبِ علمِ مولیٰ کی طرف سے ہے، جو فنِ تحریر سے نابلد اور فصاحت و بلاغت کی باریکیوں سے ناواقف و ناآشنا ہے۔ قارئین کرام سے صرف اتنی گزارش ضرور ہے، آپ کرم فرماؤں کی بر وقت اطلاع و اصلاح بندہ ناچیز کو بڑی کوتاہیوں سے بچا سکتی ہے، اگر آپ کسی مقام پر کوئی غلطی محسوس کریں یا اپنے خیال کے مطابق اِن مندرجات سے اختلاف رائے رکھتے ہوئے آگاہ فرمادیں گے تو راقم الحروف آپ کا ممنون کرم ہوگا۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ میں بصد لجاجت عرض ہے، کہ ناچیز کو صالحین، نیک شعار، پاکیزہ خصال، شگفتہ اطوار، شُستہ عادات اور شب زندہ دار افراد کے پاپوش سیدھے کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اُن کے اَخلاقِ عالیہ سے چلو بھر مجھ حقیر کو بھی نصیب ہوجائے۔ محبتِ الٰہی اور اِطاعت رسول ﷺ کی وہ کسک جو انہیں بسترِ ناز سے اُٹھا کر یادِ الٰہی کے لئے مصلّے پر بٹھا دیتی ہے، جو اشکوں سے وضو کر کے اس کے عفوِ بندہ نواز میں پناہ لیتے ہیں، اور خلقِ خدا کے خیر خواہ ہوتے ہیں، اس دردِ دروں کا کچھ حصہ اس ذرّۂ بے مایہ کو بھی نصیب ہوجائے۔

آمین بجاہ طٰہٰ ویٰس ﷺ

طالبِ صحبتِ صاحب دلاں، احقر العباد:

ابو الاحسان محمد حنیف چشتی غُفِرَلَہٗ

چک نمبر ۶۵۶/۷ گ ب، جڑانوالہ ضلع فیصل آباد

ٹل کینٹ، این ڈبلیو ایف پی۔ ۱۵/ اکتوبر ۲۰۰۸ء

﴿اسرارِ کتاب﴾

ازادیبِ شہیر، سرمایہ اہلِ سنت، نازشِ عالم وادب حضرت علاّمہ مولانا **مسعود احمد تائب زِیْدَ حُبُّهُم** فاضل بھیرہ شریف

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صاحبِ جوامعِ الکَلِم، مُعَلِّمِ اَسرارِ حِکم، قاسمِ خزائنِ نِعَم، واقفِ علومِ قدم، دانائے سُبُل، خَتمُ الرُّسُل ﷺ کا ارشاد عالی وقار ہے:

اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ

''مومن مومن کے لئے آئینہ کی مانند ہے''۔

جس طرح آئینہ پر نظر ڈالتے ہی اپنے چہرے کی ہر شکن نمایاں اور ہر ادا ہویدا ہو جاتی ہے، اور صاحبِ ذوقِ جمال اپنے رُخ کو سنوار لیتا ہے، اسی طرح مومن کا چہرا، مومن کی نگاہِ باحیا اور ادائے دلرُبا ایک کھلی کتاب کی طرح ہوتے ہیں۔ جسے دیکھ کر حقیقت پیکرِ محسوس میں نظر آتی ہے، مومن کی گفتار و کردار اور ادائے نوا احکامِ خداوندی کی عملی تصویر ہوتی ہے، بقولِ اقبالؒ

؎ یہ راز کسی کو نہیں معلوم، کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن ﴿اقبالؒ﴾

احکامِ قرآنی کا مفہوم بار بار پڑھنے سے بھی کئی بار سمجھ نہیں آتا مگر مردِ مومن

کا عمل دیکھ کر قرآن مجید کا معنیٰ لوحِ دل پر نقش ہو جاتا ہے، کیونکہ حقیقت میں مومن کی زندگی شرحِ کتاب اللہ ہوتی ہے۔ بقول شاعر:

ز فرق تا باقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمۂ دامن دل می کشد کہ جا این جا است

''سر سے لے کر پاؤں تک جس مقام پر نگاہیں جما کر دیکھتا ہوں، تو وہی مقام دامنِ دل کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے کہ دیکھنے کا اصل مقام یہی ہے''۔

زیرِ نظر کتاب ایسی ہی بابرکت ہستیوں کا آئینہ حیات ہے، جن کا سایہ امینِ تجلیاتِ ربانی، جن کے نقوشِ پا سنتِ نبوی ﷺ کے آئینہ دار ہیں، جن کے ہر سانس میں عشقِ رسول ﷺ کی خوشبوئیں رچی ہوئی تھیں، جن کی گفتگو کے لہجے سے فیضانِ نبوت کے چشمے پھوٹتے تھے، وہ مسکرائے تو پیغامِ رسالت دیا، تیور بدلے تو ایوانِ کفر و الحاد میں زلزلہ آ گیا

اُن کا سایہ اک تجلی ان کا نقشِ پا چراغ
وہ جدھر گزرے اُدھر ہی روشنی ہوتی گئی

کتاب کا نام **انوارِ سراجیہ** تجویز کیا گیا ہے، کتاب کیا ہے؟ ایک حسین و رنگین گلدستہ ہے، جس میں شریعت و طریقت کے سدا بہار پھول مہک رہے ہیں، کتاب کا آغاز شریعت و طریقت پر گفتگو سے کیا گیا ہے، آغازِ سخن اور تقدیم کے بعد پہلا باب بانیٔ سلسلہ چشتیہ صابریہ سراجیہ، سراج السالکین حضرت الشاہ محمد سراج الحق چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کے ذکرِ جمیل پر مشتمل ہے، (اس باب کے پانچ حصے ہیں) جسے احوالِ سراجیہ، اسرارِ سراجیہ، وغیرہ سے موسوم کیا گیا ہے۔

حضرت الشاہ محمد سراج الحق مطلعِ طریقت کے وہ نیّرِ تاباں ہیں، جنہوں

نے سینکڑوں ذرّات کو جگمگا کر ماہتابِ ہدایت بنا دیا۔ لاکھوں انسانوں کے ویران دلوں کو یادِ خدا سے معمور کیا، ان کے حلقۂ اثر میں تربیت پانے والوں میں حضرت **میاں شیر علی صاحب** ؒ چشتی جیسے گمنام ہیرے بھی ہیں، اور محدثِ اعظم پاکستان، حضرت **مولانا سردار احمد صاحب** قادری رضوی چشتی **قُدِّسَ سرُّہٗ العزیز** جیسی مشہور عالم ہستیاں بھی ہیں، جن کے فیضِ علم و عرفان سے مشرق و مغرب تک اُجالا ہے، آپ شکستہ دلوں کی ڈھارس اور بے کسوں کے ملجا و ماویٰ تھے۔ گورداس پور کو مرکزِ رشد و ہدایت بنا کر جہاں مخلوقِ خدا کی رہنمائی فرمائی، وہاں اِحقاقِ حق اور اِبطالِ باطل (یعنی حق کو حق ثابت کرنا اور باطل کو رد کرنا) کے معرکۂ قادیان میں ختمِ نبوت کے عقیدہ پر قائدانہ کردار ادا فرمایا۔

جب حکومت برطانیہ کے خود کاشتہ پودا یعنی فتنۂ

صوفیانِ باصفا اپنے حجروں سے نکل کر رسمِ شبیری کی ادائیگی کے لئے میدانِ کارزار میں متنبی قادیان مرزا غلام احمد کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑے ہو گئے، سلطان الہند کے جانشینوں نے اس معرکۂ حق و باطل میں فیصلہ کن کردار سرانجام دیا، ایک طرف مہرِ انور پیر سیّد **مہر علی شاہ گولڑوی** ؒ کی ''**سیفِ چشتیائی**'' چمکی، تو دوسری طرف بزمِ چشتیہ کے سراجِ درخشاں کے رُخِ انور کی شعاؤں نے مرزا کے دجل و فریب کی ظلمتوں کو کافور کر دیا۔

آپ کے خلیفۂ مجاز **مولانا صوفی نواب الدین** رحمۃ اللہ علیہ نے مرزائے قادیان کو احاطۂ عدالت میں یہ کہہ کر لا جواب کر دیا:

''کہ اگر اللہ جل جلالہٗ نے محبوبِ حجازی ﷺ کے بعد نبوت کا تاج کسی کے سر رکھنا ہوتا، تو وہ میرے جیسے حسین چہرے کا انتخاب کرتا، یا تیرے جیسے کریہہ

المنظر کو یہ امانت عطا کرتا"۔

آپ کے خدّام وخلفاء نے اس فتنہ کو منطقی انجام تک پہنچانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ آپ نے پیغامِ حق ہر فرد تک پہنچانے کے لئے جارحانہ اندازِ تبلیغ کی بجائے مسلکِ اعتدال اختیار فرمایا، تاکہ متلاشیانِ حق وصداقت بلاجھجک اسلام کے چشمۂ شیریں سے سیراب ہوسکیں، بقولِ شاعر آپ کا مشفقانہ رویّہ طالبینِ حق کے لئے صلائے عام تھا

کفر است در طریقتِ ما کینہ داشتن
آئینِ ماست سینہ چوں آئینہ داشتن

"ہماری طریقت کے راستے میں دل میں کینہ رکھنا کفر ہے، سینے کو آئینے کی طرح شفاف رکھنا ہی ہمارا آئینِ حیات ہے"۔

اس محبت بھرے لہجے کی کشش تھی کہ ہر مسلک وملّت سے تعلّق رکھنے والے آپ کی دہلیز پر آکر سر جھکا دیتے، اور ہر طرف سے پروانوں کے جھنڈ اس "**سراجِ حق**" پر نثار ہورہے تھے بقولِ شاعر:

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق

کتاب کے دوسرے باب میں (جس کے تین حصے ہیں) انجمن سراجیہ کے روحِ رواں، جانشینِ سراجِ بزمِ سالکاں، حضرت **پیر محمد ظہور الحق شاہ** چشتی صابریؒ کا تذکرہ ہے، اپنے عظیم والد کے عظیم مشن کو چار چاند لگانے کے لئے آپ ہمہ وقت مستعد رہے، قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی ملک کی مفلوک الحال اور محروم المعیشت آبادی اپنے بچوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے سے قاصر تھی، آپ

نے سرکارِ مدینہ ﷺ کی اس سنت کو زندہ فرمایا، اور بچوں کو ابتدائی تعلیم سے روشناس کرانے کے لئے سکولوں کے قیام کا سلسلہ شروع فرمایا، جو پرائمری درجہ سے سیکنڈری تک پہنچایا، اور ہر علاقے میں یہ سلسلہ جاری فرما کر جہل وناخواندگی کے آسیب سے اس قوم کو نجات دلائی، یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے، اور آپ کے قائم کردہ ادارے ہزاروں گھروں میں علم کی روشنیاں بکھیر رہے ہیں۔

آپؒ کے قائم کردہ نظامِ تعلیم کی یہ خوبی ہے، کہ اس سے بیشتر غریب گھرانوں کے بچے مستفید ہوئے اور ہورہے ہیں، سرسید کے قائم کردہ علی گڑھ کالج نے نوابوں، جاگیرداروں، وڈیروں اور سرمایہ داروں کے بچوں کو تعلیم دی، مگر آپ کے قائم کردہ اداروں نے ان لوگوں پر علم کے دروازے کھولے، جن پر انگریز نے علم کے دروازے بند کردیئے تھے، یہ آپؒ کی وہ کرامت ہے جو صدیوں تک جہل وفریب کے پردے چاک کرتی رہے گی، آپ اپنے خونِ جگر سے اس گلشنِ علم وادب کی آبیاری کرتے رہے، اور آپ کی روح بہارِ خلد میں سرخوش وسرشار ہوگئی، اور اس گراں بہا خدمت پر فاتحانہ مسکرا رہی ہوگی۔

کلیوں کو میں سینے کا لہو دے کر چلا ہوں
صدیوں میں مجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

اس راستے کی مشکل اور رکاوٹوں کو جس طرح آپ کے ناخنِ تدبیر نے دور کیا، اس باب کے مطالعہ سے ماہرینِ تعلیم پر یہ راز منکشف ہوگا، اگرچہ آپ کی کرامات کے بیان میں نہایت اختصار سے کام لیا گیا، جو تذکرہ کی کتب کی زینت اور قارئین کے لئے خصوصی دلچسپی کا باعث ہوتا ہے۔ مگر راہِ اصلاح اُمت اور اشاعتِ علم میں آپ کی استقامت ہزاروں کرامتوں پر بھاری نظر آتی ہے، بقولِ شاعر:

ماقصۂ سکندر ودارانہ خواندہ ایم
ازما بجز حکایتِ مہرو وفا مپرس

"میں نے آپ کے سامنے دارا وسکندر جیسے حاکموں اور بادشاہوں کی حکایات بیان نہیں کیں بلکہ مجھ سے مہرووفا کے سوا کسی اور داستان کی امید بھی نہ رکھو"۔

اگر پاکستان کے روحانی خانوادے بزمِ صُفّہ کی اس حسین روایت کو اپنے وسائل سے زندہ کر دیں، تو ان کی "فتوحات" کا یہ سلسلہ روزِ قیامت تک دراز ہو جائے گا۔ جس کسمپرسی اور بے سروسامانی کے عالم میں آپ نے اس سلسلۂ تدریس کو فروغ دیا، وہ پاکستان کی تاریخ میں آنے والے مصلحین کیلئے نشانِ منزل اور لائقِ تقلید نمونہ ہے، بقولِ حکیم الامت آپ کی مرقدِ منوّر سے یہ صدا آرہی ہے۔

زیارت گاہِ اہلِ عزم وہمت ہے لحد میری
کہ خاکِ راہ کو میں نے بتایا رازِ الوندی ﴿اقبالؒ﴾

اگرچہ بزمِ انسانیت کا یہ درخشندہ چراغ تہِ مزار چلا گیا ہے، مگر مرتبِ کتاب نے اس کی زرتاب شعاعیں اس کتاب کے اوراق میں بکھیر کر ہر قاری کی ضیافتِ طبع کا سامان کر دیا ہے، بس اس کتاب کے اوراق اُلٹیے، جن شخصیتوں کے پیکر آپ کی نگاہوں میں تیرتے رہے، وہ رواں دواں نظر آئیں گے، اور خلوص ومروّت کی یہ تصویریں آپ کے حاشیۂ ذہن پر ہمیشہ کے لئے مرتسم ہو جائیں گی۔

آخری باب میں حلقۂ سراجیہ میں شامل چند پیکرانِ خلوص ووفا کا ذکرِ جمیل بھی کر دیا گیا ہے، جو یقیناً مُشتِ از خروارے کی طرح اپنے شیوخ کی حسنِ تربیّت کا منہ بولتا ثبوت ہیں، ان کے مطالعہ سے قارئین کی معلومات میں اضافہ ہونے کے

ساتھ مربّی کی عظمت ورفعت کا احساس خود بخود ہو جائے گا۔

مرتب کتاب حضرت **علامہ مولانا محمد حنیف چشتی قادری** عالمِ اسلام کے عظیم مرکزِ علم وادب دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے فاضل اور اسی روحانی خانقاہ کے مرشد ومربّی ومشفق پیشوا حضرت **جسٹس ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ** کے تربیّت یافتہ ہیں۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں اُنہوں نے نہایت ہی شفیق وکریم، مربّی ومخلص، صوفی منش بزرگ، محرمِ اسرارِ طریقت، واقفِ رموزِ حقیقت قبلہ **الحاج خالد محمود قادری مدظلّہ العالی** (اوکاڑہ شریف) سے نسبت اور تربیّت حاصل کی ہے۔ یہ کتاب مسمّٰی **انوارِ سراجیہ** ان کی پہلی کاوش ہے، عرصۂ تحریر کے اس نو وارد شہسوار کی دلجوئی مقصود تھی، ورنہ اہلِ کمال کے ذکر باکمال کے لئے میرے جیسا پریشان خیال کیا جسارت کرسکتا ہے۔

قارئین خود اندازہ فرمائیں گے، کہ مرتبِ تذکرہ کس قدر احتیاط سے اور اِفراط وتفریط سے دامن کشاں جانبِ منزل رواں دواں ہے، اس سراپائے خلوص ومروّت، ہمدمِ دیرینہ کی اس کاوش پر مبارک باد پیش کرتا ہوں، اور اہلِ دل کے اس دلکشا تذکرے پر ان کی بلندی درجات کے لئے بارگاہِ ذوالجلال میں ملتجی ہوں۔

تیرا خاورِ درخشاں رہے تا ابد فروزاں
تیری صبحِ نور افشاں کبھی شام تک نہ پہنچے ﴿اقبالؒ﴾

خیر اندیش اور دعا گو:

ایم اے تائب ۔منڈی بہاؤالدین۔۳ فروری ۲۰۰۹ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

﴿باب اوّل﴾

وَجَعَلۡنَا سِرَاجًا وَّ ھَّاجًا

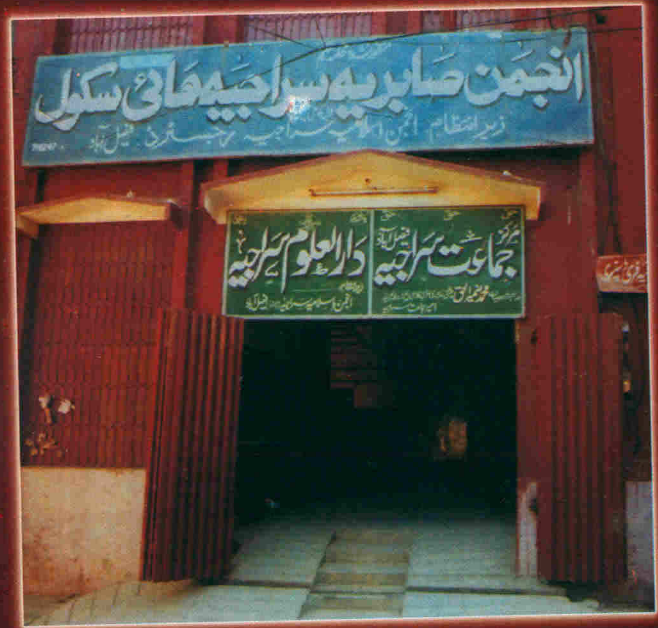
تذکارِ سراجیّہ

اُحِبُّ الصَّالِحِیۡنَ وَلَسۡتُ مِنۡھُمۡ
لَعَلَّ اللّٰہَ یُرۡزِقُنِیۡ صَلَاحاً

میں صالحین سے محبت کرتا ہوں اور (لیکن) میں ان میں سے نہیں ہوں، اُمید ہے اسی محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے بھی صالحیّت کا کچھ حصہ عطا فرما دے گا۔ ﴿آمین﴾



مزار شریف سراج السالکین قبلہ
الشاہ محمد سراج الحق رحمۃ اللہ علیہ
چشتی صابری



صابریہ سراجیہ ہائی سکول، جماعتِ سراجیہ
اور دارُالعلوم سراجیہ کا مین دروازہ

زُبْدَۃُ الْعَارِفِیْن ،سِرَاجُ السَّالِکِیْن ، قِبْلۂِ عَالَم حضرت

اَلشَّاہ مُحَمَّد سِرَاجُ الْحَق

چشتی صابری رحمۃُ اللّٰہِ تَعالیٰ عَلَیْہ

حصہ اوّل

احوالِ سراجیہ

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اس کائنات میں لاتعداد مخلوقات پیدا فرمائی ہیں، جن کی گنتی اور شمار ممکن نہیں ہے، ہر چیز اس کی قدرتِ کاملہ کا اعلیٰ نمونہ ہے، اس کھلی فضا میں اَن گنت خاکی ذرّات سے لے کر شعلۂ جوّالہ یعنی آفتابِ عالم تاب، نور و ضیاء کا پیکر ماہتابِ درخشاں اور اس چرخِ نیلی فام پر جھلمل جھلمل کرتی کہکشاؤں تک سب

☆ **اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ ‹۱›**

اللہ (تعالیٰ) آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

کا پتا دیتے ہیں۔ بہتی ہوئی پُرکیف آبشاریں اور دریاؤں کے دھارے اس کی تسبیح و تحمید اور تقدیس وتہلیل میں نغمہ خواں ہیں، ملائے اعلیٰ کی خدمت گزاریاں اور اِطاعت شعاریاں اللہ کریم کے حکم کے پابند ہونے کی بیّن دلیل ہیں، ملائکہ کا قیام و رکوع اور سجود وقعود بھی وفا شعاری کا نادر ثبوت ہیں، یہ ابتدائے آفرینش سے اسی مقام پر فائز ہیں اور آخر دم تک یعنی:

☆ **کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ۔ ‹۲›**

جو کچھ زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے۔

تک اسی مقام پر فائز رہیں گے۔

اس عالمِ ناسُوت کی تمام مخلوقات میں سے اشرفُ المخلوقات انسان کو بنایا،

‹۱› النور ۲۴: ۳۵۔

‹۲› الرحمٰن ۵۵: ۲۶۔

قادرِ مطلق کو اس کی ہدایت و رہنمائی اور بھلائی و بہی خواہی اس قدر عزیز ہے، کہ کم و بیش سوا لاکھ کے قریب انبیائے کرام مبعوث فرمائے، اور تین سو تیرہ (۳۱۳) رسول بھیجے، ایک سو (۱۰۰) سے زائد صحائف کے ساتھ چار بڑی اِلہامی آسمانی کتابیں (توراۃ، زبور، انجیل اور قرآن پاک) ارسال فرمائیں، ساری عمر انبیائے کرام علیہم السلام نے مخلوقِ خدا کی بہتری اور تعلیم و تربیّت کے لئے صرف کر دی، ان کے شب و روز کی محنتِ شاقہ اور مساعیِ جمیلہ کا مقصدِ وحید مخلوقِ خدا کا ٹوٹا ہوا یا کمزور پڑا ہوا رشتہ بندگی و عبودیّت پھر سے اپنے خالق و مالک کے ساتھ اُستوار کرنا تھا۔

تاکہ قوم کفر و شرک اور ضلالت و گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکل کر ایمان و ایقان کے نور سے اپنے مَن کی دنیا کو منوّر و تاباں کرے، انسانی معاشرے کو کھوئے ہوئے مقامِ شرف و منزلت پر پھر سے فائز کرے، ان کی پیشانی پر سینکڑوں بتوں کی عبادت و اطاعت کی بجائے ایک اِلٰہ اور معبودِ حقیقی کی اِطاعت و اِنقیاد اور فرمانبرداری کا نشان موجود ہو۔ اس سلسلہ کو آخری شکل دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سیّدُ المرسلین، خاتم النبیین، احمدِ مجتبیٰ، **حضرت مُحَمَّد مُصطفیٰ** ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات کی صورت میں سلسلۂ نبوّت و رسالت ختم کرنے کا اعلان کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ ‹۱›

محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلۂ نبوّت ختم

‹۱› الاحزاب ۳۳: ۴۰۔

کرنے والے) ہیں۔

اللہ جل جلالہ نے بابِ نبوّت بند کر کے نورِ ہدایت کا دروازہ کھلا رکھا، رشد و ہدایت کی ذِمہ داری آپ ﷺ کی اُمت کے کندھوں پر ڈال دی۔ صحابہ کرام علیہمُ الرضوان توحید و رسالت کا پیغام لے کر دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئے، جہاد اور تجارت اس کا ذریعہ بنا، اسی کا نتیجہ ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری ؓ (م۔۴۹ یا ۵۰ھ جہادِ قسطنطنیہ) کا مزارِ پُر انوار ترکی کے شہر استنبول میں ہے، اسی طرح کسی کا شام، دمشق، کوفہ، بصرہ، عراق، یمن، ایران اور کسی کا ہندوستان میں ہے، صحابہ کرام علیہمُ الرضوان سے یہ امانت لے کر تابعین اور تبع تابعین، صلحائے اُمت اور علمائے ربّانیین یہ فریضہ تا حال بڑی خوش اُسلوبی سے ادا فرما رہے ہیں، اور تا قیامِ قیامت یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا۔ علم کی رونق اگر علمائے ظاہر ہیں، تو تصوّف طریقت اور سلوک و معرفت کے دروازے علمائے باطن یعنی صوفیاء و صلحا کی صحبتوں سے وا ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بڑے بڑے فتنوں کا سدِّ باب اپنے صالحین بندوں کی بے لوث کوششوں سے کر دیتا ہے، اسی نے دینِ الٰہی یعنی دینِ اکبری کے کفر و الحاد کے سامنے اپنے محبوب بندے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ؒ (م۔۱۰۳۴ھ) کو سدِّ سکندری بن جانے کا حوصلہ عطا کیا، تو وہ فتنہ فرو ہوا۔

اسی طرح ہندوستان کے قصبہ قادیان میں جھوٹی نبوّت کا مدعی مرزا غلام احمد قادیانی (م۔۲۶ مئی ۱۹۰۸ء) پیدا ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے علمائے ظاہر و باطن اور خدا رسیدہ فضلاء و صوفیاء کے ذریعے اس فتنے کے بخیے اُدھیڑ دیئے، حضرت اِمدادُ اللہ مہاجر مکی ؒ (م۔۱۳۱۷ھ) نے حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ چشتی قادری ؒ (م۔۱۳۵۶ھ) کو حجازِ مقدس سے ۱۸۹۰ء میں مناسکِ حج ادا کرنے کے بعد واپس برصغیر آنے پر اصرار

کیا، کہ اللہ تعالیٰ ان کی موجودگی اور دعا سے فتنۂ مرزائیت کا سدِّ باب کرے گا۔(۱)

اس فتنہ کو فرو کرنے میں ایک کردار صوفیِ باصفا، شیخِ کامل، قبلۂ عالم، حضرت خواجہ **الشاہ مُحَمَّد سراجُ الحَق** فاروقی چشتی صابری ؒ کا بھی ہے، جنہوں نے اپنے شیخِ طریقت، مرشدِ گرامی، حضرت خواجہ **صوفی مُحَمَّد حُسَین قُدِّسَ سِرُّہٗ العَزِیز** مراد آبادی کے حکم پر کرنال سے نقل مکانی کر کے گورداس پور میں ڈیرہ لگایا تھا، جس کے قریب ہی قادیان (مرزا غلام احمد قادیانی کا گاؤں) تھا، تاکہ اس مردِ درویش کی محنت و کاوش سے اس کذّاب اور انگریز کے ایماء پر کھڑے ہونے والے قادیانی فتنے کی ناپاک کوششیں سبوتاژ ہوتی رہیں، بندگانِ خدا اور فرزندانِ اسلام مرزا کے دامِ تزویر میں پھنسنے سے بچ جائیں۔

انوارِ سراجیہ کے زیرِ مطالعہ بابِ تذکارِ سراجیّہ میں واقفِ اسرارِ شریعت، رازدانِ حقیقت اور گوہرِ کانِ معرفت حضرت الشاہ محمد سراج الحق چشتی ؒ کی اس سلسلہ میں کی جانے والی کوششوں، آپ کے احوال و واقعات اور سوانحی معلومات کو یکجا کرنے کی ایک ناتمام سی سعی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے کس پناہ میں بصد لجاجت و اِلحاح عرض ہے، کہ اس ذرۂ بے مایہ اور قارئین و شائقینِ مطالعہ کو پڑھنے اور اس کے نتیجے میں پُر خلوص عمل کرنے والا اور دلوں کے احوال بدلنے والا صوفیانہ و مومنانہ اور مخلصانہ کردار اپنانے کی توفیق ارزانی فرمائے اور ان روحانی فیوضات کے چشموں سے سالکانِ طریقت کو سیرابی نصیب فرمائے:

آمین بِجاہِ طٰہٰ وَ یٰسٓ و سَیِّدِ الْمُرسَلِین ﷺ

ع گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

---

(۱) تذکرہ محدثِ اعظم ؒ۔ سوانح مولانا سردار احمد قادری چشتی ؒ ص ۸۰، فیصل آباد۔

۱۔ خاندانی پس منظر

یہ بات ذہن میں رہے، کہ الشاہ محمد سراج الحق کے آباؤ اجداد میں سے ایک جیّد عالمِ دین، علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر اور بزرگ شخصیّت **فضیلۃُ الشیخ حضرت عبدُ السُبحان**ؒ حجازِ مقدّس سے بطور **قاضی القضاۃ** (چیف جسٹس) برِّصغیر کے لئے مغلیہ دورِ حکومت میں تعیّنات ہوئے، کیونکہ ان دنوں قاضیُ القضاۃ کا عہدہ حجازِ مقدّس (سعودی عرب) کے لئے خاص تھا، جو حرمَین شریفَین سے حکومتِ برّصغیر کی دعوت پر مقرر کیا جاتا تھا۔ اپنے دور میں حضرت قاضی القضاۃ عبدالسبحان رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی علمی صلاحیّت، فقہی بصیرت اور دوراندیشی میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے، اسی وجہ سے ان کی تعیّناتی عمل میں آئی۔

ان کا قیام سہارن پور کے قریب یوپی میں ہوا، جس کے متصل گنگوہ شریف واقع ہے، شہر کا نام "**لکھنوتی**" ہے، یہ پہلے بہت بڑا شہر تھا، جس کو ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد انگریز نے برباد کردیا، جنگِ آزادی میں مسلمانوں پر غدّاری کا الزام لگا کر انگریز نے بغاوت کا سارا بوجھ مسلمانوں کے سر پر ڈال دیا، ہندو اپنی شاطرانہ چالوں اور مسلمانوں کے ساتھ نظریاتی دشمنی کی وجہ سے انگریز کے ساتھ مل گئے۔ کفر ایک بار پھر ملتِ واحدہ بن گیا، جس کی پاداش میں مسلمانوں کو چُن چُن کر سزا دی جانے لگی اور خاص طور پر علمائے کرام اس ظلم کا نشانہ بنے، اسی پاداش میں اس قاضیُ القضاۃ خاندان کو بھی باغی قرار دے کر قسم قسم کے ظلم کا نشانہ بنایا گیا۔

قبلۂ عالم الشاہ محمد سراج الحقؒ نے "**لکھنوتی**" کے بارے میں صوفی رُستم علیؒ شکر گڑھ المعروف بابا اللہ ھو والے (م۔۱۹۹۵ء) کو اُس وقت بتایا، جب آپ اجمیر شریف کے سفر سے واپس لکھنوتی پہنچے، تو قبلۂ عالمؒ نے فرمایا:

"یہ ہمارا اصلی شہر ہے، انگریز جس وقت ہندوستان میں داخل ہوئے تھے، اُنہوں نے مسلمانوں پر بڑی سختیاں کی تھیں اور اس شہر کو برباد کردیا تھا، یہ صرف گاؤں رہ گیا ہے، اس وقت ہمارے پردادا مہاجر ہو کر کرنال آگئے"۔ (۱)

قبلۂ عالم کے پردادا نے انگریز کے ظلم وستم سے بچنے کے لئے وہاں سے ہجرت کی اور اپنے ایک عزیز کے ہاں قیام کیا، جو سرکاری ملازم تھے اور جنوبی ہند میں کسی جگہ تعیّنات تھے، انہوں نے اپنا مرنا جینا برِصغیر کی مٹی کے ساتھ وابستہ کرلیا، واپس حجازِ مقدّس جانے کا سوچا تک بھی نہیں، جب انگریز کا طوفانِ انتقام ذرا تھم گیا، پھر محمد منیر صاحبؒ کسی طرح لدھیانہ پہنچ گئے، اپنی معاشی ضروریات پوری کرنے کے لئے ایک پٹواری کے ہاں بطور جریب کش ملازمت اختیار کرلی۔ امیرِ جماعت سراجیہ حضرت میاں محمد ضمیر الحق مدّ ظلہٗ نے راقمُ الحروف کو دسمبر ۲۰۰۵ء کی ایک نشست میں بتایا، کہ بعد میں آپ کے زمانہ کی ایک سروس بک (Service Book) ملی، جس میں آپ کی تنخواہ پانچ (۵) روپے ماہانہ درج تھی۔

محمد منیر صاحبؒ اپنی خداداد ذہانت، تابناک علمی ماضی، فاروقی خون کی تاثیر اور محنتِ شاقہ سے جریب کش کے عہدے سے ترقی کر کے مال آفیسر کے عہدے تک پہنچے، جب کبھی ڈی سی (DC) صاحب چھٹی جاتے یا کسی ذاتی کام کی وجہ سے دفتر نہ آتے تو ایکٹنگ ڈی سی (Acting Dc) کے فرائض بھی ڈپٹی منیر صاحبؒ ہی ادا کرتے تھے، اور بطور مال آفیسر ہی آپ کی ریٹائرمنٹ بھی ہوئی۔

آپ کی خدمات کے اعتراف میں مثالی انصاف پسندی، جدّ وجُہد اور لائقِ تحسین دیانت داری کو دیکھ کر ہی حکومتِ برطانیہ نے آپ کو "**خان بہادر**" کا

(۱) قلمی بیاض صوفی رستم علیؒ شکر گڑھ۔

خطاب بھی دیا تھا۔ ان دنوں مسلمانوں میں سے جن کی خدمات کو انگریز خراجِ تحسین پیش کرنا چاہتے تھے، لوگوں کے دلوں میں اپنا مقام اور نیک نامی میں اضافہ کرنا چاہتے تو اس کو "خان، **خان صاحب یا خان بہادر**" کا خطاب دیتے تھے، یہ انہیں دنوں کی بات ہے، جب حکومتِ برطانیہ کی طرف سے سر سیّد احمد خان (م۔۱۸۹۸ء) اور دانائے راز، ترجمانِ حقیقت ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال ؒ (م۔۱۹۳۸ء) کو "**سر**" کے خطاب سے نوازا گیا، جو اسی برطانوی حکومتی پالیسی کا حصہ تھا۔

یہ بات بھی یاد رہے، کہ ہندوؤں کے لئے اسی طرح "**رائے، رائے صاحب، یا رائے بہادر**" اور سکھوں کے لئے بالترتیب "**سردار، سردار صاحب یا سردار بہادر**" کے خطابات حکومتِ برطانیہ کی طرف سے تالیفِ قلوب کے لئے مخصوص تھے، جن کو وہ مناسب سمجھتے ان کو اپنی خوشی اور ہم نوا بنانے کے لئے یہ خطابات دیتے تھے۔ محترم ڈپٹی محمد منیر صاحب ؒ کو بطور مال آفیسر ریٹائرمنٹ پر تیس (۳۰) مربع قطعہ اراضی بھی بطور خاص کرنال کے علاقے میں دی گئی، اسی وجہ سے وہاں سے نقل مکانی کر کے آپ کرنال آباد ہو گئے تھے، جہاں پر آپ نے اس زمین کو آباد کیا، وہاں ہی حضرت شیخ **شرف الدین بُو علی قلندر** (م۔۷۲۴ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزارِ پُر انوار اور خانقاہ ہے، جہاں ہر سال گیارہ (۱۱) رمضان المبارک کو عرس پاک منعقد ہوتا تھا، اس کا انتظام و انصرام بھی اہلِ علاقہ نے آپ کے سپرد کر دیا تھا۔

۲۔ ڈپٹی محمد منیرؒ کی انصاف پسندی

حضرت میاں محمد ضمیر الحق مدّ ظلہٗ العالیٰ زیبِ سجادہ آستانہ عالیہ صابریہ سراجیہ فیصل آباد نے اپنے پردادا کی انصاف پسندی کا ایک واقعہ یوں سنایا، مال آفیسر کی ذمّہ داری کے دور میں ایک مقدمہ فیصلے کے لئے آپ کے پاس لایا گیا

، آپ نے فریقین کے بیانات سنے اور فیصلہ لکھا، لیکن ابھی تک سنایا نہیں تھا، محکمے کے کسی بڑے آفیسر نے بری ہونے والے شخص کی سفارش کر دی، جس پر آپ کو یقین ہو گیا کہ جس کی سفارش کی جا رہی ہے، اس دال میں کوئی کالا ہے، چنانچہ آپ نے فیصلہ دوبارہ لکھا اور بری ہونے والے کو سفارش کی وجہ سے سزا دی، اور دوسرے کو بری کر دیا، اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ سفارش کے بہت خلاف تھے۔

۳۔ خاندانی امتیاز

اس خاندان کو یہ بھی ایک امتیازی خصوصیّت حاصل رہی ہے کہ انہوں نے زیادہ تر محکمۂ مال یا محکمۂ پولیس میں سروس کی ہے، حکومت کے یہ دونوں محکمے رشوت، کرپشن اور بددیانتی کے حوالے سے بہت زیادہ بدنام بھی ہیں، لیکن آپ کے خاندان کے اکثر لوگ اچھی تربیّت، دینی غیرت، فاروقی خون اور استغنائے قلب کی وجہ سے بہت اعلیٰ شہرت کے حامل رہے ہیں، یہ بات فقط زیبِ داستاں ہی نہیں، بلکہ ان سے ملنے والے لوگ اس امر کے بخوبی عینی شاہدِ عادل بھی ہیں۔

۴۔ تاریخِ ولادت باسعادت

محترم محمد منیر صاحب ؒ کے ہاں جو پہلے فرزندِ ارجمند پیدا ہوئے، ان کا نام محمد سراج الحق تجویز کیا گیا۔ آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں حتمی اور آخری بات تو نہیں کہی جا سکتی، سالِ ولادت کا تخمینہ ۱۲۸۷ھ بمطابق ۱۸۶۸ء ہے، اس تاریخ کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے، کہ قبلہ الشاہ محمد سراج الحق ؒ کی طبعی عمر ۶۳ سال تھی، تاریخِ وصال ۲۸ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ، اس میں سے ۶۳ نفی کریں تو ۱۲۸۷ھ آتا ہے۔ بعض مضمون نگاروں نے ۱۲۸۴ھ تاریخ ولادت درج کی ہے جو صحت اور یقین کے زیادہ قریب نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے، کہ ۱۲۸۴ھ میں ۶۳ جمع کئے جائیں

تو ۱۳۴۷ھ جواب آتا ہے، جو آپ کا سالِ وصال نہیں ہے، لہٰذا ۱۲۸۷ھ آپ کی تاریخِ ولادت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ **وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب**

۵۔ نام و نسب

محمد منیر صاحبؒ کی اولاد میں سے سب سے بڑے فرزندِ ارجمند محمد سراج الحق تھے، جو بعد میں واقعی حق کے چراغ اور آفتاب بن کر مطلعِ ولایت پر درخشاں ہوئے، آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ دوم امیر المومنین سیّدنا **فاروق اعظم عمر بن خطاب** رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے، جیسا کہ خود خواجہ صاحبؒ نے اپنے رسالے "**سراجُ السّالکین فی اذکارِ ربّ العٰلمین**" کے شروع میں لکھا ہے:

امّا بعد! خادمُ الفقرا محمد سراج الحق قریشی فاروقی بخدمت احبابِ طریقت مدعا پرداز ہے۔۔۔۔۔الخ

۶۔ وطنِ مالوف

حضور خواجہ صاحب کے والدِ گرامی قدر ڈپٹی محمد منیر صاحبؒ کرنال میں رہائش پذیر تھے، اور حضرت شیخ بو علی قلندرؒ (م۔۷۲۴ھ) کے عرس پاک کے سارے انتظامات آپ خود ہی کیا کرتے تھے، کیونکہ دفتری معاملات کی وجہ سے وسیع انتظامی تجربہ اور نیک شہرت رکھتے تھے، مزاج میں سخاوت کا عنصر بھی شامل تھا، معاشی اعتبار سے محکمۂ مال میں آفیسر کے عہدے پر فائز رہ چکے تھے، کہا یہ جاتا ہے کہ لائل پور (فیصل آباد) کی ضلعی حد بندی آپ نے ہی کی تھی۔(۱)

۷۔ ابتدائی تعلیم و تربیّت

حضرت خواجہ الشاہ محمد سراجُ الحق نے الٰہ آباد سے میٹرک پاس کیا، دینی

(۱) شمیم ولایت ص ۵۹۵ :ابو مظہر چشتی صابری، ناشر بزم چشتیہ لاہور۔

تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے، قرآنِ مجید اور تفسیر و حدیث کی اچھی طرح فہم حاصل کرنے کے لئے اس کے متعلقہ علوم و فنون یعنی صرف و نحو، منطق و بلاغت وغیرہ کی تعلیم حاصل کی، شکر گڑھ کے اللہ ھُو والے بزرگ صوفی رستم علیؒ (م۔۱۹۹۵ء) حضرت خواجہ صاحبؒ کی دینی تعلیم کے بارے میں اپنی قلمی بیاض میں لکھتے ہیں، کہ قبلہ عالمؒ کو اسلامی تعلیم کا اس قدر شوق تھا، دورانِ سروس جب فارغ اوقات ہوتے تو بجائے کسی اور طرف دھیان دینے کے آپ صرف و نحو کے ساتھ قرآنِ مجید پڑھتے اور اس کی کامل سمجھ کے لئے مددگار کتابوں سے بھی اِستفادہ کرتے تھے، دورانِ گفتگو موقع محل کے مطابق قرآن و سنت کو بطورِ حوالہ بھی پیش فرماتے تھے، اسی سے اپنی اور اپنے حاضرین و سامعین کی تسلّی و تشفّی فرماتے تھے۔(۱)

اسلام کی مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ نے کتبِ متداولہ پڑھیں، دورہ حدیث شیخُ الحدیث مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (م۔۱۳۲۳ھ) دار العلوم دیوبند میں پڑھا، اتفاق کی بات ہے، کہ مولانا صاحب رشتہ میں آپ کے پھوپھا بھی تھے، مولانا شبّیر احمد عثمانیؒ (م۔۱۳۶۹ھ) آپ کے ہم درس تھے، جیسا کہ حصہ دوم اسرارِ سراجیہ میں آپ ان کے ساتھ ہونے والی ملاقات کا ذکر بھی کیا جائے گا۔

دورانِ تعلیم ہی آپ چند ایسے عملیات کے ماہر ہو گئے تھے، کہ بہت سی لاعلاج بیماریوں کا علاج کر لیا کرتے تھے، آپ کے کمرے میں مریضوں کا جمگھٹا لگا رہتا تھا، اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھ سے شفا بھی عطا فرما دیتا تھا، صحت و تندرستی کا یہ فیضان کسی مذہب و ملّت تک محدود نہیں تھا، بلکہ جذبۂ خدمتِ انسانی کے تحت عام تھا، چنانچہ مصیبت زدہ دکھی اور پریشان حال مسلمانوں کے علاوہ ہندو، سکھ، عیسائی، اور

(۱) قلمی بیاض صوفی رستم علی، شکر گڑھ۔

دیگر ہر قوم سے تعلق رکھنے والے سسکتے اور کراہتے ہوئے آتے، شاداں وفرحاں اور مسرور چہروں کے ساتھ واپس اپنے گھروں کو لوٹتے تھے۔ (۱)

۸۔ دورِ طالب علمی میں اصلاحی خدمات

اللہ تعالیٰ ازلی وابدی عطا فرمانے والا ہے، اس نے حضرت خواجہ صاحبؒ کی فطرت میں دکھی انسانیت کا درد اور اصلاح وبہتری کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا، جس کا اظہار عالم طفولیت اور دورانِ طالب علمی سے ہی شروع ہو گیا تھا، آپ نے دورِ طالب علمی میں ایک کمیٹی تشکیل دی، جس کے مقاصد واَہداف میں یہ شامل تھا، کہ اپنی جماعت کے طلبہ میں نماز باجماعت کی رغبت پیدا کی جائے، اس کا اثر یہ ہوتا کہ جو بچہ اس کمیٹی کا ممبر بنتا وہ باقاعدگی سے نماز باجماعت شروع کر دیتا تھا، اگر کوئی سستی کرتا تو اس کو معمولی سی سزا دی جاتی تھی۔

وہ سزا اس طرح تھی، کہ نماز نہ پڑھنے والا مجرم چارپائی کے دونوں طرف پاؤں رکھ کر کھڑا ہو جاتا اور سر پر پانی کا مٹکا رکھا جاتا، اس بندے کو فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا تھا، احساس دلانا ہی مقصود ہوتا تھا، پھر وہ سزا ختم کر دی جاتی تھی، چند منٹوں کی اس معمولی سزا سے کئی باغی طبیعتیں راہِ راست پر آجاتیں، اس ترغیب و ترہیب سے بہت سے بچے نمازی بننے شروع ہو گئے، معاشرے میں اس کے بہت اچھے اثراتِ مرتب ہونے لگے، دورِ غلامی میں لوگوں اور خاص کر نئی نسل کو خدائے واحد کی بندگی کی طرف لانے کی یہ کامیاب کوشش تھی، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ مسجدوں میں نمازیوں کی رونق کافی بڑھ گئی۔ (۲)

---

(۱) شمیم ولایت ص: ۵۹۸۔ ابو مظہر چشتی، ناشر بزم چشتیہ، لاہور۔

(۲) تلخیص ماہنامہ السراج ص: ۱۰، ۱۹۵۲ء۔

۹۔ عملی زندگی کا آغاز

حضرت خواجہ صاحبؒ کے والدِ گرامی چونکہ محکمۂ مال میں ملازمت کرتے تھے، اور آپ کو بھی حکومت کے کسی اعلیٰ منصب پر دیکھنا چاہتے تھے، جیسا کہ ہر باپ کی اپنی اولاد کے بارے میں ایسی خواہش ہوتی ہے، لیکن قبلۂ عالم کی توجّہ سرکاری ملازمت کی بجائے سب سے بڑی خالق ومالک اور اعلیٰ سرکار کے دین کی نوکری کی طرف تھی، جس کا محترم والد صاحب کو شاید اُس وقت اتنا اِدراک نہ تھا۔

اسی خیال میں آپ کے والد صاحب نے ایک دفعہ آپ کے مرشدِ گرامی حضرت صوفی **سیّد محمّد حسین** قدّس سرّہٗ العزیز مرادآبادی (م۔۱۳۳۱ھ) کی خدمت میں بھی ایک عریضہ لکھا کہ آپ محمد سراج الحق کو سرکاری ملازمت کرنے کی ہدایت فرمائیں، چنانچہ آپ نے والد صاحب کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے تھوڑی دیر اس کام کو بحسن وخوبی سرانجام دیا تو سہی، مگر دل نے قبول نہ کیا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس سے علیحدگی کے حالات پیدا کر دیئے۔ (۱)

۱۰۔ ملازمت سے استعفا

سرکاری ملازمت سے حضرت کو کوئی اُنس نہ تھا، صرف اپنے والدِ گرامی کی خوشی کے لئے کسی حد تک یہ سروس کر رہے تھے، مگر اس سے دست برداری کے اسباب پیدا ہونے شروع ہو گئے، جن میں سے ایک یہ ہے، کہ گورداس پور کے مضافات میں سے ایک قصبہ کے مُلّا صفت انسان نے مذہب عیسائیت قبول کر لیا، پادریوں کی طرف سے اشتہار جاری ہوا، کوئی مسلمان ہے جو اسلام پیش کر کے اس کی تسلّی کروا سکے؟

---

(۱) تلخیص ماہنامہ السراج ص: دسمبر ۱۹۵۲ء۔

حضرت خواجہ صاحبؒ نے اُسے اپنے پاس بلا کر عیسائی ہونے کی وجہ پوچھی ،اس نے صاف بتادیا، کہ میں نے معاشی بدحالی سے تنگ آکر اس جرم کا ارتکاب کیا ہے، آپ نے اس کے ذریعۂ معاش کا بخوبی انتظام فرمادیا، اس نے عیسائیت سے توبہ کرلی، لوگوں نے توبہ نامہ شائع کردیا، پادریوں نے جب اس سے پوچھا۔۔۔۔ تو اس نے دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے ان سے کہا، کہ حضرت نے مجھے جان سے ماردینے کی دھمکی دی تھی، اس لئے میں نے ایسا کیا۔(۱)

ملازمت سے استعفا کی فوری وجہ نمازِ ظہر یا جمعۃ المبارک کی ادائیگی بن گئی، جب آپ نماز ادا کرنے گئے ہوئے تھے، انگریز ڈپٹی کمشنر نے آپ کو بلایا، آپ وہاں نہیں تھے، واپسی پر ڈی سی (DC) صاحب کا پیغام ملا، آپ گئے، تو اس کا بات کرنے کا انداز سخت تھا، اس نے پوچھا: آپ عدالت چھوڑ کر کہاں گئے تھے؟ آپ نے جواب دیا، میں سب سے اعلیٰ عدالت (بارگاہِ خداوندی) میں گیا تھا، اس پر ڈی سی صاحب برہم ہوکر بولے، پھر اسی کی ملازمت کرلو، اس کو چھوڑ دو، آپ باہر آئے تو استعفا لکھ دیا، بعدازیں استعفا واپس لینے پر کافی گفتگو ہوئی، بعض لوگوں کی طرف سے اصرار ہوا، مگر آپ نہ مانے، آپ مادی اور دنیاوی تمام ملازمتوں کو لات مار کر مالکُ الملک کی نوکری یعنی خدمتِ دین، اشاعتِ اسلام اور مخلوقِ خدا کی رشد و ہدایت کے کام میں مصروف ہوگئے۔(۲)

۱۱۔ تلاشِ مرشد

الشاہ محمد سراج الحق سروس سے مستعفی ہونے کے بعد ہمہ اوقات محوِ عبادت

(۱) ماہنامہ السراج ص:۱۰ دسمبر ۱۹۵۲ء

(۲) تلخیص ماہنامہ السراج ص:۱۰: دسمبر ۱۹۵۲ء

رہنے لگے، ذکر و فکر اور تسبیح و تہلیل سے زبان تر رہنے لگی، دورانِ تعلیم ہی بغیر کسی رہبر کے روحانی سلاسلِ اربعہ کے معمولات شروع کردیئے تھے، حتیٰ کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے تمام لطائف شیخ کی رہنمائی کے بغیر ہی محض فضلِ الٰہی سے جاری ہوگئے تھے، لیکن توحید کے بحرِ بے کراں میں غوطہ زنی کرنے کے لئے اور منازل سلوک طے کرنے کے لئے مرشدِ گرامی قدر کی رہنمائی ازبس ضروری ہوتی ہے، چنانچہ آپ نے تلاش پیر و مرشد شروع کردی۔

مرشد اس لئے بھی ضروری ہوتا ہے، کہ وہ رہبر بھی ہوتا ہے اور راہ نما بھی، وہ راہ داں بھی ہوتا ہے، اور راہرو بھی، وہ واقفِ اسرارِ شریعت و طریقت ہوتا ہے، اور صاحبِ رموزِ باطن بھی، مرشدِ گرامی تبلیغ ہدایت کا وہ فریضہ سرانجام دے رہا ہوتا ہے، جو ختمِ نبوّت سے قبل انبیائے کرام سرانجام دیا کرتے تھے، خداتعالیٰ کی توفیق سے اب وہی کام خاتم النبیّین، سیّد المرسلین، احمدِ مجتبیٰ، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت کے اولیاء و صلحائے کرام اور علمائے ربانییّن سرانجام دے رہے ہیں، چنانچہ بحرِ وحدت میں غوّاصی کرنے کے لئے کسی ماہر غوّاص کی رہنمائی ضروری ہوتی ہے، علمِ ظاہر کے ساتھ طریقت و حقیقت کی ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے لئے شیخ طریقت کی جوتیاں سیدھی کرنی پڑتی ہیں، ان کی خدمت میں حاضر رہنا پڑتا ہے، حصولِ معرفت کے لئے الشاہ محمد سراج الحق میں تلاشِ مرشد کا شوق فراواں ہوگیا۔

اس سلسلہ میں مختلف روایات سامنے آئی ہیں، مگر راقم الحروف نے اس خط پر زیادہ اعتماد کیا ہے، جو قبلۂ عالم نے اپنے دستخطوں کے ساتھ ایک پیر بھائی حضرت بلیغ الدینؒ کو خط لکھا تھا، وہ دسمبر ۲۰۰۳ء کے ماہنامہ السراج میں شائع ہوا، اس کا یہ اقتباس قابلِ مطالعہ ہے۔ یہ خط ۷ جولائی ۱۹۱۴ء کو لکھا گیا، وہ کرامت نامہ بندہ کے

سامنے ہے، جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

مجھے راہِ سلوک طے کرنے کا شوق دامن گیر ہوا، میں نے جنابِ ایزدی جلّ وعلا میں دعا کی۔ **اے خداوندا**! مجھے بذریعہ خواب مطلع فرمادے، کہ میرا حصہ کہاں ہے؟ چنانچہ ایک جمعرات جملہ بزرگانِ ہند کی خواب میں زیارت ہوئی، ان سب میں مرشدِ گرامی، ظلِّ روحانی، بقیّۃ السلف، شیخِ کامل، چراغِ سیادت، حضرت صوفی **سیّد مُحَمَّد حُسَین** قُدِّسَ سِرُّہٗ العزیز☆ کا مقام ومرتبہ اعلیٰ پایا، اور بحالتِ خواب بیعت بھی کی، انہیں ایام میں شاہ فضل حق مرحومؒ کے ہمراہ حاضر ہوا، اور حُلیہ شریف بمُوجبِ خواب پایا، اور ظاہری بیعت سے بھی مشرّف ہوا۔

☆ آپ حسنی اور حسینی سیّد ہیں، آپ کے والد شاہجہاں کے دورِ حکومت میں حجاز (سعودی عرب) سے دہلی آئے، وہاں سے مرادآباد کے محلہ مغل پورہ میں سکونت اختیار کی، تو وہاں ہی آپ کی پیدائش ہوئی، آپ نے علومِ ظاہریہ وباطنیہ میں کمال حاصل کیا، ہندوستان کے تمام صوفیائے کرام سے فیض حاصل کیا، ان کے مزارات پر حاضری دی، آپ کو چھ (۶) سلاسل صوفیاء کی اجازت اپنے مرشدِ گرامی قدر صوفی فقیر الحافظ شاہ علی حسینؒ سے ملی، آپ قطبُ الارشاد کے مقام پر فائز ہوئے، صدرالافاضل سیّد محمد نعیم الدّین مرادآبادیؒ (م۔۱۳۶۷ھ) کی ۱۳۲۰ھ بمطابق ۱۹۰۲ء دستارِ فضیلت پر آپ نے اظہارِ مسرّت فرمایا، مرادآباد میں ان کے دروسِ قرآن کا اہتمام کرواتے اور خود صدارت فرماتے تھے۔ صوفی صاحبؒ کئی بار لاہور میں تشریف لائے، اور داتا علی ہجویریؒ کے مزارِ پُر انوار پر حاضری دی، صدر الافاضل مرادآبادیؒ نے بوقتِ وصالِ اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا فاضل بریلویؒ کی مجلس میں آپ کا ذکرِ خیر کیا، تو حضرت صوفی صاحبؒ کے متعلق گفتگو سن کر آپ پر وجد طاری ہوگیا، اعلیٰ حضرتؒ نے فرمایا: وہ اللہ کے ولی تھے۔ قبلہ صوفی صاحبؒ مستجابُ الدعوات انسان تھے، آپ کی کوئی اولادِ نرینہ نہ تھی، صرف دو بچیاں تھیں، آپ مریدین وخلفاء کو اولاد ہی کی طرح سمجھتے تھے۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ بمطابق ۱۹۱۳ء کو وصال ہوا، ہندوستان کے شہر مرادآباد کے محلہ مغل پورہ میں مدفون ہوئے۔ (۱)

(۱) ملخص ماہنامہ السراج ص:۱۲ دسمبر ۱۹۸۷ء ۔تحریر مولانا علی اصغر چشتی۔

پھر جب میں گورداس پور آیا، تو خیال آیا کہ بجائے پیری مریدی کرنے کے قرآن مجید کی تعلیم کا سلسلہ شروع کرنا چاہیے، چنانچہ چند طالب علم جمع ہوگئے اور میں نے پڑھانا شروع کردیا، اسی دوران میں حضرت صوفی صاحبؒ کا کرامت نامہ موصول ہوا۔ اس میں تحریر تھا، ''کہ جو تم کام کر رہے ہو وہ اچھا ہے، مگر جس کام کے لئے تمہیں مقرر کیا گیا ہے، اس میں غفلت ہے۔'' کرامت نامہ پہنچنے پر میری حالت میں دفعۃً تغیّر رونما ہوا، اور وہ تمام لڑکے بھی عالمِ بے خودی میں ہوگئے، اور سب نے اسی وقت بیعت کرلی۔ (۱)

یہ حضور قبلۂ عالم کا وہ اپنا خط ہے، جو آپ نے ابتدائی حالاتِ سلوک کے سلسلہ میں اپنے پیر بھائی جناب حضرت بلیغُ الدّین صاحبؒ کو لکھا اگرچہ ایک اور مقام پر یوں بھی آیا ہے کہ:

قبلہ حضرت صوفی **سیّد محمد حسین** علیہ رحمۃُ الرحمٰن کی شبیہِ مبارک خواب میں دیکھی تھی، اور پہلی ملاقات کلیر شریف مخدوم سیّد صابر پیاؒ (م۔۶۹۰ھ) کے عرس شریف میں ہوئی، وہاں سے ہی مرشدِ گرامی شاہ صاحبؒ کو اپنے ساتھ مرادآباد لے گئے، یہاں بیعت کیا اور منازلِ سلوک طے کروائیں۔ (۲)

اس وقت آپ کی حالت یہ تھی، کہ انتہائی کیف وسرور کی وجہ سے آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی، تین روز تک یہی کیفیت رہی، اور سینۂ مبارکہ سے درد بھری آہیں نکلتی رہیں، (کیونکہ ابھی یہ سینہ معرفت کا گنجینہ بن رہا تھا) تین دن بعد کسی حد تک سکون ہوا، اس وقت قبلہ صوفی صاحبؒ نے خُدّام سے فرمایا: کہ مولوی صاحب

(۱) ماہنامہ السراج ص:۲۸۔۲۹، دسمبر ۲۰۰۳ء۔

(۲) تذکرہ محدثِ اعظمؒ (حضرت مولانا سردار احمدؒ قادری چشتی) ص:۷۵۔

کو باہر لے جا کر تھوڑی دیر سیر کروا دیا کریں، تا کہ آپ کی حالت سُکر (بے ہوشی) سے صحو (بیداری) کی طرف لوٹ آئے، اسی طرح شمیمِ ولایت میں بھی درج ہے، جب ہوش میں آئے تو شیخِ کامل کی صحبت میں رہنا پسند کیا، مگر تھوڑے عرصے کے بعد والد صاحب کے بلانے پر الشاہ محمد سراج الحق واپس گھر تشریف لائے۔ (۱)

۱۲۔ بیعت کے اثرات

بچپن سے ہی لوگ دیوانہ وار آپ کے ساتھ رہنے اور آپ کی مجلس میں بیٹھنے کو ترجیح دیتے تھے، آپ کی پُرکشش صورت میں ابتدا سے باطنی نور جھلکتا تھا، لیکن شیخِ کامل اور مرشدِ راہِ طریقت کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو جانے کے بعد اس میں گراں قدر اضافہ ہوا، پہلے صرف جسمانی امراض میں مبتلا لوگ صحت و تندرستی کے حصول کے لئے آپ کے درِ دولت پر حاضری دیا کرتے تھے، مگر اب حال تبدیل ہو گیا تھا، عرفانِ توحید کی چمک نے باطنی تابانیوں کے ساتھ ظاہری ضیاء باریوں کو دو چند کر دیا تھا، خلقِ خدا باطنی لطائف اور روحانی اسرار و رموز سے آگہی کے لئے بھی آپ کی طرف رجوع کرنے لگی، طالبانِ راہِ ہدایت کو آپ کے فیضِ صحبت سے صراطِ مستقیم پر چلنا آسان نظر آنے لگا، آپ کی نگاہِ کیمیاء اثر سے نہ صرف جسم ظاہری امراض سے شفایاب ہونے لگے، بلکہ ارواحِ بندگانِ خدا بھی حسد و بغض، کینہ و عداوت اور ریا و جفا کے میل سے دُھل کر پاک و صاف ہونے لگیں، کلمۂ توحید جس کو قرآن مجید نے شجرۂ طیبہ بھی فرمایا ہے، اس کے نفی اثبات کے ذکر بالجہر سے اردگرد کا ماحول بھی "**نور علیٰ نور**" ہونے لگا، روحیں ذکرِ الٰہی اور مئے توحید کے جام پی کر صبح و شام شاد کام ہونے لگیں۔

(۱) تلخیص شمیمِ ولایت ص: ۵۹۹۔ ابو مظہر چشتی صابری، ناشر بزمِ چشتیہ لاہور۔

۱۳۔ مرشد خانہ پر لنگر کی خدمت

مریدین کو اپنے شیخ کے آستانے سے قلبی و روحانی لگاؤ ہوتا ہے، جو غیر مشروط ہوتا ہے، راہِ طریقت میں یہ اُنس جتنا زیادہ ہوگا اسی طرح فیض بھی زیادہ نصیب ہوگا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ بھی اپنے شیخ کے آستانے سے از حد ادب و احترام اور خدمت کا تعلق رکھتے تھے۔ ایک دفعہ مرشد خانہ میں قبلۂ عالم حضرت **صوفی سیّد محمد حسین نوّر اللہ مرقدہٗ** کے خاص مریدین خدمت میں حاضر تھے، جن میں آپ کے خلفائے کرام بھی موجود تھے۔ نواب احمد رضا آف رام پور جو صوفی صاحبؒ کے خلفائے کرام میں شامل تھا اور اسی مجلس میں موجود تھا، شیخِ آستانہ حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا:

میرے لنگر کا انتظام کون سنبھال سکتا ہے؟

مجلس میں سکوت طاری رہا، کسی طرف سے جواب نہ آیا، چند لمحے انتظار کے بعد مہرِ سکوت توڑتے ہوئے سراج الحق شاہؒ کھڑے ہو کر دستِ بستہ عرض گزار ہوئے، اگرچہ فقیر اپنے پیر بھائیوں میں ایک عاجز بندہ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مرشدِ کریم کی نگاہِ عنایت کے طفیل اس لنگر کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔

ساقی مے کدہ حضرت صوفی صاحبؒ نے فرطِ محبت سے سراج الحقؒ کو ایک نظرِ عنایت سے دیکھا اور دعا کے لئے اللہ کریم جل جلالہ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا دیئے، کہ خدا تعالیٰ اُس کو یہ کام کرنے کے لئے اپنی توفیق سے نوازے، آمین۔ (۱)

(یہ خدمتِ خلق دراصل قضا و قدر کے قلم سے الشاہ محمد سراج الحق کے نام لکھی ہوئی تھی، مذکورہ بالا سطور تحریر کرنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں، کہ دوسرے خلفائے

(۱) تلخیص شمیمِ ولایت ص: ۶۰۲، ابو مظہر چشتی، ناشر بزمِ چشتیہ لاہور۔

کرام کمزور تھے، یہ خدمت سرانجام نہیں دے سکتے تھے، اور نہ ہی دوسروں کی تحقیر مقصود ہے، بلکہ قبلہ صوفی صاحبؒ کے سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کا ہر خلیفہ خلوص و للہیّت، خدمت میں پیش پیش اور آپ کی حسنِ تربیّت کا شاہکار تھا، بس یہ منشائے الٰہی تھی کہ دوسرے خلفائے کرام چُپ رہے اور الشاہ محمد سراج الحق بولے اور یہ خدمت آپ کے نام کردی گئی، قبلہ صوفی صاحبؒ نے آپ کا نام آجانے کے بعد کسی اور کا انتظار نہیں فرمایا، شاید کہ وہ بھی یہی چاہتے تھے۔ چشتی)

۱۴۔ پاک پتن شریف میں حاضری

الشاہ محمد سراج الحق اپنے پیرو مرشد صوفیِ باصفا حضرت سیّد محمد حسین نوّرَ اللہ مرقدہٗ کے ہمراہ بارگاہِ فریدُ الملّت والدّینؒ میں پاک پتن شریف حاضر تھے، دل میں جو عشقِ الٰہی کی آگ لگی ہوئی تھی، صحبتِ شیخ نے اسے تیز تر کردیا تھا، صحبتِ شیخ میں سفر اور حکم کی بجا آوری میں طمانیّت نصیب ہوتی تھی۔ اسی قیام کے دوران حضرت صوفی صاحبؒ نے سراج الحقؒ کو اپنے قریب بلایا اور جیب سے ساری رقم نکال لی، یہاں تک کہ ایک پیسہ بھی جیب میں نہ چھوڑا، پھر ارشاد فرمایا:

سراج الحق اب تم جاؤ، ربیع الاوّل شریف میں حضرت مخدوم **سیّد علاؤ الدّین علی احمد صابر کلیریؒ** (م۔۶۹۰ھ) کے عرس پاک پر ہم سے کلیر شریف میں ملاقات کرنا، یہ حکم پاکر آپ فوراً رخصت ہوگئے، اور کرنال کی طرف چل دیئے۔

ایک مسافر کی حیثیت سے چشمِ تصوّر کے ساتھ ذرا سوچیے، کہ سو میل سے زیادہ دور منزل نظر آرہی ہو، سفر کی مشکلات قدم قدم پر رکاوٹیں کھڑی کررہی ہوں، جیب میں زادِ راہ کے طور پر ایک پائی بھی نہ ہو، کسی سے سوال کرنے کے بارے میں تو سوچا بھی نہیں جاسکتا، دل میں کیا گزرتی ہوگی؟ لیکن فقرِ غیور کے پیکر نے کمال

صبر وضبط اور اِستقامت کے ساتھ یہ سفر طے کیا ہوگا، راہ نوردِ شوق کے مسافر نے ان نامساعد حالات میں کس طرح اپنی منزل تک رسائی کی ہوگی؟ یہ راہِ سلوک ومحبت کے مسافر کو ہی معلوم ہوسکتا ہے۔ حالت یہ تھی کہ زبان پر شکوہ نہ شکایت، بلکہ نگاہوں میں منزلِ حقیقی کا تصوّر جمائے آپ آگے بڑھتے رہے، کسی رکاوٹ کو خاطر میں لائے بغیر چلتے رہے، ہر رکاوٹ کو کمال حوصلہ اور برداشت کے ساتھ نئی تسکین پاتے ہوئے عبور کرتے رہے، یہاں تک کہ مراد ومقصود کو پالیا۔(۱)

۱۵۔ کلیر شریف میں حاضری اور خرقۂ خلافت

حکمِ شیخ کے مطابق مخدوم صابر کلیریؒ (م۔۶۹۰ھ) کے عرس پاک میں الشاہ محمد سراج الحقؒ کلیر شریف حاضر ہوئے۔ مرشدِ گرامی کے حکم کے مطابق کیمپ لگایا گیا، اسی وقت باران رحمت کا نزول شروع ہوگیا، یہ بارش کیا تھی؟ معرفتِ الٰہی کے سمندر سے عرفانِ خداوندی کی ایک موج جھوم کے اُٹھی تھی، قبلہ صوفی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا: سراج الحق بارش کا پانی کیمپ کے اندر نہ آنے پائے، کدال لو اور زمین کھود کر کیمپ کے اردگرد مٹی کی ایک مُڈیر بنادو، مرشدِ گرامی کا حکم سنتے ہی آپ تعمیل ارشاد میں جُت گئے، ہاتھوں میں کدال چلانے کی وجہ سے آبلے بن گئے، مگر کدال نہ رُکی، یہ آبلے بنتے بھی رہے اور بیٹھتے بھی رہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے، کہ آبلے منزلِ عشق کے مسافر کے لئے رکاوٹ نہ بن سکے، جب قبلہ صوفی صاحبؒ نے سوچا کہ سراج الحق نے اب تک بند باندھ لیا ہوگا، آپ اپنی مسند سے اُٹھے اور ایک جگہ سے پاؤں مار کر بند توڑ دیا، پانی کا رُخ کیمپ کے اندر کی طرف ہوگیا، شاہ محمد سراج الحق اس کو درست کرنے لگے، تو صوفی

(۱) ملخّص شمیم ولایت ص:۵۹۹، ابو مظہر چشتی، ناشر بزمِ چشتیہ، لاہور۔

صاحب نے دوسری جگہ سے بند توڑ دیا، یہاں تک کہ حضرت صوفی صاحبؒ نے کئی بار ایسا کیا، اور سراج الحق بند باندھتے رہے، اس مسلسل مشق سے شاہ صاحب خوب تھک کر چور ہو گئے، اتنے میں قبلہ صوفی صاحبؒ نے ایک اور جگہ سے بند توڑ کر فرمایا:

سراج الحق تم سے ایک ناکارہ بند نہیں باندھا جاتا، نفس کو کیسے باندھو گے؟ فقیری کیسے حاصل کرو گے؟ سراج الحق نے جب یہ الفاظ سنے تو دم بخود ہو کر بیٹھ گئے، اور آنکھوں سے بارش کی طرح آنسو ٹپکنے لگے، ایک طرف آسمان سے بارانِ رحمت نازل ہو رہی تھی، تو دوسری طرف الشاہ محمد سراج الحق کے سینے کے سمندر سے براستہ چشم آنسو برسنے لگے، یہ آنسوؤں کی بارش رُخساروں سے ہوتی ہوئی داڑھی میں جذب ہو رہی تھی، وہ قطرات موتیوں کی طرح چمک رہے تھے، یقیناً یہ وہی وقت تھا، جس کا مرشدِ گرامی کو انتظار تھا، اسی لئے شاہ صاحب کو پاک پتن شریف سے پیدل گھر اور پھر گھر سے صابر پیاؒ کے دربارِ گوہر بار کلیر شریف میں لائے تھے، یہ مجاہدۂ نفس تھا، تاکہ اس مجاہدے میں حوصلے، برداشت، تحمّل اور صبر جیسی اعلیٰ صفات کا امتحان لیا جائے، جس میں الشاہ محمد سراج الحقؒ بہترین کامیاب ہوئے۔

اب دریائے عرفانِ چشت اہلِ بہشت میں ایک روح پرور موج اُٹھی، تو فیضانِ صابر پیاؒ جاری ہو گیا، اسی وقت قبلہ صوفی صاحبؒ نے پیکرِ وفا محمد سراج الحقؒ کو سینے سے لگایا، اور بحرِ معرفت میں غوطہ زن کر دیا، آپ کو خواجگی کی مسند پر بٹھا دیا، روحانیّت کی امانت اُن کے سپرد کر دی، اُن کا سینہ معرفت کا گنجینہ بنا دیا، اسی وجہ سے دنیا نے آپ کو قبلۂ عالم اور خواجہ جیسے معزز القابات سے مُلقّب کیا، تاریخ نے اُن کو گورداس پور کا بے تاج بادشاہ بھی لکھا، اور الشاہ محمد سراج الحق چشتی صابری کے مبارک نام سے بھی آپ جانے اور پہچانے گئے، حالانکہ فقیر و درویش ان القابات

نیاز ہوتے ہیں، ان گدڑی نشینوں کو ظاہری داد و دہش سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، مگر دنیا اپنے محسنوں کو کبھی فراموش نہیں کرتی۔(۱)

١٦۔ گورداس پور میں خانقاہِ سراجیہ کا قیام

شیخ المشائخ حضرت قبلہ صوفی **سیّد محمد حسین نوّر اللہ مرقدہٗ** (م۔۱۳۳۱ھ) کے حکم کے مطابق گورداس پور کے مشرق کی جانب ایک خالی جگہ دیکھ کر حضرت قبلۂ عالمؒ نے ڈیرہ لگا دیا۔ یہ تقریباً ۱۹۰۰ء کی بات ہے، ایک چھوٹی سی کچی مسجد تعمیر کی، جس کو اِشاعتِ توحید و رسالت اور اِعلانِ ختمِ نبوّت کا مرکز بنا دیا، وہاں ہی یادِ الٰہی کا چراغ بھی جلا دیا، فرائض کے ساتھ روزانہ مغرب تا عشاء اور علی الصبح تہجّد کے نوافل کے بعد جب چار سُو گہری خاموشی طاری ہوتی ہے، ہر طرف پُرنور سکوت اور کیف آور سناٹے کے عالم میں محفلِ ذکرِ الٰہی سجنے لگی، اس محفلِ ذکر سے پیاسی روحیں یادِ ربُّ العزت کے چشمۂ صافی سے سیراب ہونے لگیں، دلوں کے زنگ اُترنے لگے، قلوب کی بنجر زمینوں میں یادِ الٰہی جَلَّ جَلَالُہٗ کی ہریالیاں چھانے لگیں اور تاریک دلوں میں نورِ معرفت جگمگانے لگا۔

امیرِ جماعت سراجیہ **حضرت میاں محمد ضمیرُ الحق** مدَّ ظلہٗ العالی (فیصل آباد) کے بقول ان ذاکرین پر کبھی ایسا وقت بھی آ جاتا تھا کہ شرکائے مجلسِ ذکر کے کھانے کے لئے گھر میں کچھ بھی نہ ہوتا تھا، کبھی سالکین سراجیہ کی مزدوری کے دو ٹکوں کے بازار سے خشک بھنے ہوئے چنے یا کبھی رَس لا کر بطورِ تبرک حاضرین کی تواضع کی جاتی تھی اور پانی نوشِ جاں کر لیا جاتا تھا، یہ گروہِ ذاکرین اور پیکرانِ قناعت اللہ جلّ وعلا کا شکر بجا لا کر اپنے گھروں کو رُخصت ہو جاتے تھے۔

(۱) ملخص شمیمِ ولایت ص: ٦٠٠، ابو مظہر چشتی صابری، ناشر بزمِ چشتیہ لاہور۔

اس سے پیٹ تو اگر چہ سیر نہ ہوتے ، لیکن ان ذاکرین کے مَن کی دنیا قناعت اور ذکرِ خدا سے سیر ہو چکی ہوتی تھی، کسی اور چیز کی طلب ہی محسوس نہ ہوتی، ان ناگفتہ بہ حالات میں بھی سلسلۂ ذکر خدا تعالیٰ بند نہ ہوا، اس وقت قبلۂ عالم کی طبعی عمر تیس (۳۰) سال سے اُوپر تھی۔ توحید کے شعلوں اور یادِ الٰہی کی چمک سے چہرہ ہر وقت چمکتا اور دمکتا رہتا تھا۔ دل ہر وقت ذکرِ خفی یا ذکر بالجہر میں مشغول رہتا تھا، حقیقت یہ ہے کہ ان محافل ذکر کی روحانی کیفیّات کو تو وہی جانتے ہیں، جو ان مجالس میں شریک ہوتے تھے، ماوشما کا تو اُن حالات کو پڑھ کر ہی ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

۱۷۔ روحانی کشش

مولانا علم الدّین کے بیٹے فرماتے ہیں ، کہ میرے والد محترم صوفی علم الدین چشتیؒ بھی ان قابلِ رشک ہستیوں میں سے ہیں، جن کی زندگی کا بیشتر حصہ اعلیٰ حضرت قبلہ الشاہ محمد سراج الحقؒ کے قدموں میں گزرا، والد صاحب شروع سے اہلِ حدیث یعنی غیر مقلدّین کے نظریات کے حامل تھے، اور پیروں کو محض ڈھونگ خیال کرتے تھے، آپ خود ہی فرماتے ہیں، ایک مرتبہ جب ان کی عمر بیس (۲۰) سال تھی، خواب میں ایک نہایت ہی حسین وجمیل اور نورانی صورت کی زیارت ہوئی، وہ چنداں آفتاب وچنداں ماہتاب درویش سیرت شخصیّت تھی، لیکن اُن سے کوئی بات نہ کر سکے، والد صاحبؒ کہتے ہیں، میں دیکھتے ہی ان کی صورت کا گرویدہ ہو گیا، دل و دماغ میں وہ خوب صورت تصویر بیٹھ گئی۔

پھر کئی سال تک اس صورت کو دیدے (آنکھیں) ترستے رہے، چنانچہ ایک وقت آیا، جب انتظار کی گھڑیاں ختم ہوگئیں، خواب والی صورت تعبیر بن کر ان کے سسرال کے گھر آگئی، اتفاقاً آپ بھی وہاں گئے ہوئے تھے، وہ عظیم ہستی شام کو

وقت **حق حق** کا ذکر کرنے کی عادی تھی، جب **حق ھو اللہ ھو** کی آواز بلند ہوئی تو والد صاحب نے کہا، میرا بستر کسی ایسی جگہ لگوادو جہاں یہ شور سنائی نہ دے، یہ سن کر ماموں جان جو ایک جلالی طبیعت کے انسان تھے، بہت جوش میں آگئے اور غصّے میں کہنے لگے کہ اگر یہ رشتہ نہ ہوتا تو میری آنکھوں کے سامنے تیری لاش ہوتی۔

یہ تلخ کلامی سن کر حضور خواجہ صاحبؒ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ ماموں جان نے ساری بات کہہ سنائی، آپ نے فرمایا: اسے اپنے حال پر چھوڑ دیں، اور کوئی فکر نہ کریں، چنانچہ آپ پھر ذکر میں مشغول ہو گئے، چند منٹوں میں تقدیر بدل گئی، اور وہی گستاخانہ کلمات کہنے والا شخص سر کے بل پیش ہوا، اور خواب والی صورت پیشِ نظر پا کر تعبیر پائی، والد صاحبؒ اپنے سابقہ نظریات سے تائب ہوئے اور پھر ہمیشہ کے لئے زندگی قبلۂ عالمؒ کے نام کر دی اور آپ کے ساتھ رہے۔(۱)

۱۸۔ اَخلاقِ عالیہ

اسلامی تعلیمات میں اَخلاق کی غیر معمولی اَہمیّت بتائی گئی ہے، قرآن و سنت میں اس کو متاعِ گراں بہا قرار دیا گیا ہے، اسلامی تعلیمات سے آشنائی رکھنے والا اس صفت سے حتی المقدور متصف ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی بلند اَخلاقی کا یہ عالم تھا، بلا تفریقِ مسالک اَہلِ حدیث یعنی غیر مقلّد، دیوبندی، بریلوی، غیر مسلم، ہندو سکھ، اور عیسائی وغیرہ بھی آپ کے پاس آکر بیٹھتے تھے، آپ کسی کی دل شکنی نہ فرماتے تھے، نہ ہی اپنے کسی عمل سے کسی کی دل آزاری ہونے دیتے تھے، بلکہ اَخلاق باختہ لوگوں کی ایک جملے سے ایسی اصلاح فرما دیتے تھے، کہ وہ اپنے سابقہ مسلک و مکتبِ فکر سے بھی رجوع کر لیتے تھے، اور اگر ان سابقہ نظریات میں

(۱) ماہنامہ السراج ص: ۳۴، دسمبر ۲۰۰۳ء فیصل آباد۔

ہوتے ہوئے کوئی بے توجہی کی وجہ سے گستاخی ہوئی ہوتی، تو اس سے توبہ کر کے آپ کی بیعت وغلامی میں شامل ہوجاتے تھے۔

ایک دفعہ ہندو رات کی تنہائی میں تقریباً ایک بجے کے قریب آپ کے درِ دولت پر آیا، اور مکان پر دستک دی، آپ خود باہر تشریف لائے، کچھ دیر گفتگو کے بعد اس کے ہمراہ اس کے مکان پر تشریف لے گئے، واپسی پر اہلیہ محترمہ نے دریافت کیا، آپ کہاں تشریف لے گئے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ فلاں ہندو کا لڑکا بیمار تھا، اس لئے اس کے ساتھ دَم کرنے گیا تھا۔(۱)

آپ نے رات کی تاریکی میں غیر مسلم کو بھی اپنے دروازے سے خالی واپس لوٹانا مناسب نہ سمجھا، وہ غیر مسلم ہندو ایک اُمید لے کر مسلم کے دروازے پر آیا تھا، آپ نے سوچا کہ خالی واپس لوٹ جانے پر کہیں اس کا شیشۂ دل ہی نہ ٹوٹ جائے، مگر بے وقت آنے پر ذرا برہمی کا اظہار بھی نہ فرمایا، کیونکہ بیماری کے آنے کا کوئی وقت نہیں ہوتا، یہ بتا کر بھی نہیں آتی، آپ نے یہ سوچا ہوگا، میرے ذرا سے انکار پر کہیں وہ دینِ اسلام سے ہمیشہ کے لئے متنفر نہ ہوجائے۔ اس کو تبلیغ بالعمل کہتے ہیں، تھوڑا سا غور کرنے پر سرورِ دوجہاں، مبلغ کون ومکاں ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا نقشہ ذہن میں گھوم جاتا ہے، جو غیروں کے دکھ بانٹتے تھے، یہ صوفیائے کرام کا اُسلوبِ تبلیغ دین ہے، جو سیرتِ رسول عربی ﷺ کا عکس جمیل ہے۔

۱۹۔ اپنے وصال کی پیشگی اطلاع

اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو احوالِ زمانہ میں سے حسبِ حال آگاہی فرمادیتا ہے، جب قادرِ مطلق چاہے تو چھپی ہوئی چیزیں بھی ان پر عیاں ہوجاتی ہیں،

(۱) ماہنامہ السراج ص: ۸ مئی ۱۹۹۰ء، فیصل آباد۔

جن میں سے وہ اگر مناسب خیال کریں تو کسی کو خبر بھی دے دیتے ہیں، اسی طرح کی اپنی ایک خبر سے حضرت خواجہ صاحبؒ نے حضرت سائیں فتح دین قادریؒ کو آگاہ فرمادیا، جو قبلۂ عالم کی تاریخِ وصال کے متعلق تھی۔

ایک عرس کی تقریب میں مولانا محمد شریف صاحبؒ سانگلہ ہل والے فرمانے لگے، سائیں فتح دین صاحبؒ نے مجھے ایک روز تہجد کے وقت آواز دی اور فرمایا: یہ گفتگو سائیں صاحبؒ نے پنجابی زبان میں کی جو من وعن درج کی جارہی ہے، بعدازیں اس کا آسان مفہوم بھی تحریر کردیا جائے گا۔

''اومولوے! ایدھر آ، تینوں اِک گل سناواں، میں حاضر ہویا، تے فرمان لگے: او مولوے! اَساں ہُنے ہُنے خواب وچ ویکھیا، کہ سرکارِ مدینہ ﷺ تشریف فرمانیں، اونہاں دی گود وچ حضرت سوہنا پیر سراج الحق گورداس پوری لیٹیا ہویا اے، سرکارِ دوعالم ﷺ پیر ہوناں دے نال کمال محبت دا اظہار کردے نیں، مینوں بڑا رَشک پیدا ہویا، فیر پیر سراج الحق علیحدہ ہوگئے، تے میں اونہاں نال ملاقات کیتی، فرمان لگے:''

''سائیں جی! ہن ساڈی آخرت دے سفر دی تیاری اے، دوماہ بعد رختِ سفر بنّاں گے، اُوچراں نوں میری جاگ اُکھڑ گئی، مولوے! اَج دی تاریخ نوٹ کرلا، دوماہ بعد پیر ہوناں دے جنازے چہ شامل ہوناایں۔''

مولوی صاحب فرمانے لگے، حضرت سائیں جی روزانہ مجھ سے تاریخ دریافت کرتے تھے، آخر اٹھائیس (۲۸) شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ آگئی اور صبح کو فرمایا:

''چل مولوے گورداس پور چلیئے۔''

میں بول تو نہیں سکتا تھا، تیار ہوگیا، جب باہر نکلے، تو حضرت خواجہ الشاہ محمد

سراج الحق قدس سرہٗ العزیز کی رحلت کی خبر ملی۔(۱)

اس واقعہ سے معلوم ہورہا ہے، کہ سائیں فتح دینؒ قبلہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے کس قدر قریب اور صاحبِ حال رازدان تھے، دوماہ بعد وقوع پذیر ہونے والے راز کی خبر حضرت خواجہ صاحبؒ نے سائیں صاحبؒ کو دی، وہاں یہ بھی معلوم ہورہا ہے، کہ حضرت خواجہ صاحب گورداس پوریؒ کو سرکارِ مدینہ ﷺ کی گود میں بٹھا کر فیضِ نبوّت و رسالت ﷺ سے بطریقِ پیار و محبت نواز اجارہا ہے، اور سائیں صاحبؒ جن کی نگاہِ باطن منوّر تھی، ان کو بذریعہ خواب دکھا بھی دیا گیا۔

ع یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

ان واقعات سے متوسلین و متعلقین کو اپنے شیخ کے آستانے سے محبت، دولتِ یقین اور بعض کو دولتِ عرفان نصیب ہوجاتی ہے، وہ سلسلہ کے شیوخ کے معمولاتِ دینیہ کو بڑی باقاعدگی اور تسلسل کے ساتھ اپنی زندگی کا جزوِ لاینفک بنالیتے ہیں، اور پابندی سے ادا کرتے ہیں، تاکہ ان کے باطنی اور روحانی اثرات سالکین کی زندگی میں بھی ظاہر ہوں، اللہ کریم کی بارگاہ میں عرض ہے، کہ ایسی سعادت کی پرنور گھڑیاں اور نیک صحبت اس مسکین و حقیر راقم الحروف کو بھی نصیب فرمائے، اور بندۂ ناچیز کی خفتہ بختی کو بیداری میں تبدیل فرمائے۔

آمین یا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ ﷺ۔

۲۰۔ سفرِ آخرت

حضرت خواجہ الشاہ محمد سراج الحق قدس سرہٗ العزیز نے متحدہ پنجاب کی طرف کئی بار تبلیغی و اصلاحی دورے کئے، دعوت و ارشاد کا یہ سلسلہ بلاتقیدِ بہار و خزاں

اور بلا تفریقِ موسمِ گرما و سرما سارا سال ہی جاری رہتا تھا، گویا آپ مجاہدین کی طرح چل پھر کر تبلیغ و ارشاد کا فریضہ درج ذیل آیت کے تحت سرانجام دیا کرتے تھے۔

فَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً ــــ وَفَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا۔(۱)

اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کا درجہ بیٹھنے والوں پر بڑھا دیا۔۔۔۔۔۔اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے۔

پہلی نظر میں تو یہ آیت جہاد و قتال فی سبیل اللہ کرنے والوں کے بارے میں محسوس ہوتی ہے، مگر اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ صوفیاء و صلحا کا وعظ و تبلیغ کرنا اور اس کے لئے دور دراز کے سفر کرنا بھی جہاد باللسان ہے، یہ نفس کے ساتھ جہاد بھی ہے، جو اقسامِ جہاد میں سے ایک ہے، یہ صرف اِشاعتِ دین کے لئے ہی ایک کوشش ہے، ایسی کوششیں کرنے والا دراصل مجاہد ہی تو ہے۔

ایسا ہی جہاد کرتے ہوئے قبلۂ عالم نوّر اللہ مرقدہٗ بھی مختلف علاقوں کی طرف سفر کیا کرتے تھے، آپ ایک سفر میں ہندوستان کے موضع کھکرین (ریاست کپور پور) میں قیام تھا، وہیں قبلۂ عالم کو فالج کی تکلیف ہوئی مزید سفر ملتوی کردیا گیا، آپ کو واپس کرنال لایا گیا، (محدثِ اعظم، شیخُ الحدیث) مولانا سردار احمد صاحب جو اس وقت اجمیر شریف میں زیرِ تعلیم تھے، اور سلطانُ الہند کے شہر میں منازلِ علم طے کر رہے تھے، ان کو وہاں پڑھنے کے لئے بھی آپ نے ہی داخل کروایا تھا، ان کو

(۱) النساء ۴: ۹۵۔

پیغام بھیج کر بلوایا، آپ فوراً کرنال پہنچے، اور چند روز وہاں قیام کیا۔

اس وقت قبلۂ عالم بوجہ فالج بول نہ سکتے تھے، آپ کو مولانا سردار احمد (نوَّرَ اللہُ مرقدہٗ۔ م۔۱۹۶۲ء) کے آنے کی خبر دی گئی، تو آپ نے سر ہلا کر اشارہ سے کہا ، ہاں، یہ تکلیف لاعلاج تھی، یہ ایک بہانہ تھا، اصل میں تو خالقِ حقیقی کا بلاوا آیا تھا، مگر زندگی کے چند ایام ابھی باقی تھے، بتقاضائے سنت علاج بھی ضروری تھا، لیکن علاج کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہوئی، معمولی تدبّر کرنے سے یہ امر بخوبی سمجھ آتا ہے، کہ اس کے باعث مقصود وصلِ الٰہی تھا، جس کا وقت قریب سے قریب تر ہو رہا تھا۔

دوررس نگاہوں نے اس علالت میں چھپے ہوئے مالکِ حقیقی کے بلاوے کو بھانپ لیا تھا، چنانچہ سیّد محمد شریف شاہ صاحبؒ جو آپ کے خادمِ خاص تھے، آپ کو کرنال لے گئے، دل غم سے ڈوب رہے تھے، اللہ کریم کے فیصلے سے تو کسی کو سرِ مو انکار نہ تھا، مگر آخری فیصلہ سننا بڑے دل گردے کا کام ہوتا ہے۔ جس کے لئے ذہن ابھی اتنے تیار نہ تھے، بلکہ علاج کے ساتھ شفا کے لئے مالکِ حقیقی سے دعائیں اور التجائیں ہو رہی تھیں۔ کہ ۲۷ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ بمطابق ۷ مارچ ۱۹۳۲ء کو بوقتِ شام ایک طرف آسمان اور اطراف واکناف کو روشن کرنے والا آفتاب اپنی ضیاء باریوں سمیت جانبِ مغرب غروب ہوگیا، دوسری طرف سراج الملّت والدّین حضرت الشاہ محمد سراج الحق نوَّرَ اللہُ مرقدہٗ یعنی گورداس پور کے مطلع کو ۶۳ سال تک عطر بیز ایمان وعرفان کی کرنوں سے منور رکھنے والے آفتابِ طریقت وشریعت بھی عالمِ شہود کے مطلع سے غروب ہوگئے اور داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔(۱)

---
(۱) البقرہ ۲: ۱۵۶

بے شک ہم بھی اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم بھی اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔

آپ ہزاروں سوگواروں کو غمزدہ، سسکیوں اور آہوں میں چشمِ پرنم چھوڑ کر جہانِ عدم سے ملکِ بقا کی طرف کوچ فرما گئے۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

۲۱۔ تجہیز و تکفین اور تدفین

وصال کی خبر گردونواح میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، متعلقین و متوسلین جوق در جوق جمع ہونے لگے، عزیز واقارب کے مابین تدفین کی بابت مشورہ ہونے لگا، کرنال آپ کا آبائی شہر تھا، کچھ لوگ یہاں پر ہی تدفین کی رائے دینے لگے ، جب کہ مریدین وخلفائے کرام میں سے اکثریّت کی رائے گورداس پور میں تدفین کی تھی، جس پر آخر کار عمل ہوا، خانقاہِ سراجیہ کے مریدین کی اکثریّت بھی اسی شہر اور اس کے مضافات میں تھی۔

آپ کے خلفاء ومتوسلین کے اور مریدین کے اژدھامِ کثیر میں (شیخ الحدیث، محدثِ اعظم فیصل آباد) حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد (م۔۱۹۶۲ء رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ) نے نمازِ جنازہ کی امامت فرمائی، نمناک نگاہوں کے ساتھ آپ کے جسدِ خاکی کو اہلِ کرنال نے گورداس پور کے لئے رُخصت کیا، گورداس پور میں ایک بار پھر یہاں کے علماء وخلفاء اور مریدین ومتعلقین نے نمازِ جنازہ ادا کی ، گورداس پور کے لوگ جو وہاں نہیں جا سکے تھے اُنہوں نے یہاں ہی نمازِ جنازہ میں شرکت کی، اس طرح آپ کی دو بار نمازِ جنازہ ادا ہوئی، منشائے ایزدی کو قبول کرتے ہوئے ۳۰ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ کو گورداس پور میں خانقاہِ سراجیہ میں آپ کو سپر

خاک کر دیا گیا۔ آپ کا مزار پُر انوار گورداس پور میں مرجعِ خلائق ہے۔ قیامِ پاکستان کی وجہ سے آپ کی اولاد تو پاکستان کے ایک بڑے پُر رونق صنعتی شہر لائل پور (فیصل آباد) میں آ گئی، آپ کے مزارِ پر انوار کی جملہ ذمہ داریاں محکمہ اوقاف ہندوستان کے سپرد ہو گئیں، ہندوستان میں محکمۂ اوقاف سالانہ عرس کا انعقاد کرواتا ہے، شروع میں یہاں سے بھی خلفاء و مریدین حضرات ہندوستان کے شہر گورداس پور میں عرس کی تقریبات میں شرکت، دعا اور فاتحہ خوانی کے لئے جایا کرتے تھے۔

موجودہ سجادہ نشین، امیرِ جماعت سراجیہ حضرت میاں **محمد ضمیر الحق** مدّ ظلہٗ العالی اپنے دادا جان کا عرس مبارک ہر سال ۲۸ شوال المکرّم کو بڑی شان اور شرعی حدود و قیود میں رہتے ہوئے پیپلز کالونی نمبر ا ظہور ہال (لال کوٹھی) فیصل آباد میں منعقد کرواتے ہیں، سینکڑوں عقیدت مند حضرات اس میں شریک ہوتے ہیں، اس طرح دنیا آج بھی قبلۂ عالم الشاہ محمد سراج الحق رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کے سراجِ ہدایت سے نورانی کرنیں حاصل کر کے اپنے ذوقِ عرفان کو جلا بخش رہی ہے۔

۲۲۔ ذریّتِ مطہرہ

قبلۂ عالم الشاہ محمد سراج الحق نوّرَ اللہ مرقدہٗ نے بطریقِ سنت عائلی زندگی اختیار کی، یکے بعد دیگرے آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی زوجہ محترمہ سے حضرت صاحبزادہ محمد ظہور الحق، جو آپ کی وفاتِ حسرت آیات کے بعد مسند نشین ہوئے، اور صاحبزادہ منظور الحق پیدا ہوئے، دوسری زوجہ سے صاحبزادہ والا تبار محمود الحق صاحب فاروقی متولّد ہوئے، چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی جملہ اولاد پاکستان بننے کے بعد فیصل آباد، راولپنڈی، ملتان اور کراچی میں قیام پذیر ہوئی ہے، مقدور بھر ملکِ پاکستان میں عسکری خدمات اور خدمتِ انسانیت میں

مصروف ہے، اِن شاءَ اللہ جس کا ذکر باب دوم میں کیا جا رہا ہے۔

۲۳۔ خلفائے کرام

برِّ صغیر میں لاکھوں لوگ آپ کے آستانۂ عالیہ چشتیہ صابریہ سراجیہ سے متعلق ہیں، گویا آپ کا وسیع حلقۂ اِرادت ہے، اس روحانی سلسلہ کے ساتھ آپ کے تلامذہ کا بھی ایک بہت بڑا حلقہ ہے، سب تربیّت یافتہ لوگوں کے اسمائے گرامی تو دستیاب ہی نہیں، اور تحریر کرنا بھی مشکل ہے، مگر مُشتِ از خروارے جلیلُ القدر خلفاء و صاحبانِ اجازت کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

☆۱۔ حضرت صاحبزادہ **الشاہ محمد ظہور الحق** (رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ) جو بعد میں آپ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

☆۲۔ محترم حضرت مولانا عبدالغنی چشتیؒ	دسوہہ ہندوستان
☆۳۔ محترم حضرت مولانا نواب الدّینؒ	رمداسی گورداس پور
☆۴۔ محترم حضرت سیّد محمد شریف شاہؒ	چوہدری والا
☆۵۔ محترم حضرت صوفی محمد شفیعؒ	گوجرانوالہ
☆۶۔ محترم حضرت سیّد محمد ظہور شاہؒ	شکرگڑھ، خانو وال
☆۷۔ محترم حضرت قاری فضل دین چشتیؒ	گورداس پور
☆۸۔ محترم حضرت صوفی محمد مشتاق چشتیؒ	لاہور
☆۹۔ محترم حضرت علامہ سیّد محمد ایوب شاہ صابریؒ	شکرگڑھ، خانو وال
☆۱۰۔ محترم حضرت مولانا دولت علی عارف صابریؒ	دسوہہ ضلع ہوشیار پو
☆۱۱۔ محترم صوفی محمد علم دین چشتیؒ	فیروز والا
☆۱۲۔ محترم حضرت صوفی محمد شریف	گورداس پور

۲۴۔ افکار سراجیہ

سراج الملّت والدّین قبلہ **الشاہ محمد سراج الحق** قدّس سرُّہٗ العزیز سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے روحانی پیشوا تھے، جماعتِ سراجیہ کے بانی تھے، کیونکہ یہ دراصل آپ کے نام سے موسوم ہے، اس جماعت کے افراد کی یہ خصوصیّت ہے، ان کو پہلی نظر دیکھنے سے جو تصور حاشیۂ خیال میں اُبھرتا ہے، وہ یہ کہ یہ صوفیاء کی جماعت ہے، آپ کے جملہ روحانی افکار کا مکمل مطالعہ تو آپ کے تحریر کردہ رسالہ '' **سراج السالکین فی اذکار ربّ العلمین** '' میں کیا جاسکتا ہے، مگر یہاں پر حکمت آموز اور مختصر تحریر درج کی جارہی ہے، جو ایک ماہنامہ السراج میں چھپی اور راقم الحروف کو دستیاب ہوگئی، وہ ہدیۂ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے مکمل ریکارڈ تو بندۂ ناچیز کو دستیاب ہی نہیں ہوسکا۔

قبلہ خواجہ صاحبؒ طویل وعریض تقاریر نہیں فرماتے تھے، بلکہ انتہائی سادگی اور اختصار کے ساتھ کلام فرماتے تھے۔ جملہ معترضہ کے طور پر یاد رہے، کہ اکتوبر ۲۰۰۳ء راقم الحروف 6R/97 کچی پکی روڈ چوہدری محمد نذیر کے ہاں، ضلع ساہیوال میں ایک ذکر کی نشست میں حضرت میاں محمد ضمیر الحق مدّ ظلہٗ العالی امیرِ جماعت سراجیہ کے ساتھ حاضر تھا، آپ نے انتہائی مختصر وعظ (نصیحت) فرمایا، اور دعا فرمادی، خطاب صرف ایک جملۂ شکر پر مبنی تھا جو یہ ہے:

اللہ کا شکر ہے، اس نے یہ وقت ہمیں اپنے ذکر میں بسر کرنے کی توفیق دی، اگر ہم اس کا ذکر نہ کرتے تو ہوسکتا ہے کسی کا گلہ یا شکوہ، جھوٹ یا چغلی کرتے''۔

یہ خطاب برائے نصیحت تھا، گویا مختصر خطاب کرنے کا عکس آج بھی اس خاندان کے رگ وریشہ میں اسی طرح سرایت کئے ہوئے ہے، جس طرح قبلۂ عالم

کی طبیعت میں تھا، زیادہ تر آپؒ انسان کے مقصدِ حیات، رجوع الی اللہ، یادِ الٰہی، صحبتِ صلحا اور محبتِ اولیاء کی طرف توجّہ فرماتے تھے، ایک موقع پر سالکین طریقت کی تربیّت کے لئے چند ضروری شرائط کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عزیزانِ من!

تصوّف روحانی اسرار اور عرفان حق کا نام ہے، جس کے لئے دین کا علم، مسلسل مجاہدہ، عشق و مستی، ادب، صحبتِ صالحین و کاملین بنیادی شرائط ہیں، ایک عارفِ کامل نے تصوّف کی تعلیم کو فارسی کلام میں نظم فرمایا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ:

تمہارے عشق کی منزل کا مرتبہ ہی انوکھا ہے، عشق کے راستے کے نشانات دوسروں سے الگ اور عجیب ہوتے ہیں، عشق کی تعلیم مدرسے میں نہیں دی جاتی، اس کے جام آنکھوں سے پلائے جاتے ہیں، اور یہ راز سینوں میں چھپائے جاتے ہیں، مئے عشق کے لئے صاغر و مینا اور بادہ وجام کی ضرورت نہیں، یہ ایسا علم ہے، جس کا متعلم سالک وطالب کہلاتا ہے، جس کا معلم شیخ طریقت اور مدرسہ صحبتِ شیخ ہوتا ہے، خواجگانِ چشت کے مرتبہ کو لوگ کیا جانیں؟ یہ سر سے قدم تک ایک انوکھی شخصیّت اور شان کے مالک ہوتے ہیں، تسلیم ورضا کے خنجر سے قتل ہونے والے مردانِ حق کو عالم غیب سے ہر لحظہ نیا وجود ملتا ہے۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است ﴿شیخ احمد جامؒ﴾

''اللہ تعالیٰ کے تسلیم ورضا کے خنجر سے جو لوگ خود کو ذبح کر لیتے ہیں،
ہر وقت ان کو غیب سے ایک نئی جان دے دی جاتی ہے۔''

لیکن اس مقام تک بہت کم لوگوں کی رسائی ہوتی ہے، صحیح راہ کی پہچان اور

کامل شیخ سے نسبت، راہِ طریقت و معرفت کے لئے بنیادی شرائط ہیں۔(۱)

حضرت خواجہ صاحبؒ نے ایک موقع پر طالبین مولیٰ کو ارشاد فرمایا:

حقیقی دیوانے ذکر بالجہر تو اس یقین کے ساتھ کرتے ہیں کہ:

ذکر اُو سرمایۂ ایماں بود
ہر گدا از ذکرِ اُو سلطاں بود ﴿شیخ عطارؒ﴾

''ذاتِ باری تعالیٰ کا ذکر ہی دراصل ایمان کا سرمایہ ہے، خداوندِ عالم کا ذکر کرنے سے ہی ہر گدا بادشاہ بن جاتا ہے۔''

صبح و شام ذکرِ الٰہی اور وہ بھی بالجہر اس جماعت کی پہچان ہے، آج بھی ان کی تقاریب میں ذکر بالجہر نہ صرف موجود ہے، بلکہ روح کی غذا کے طور پر کیا جاتا ہے، اُمتِ مسلمہ کو بالعموم اور اپنے متعلقین کو بالخصوص ذکر بالجہر کی تلقین بھی کی جاتی ہے۔

قبلۂ عالم خواجہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ شریعتِ اسلامیہ کے پانچ ارکان ہیں:

☆۱۔کلمہ طیبہ (توحید و رسالت) ☆۲۔نماز
☆۳۔روزہ ☆۴۔زکوٰۃ
☆۵۔حج

اور طریقت کے دو رکن ہیں:

☆۱۔عالمِ اَمر ☆۲۔عالمِ خلق

ظاہری علوم کے اساتذہ کرام سے شریعت کے ارکان سیکھے جا سکتے ہیں، طریقت کے ارکان کی واقفیت کامل مرشد سے حاصل ہوتی ہے، کامل مرشد وہ ہوتا ہے، جو مرید کے دل سے دنیا کی محبت کو دور کر سکے، مرید کا شریعت کی طرف

(۱) ماہنامہ السراج ص:۲۰، ۱۹۷۷ء۔

رجوع کروائے، اَخلاق سکھائے، اہلِ سنت و جماعت کے عقائدِ صحیحہ کے مطابق عمل کروا سکے طریقت کے دونوں گروہ **وحدۃ الوجود** اور **وحدۃ الشھود** اسی کی کوشش کرتے ہیں، ان شریعت و طریقت کے عملی پروں کو حاصل کر کے سالک کو عالمِ قدس کی پرواز کرنی چاہیے۔ دیرینہ خادمِ خاص صوفی رستم علیؒ (م۔۱۹۹۵ء) اپنی قلمی بیاض میں لکھتے ہیں کہ مرشدِ گرامی حضرت **صوفی سیّد مُحَمّد حُسَین** (م۔۱۳۳۱ھ) **نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ** مرادآبادی کی صحبت کے فیض سے حضرت الشاہ **محمد سراج الحق**ؒ (م۔۱۹۳۲ء) میں یہ ارکان پائے جاتے تھے۔(۱)

حضرت قبلۂ عالمؒ سفرِ آخرت کے راستے کو سات (۷) قدم یعنی منازل قرار دیتے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

☆ پہلی منزل: **عالمِ خلق** یعنی انسان کا وجود ہے۔

☆ دوسری منزل: **روح** (عالمِ اَمر، وجودِ انسانی روح اور جسم کا مرکب ہے۔)

باقی پانچ منزلیں وہ ہیں جن کا تعلق عالمِ اَمر سے ہے، جو صرف اس پر آشکار ہوتی ہیں، جو کسی شیخِ کامل سے تعلق رکھتے ہیں، اس روحانی واسطہ کے سوا اُن کا کچھ پتا نہیں چلتا، اُن کے نام یہ ہیں:

☆ تیسری منزل: **دل** جس کا تعلق جسم کے ساتھ ہے۔

☆ چوتھی منزل: **روح** جس کا تعلق شیخِ کامل کے ساتھ ہے۔

☆ پانچویں منزل: **سر** جس کا تعلق صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ ہے۔

☆ چھٹی منزل: **خفی** جس کا تعلق سیّد کائنات ختمُ الرسل حضرت **مُحَمّد مُصطفیٰ** ﷺ کے ساتھ ہے۔

(۱) قلمی بیاض صوفی رستم علیؒ شکرگڑھ۔

☆ ساتویں منزل: **اَخفیٰ** جس کا تعلق عاشقانِ رسول ﷺ کے ساتھ ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے بَرِّصغیر میں دو عاشقانِ رسول ﷺ ہیں:

☆۱۔ حضرت خواجہ مخدوم سیّد علاؤ الدّین علی احمد صابر کلیریؒ (م۔۶۹۰ھ)

☆۲۔ سلطان العارفین حضرت خواجہ سلطان باھُوؒ، جھنگ (م۔۱۱۰۲ھ)

فریدُ الملّتِ والدّین حضرت خواجہ فرید الدّین مسعود گنجِ شکرؒ نے عشق کا فیضِ سرکارِ صابر پیاؒ کو عطا فرمادیا تھا۔(۱)

درودِ خضری

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

☆ ہر حاجت کے لئے اَن گنت بار یہ درود شریف پڑھیں۔

☆ سو(۱۰۰) بار یہ درود شریف پڑھ کر دعا کریں ان شاءاللہ قبول ہوگی۔

☆ پانچ سو(۵۰۰) مرتبہ روزانہ پڑھنے سے رزق کی محتاجی ختم ہوگی۔

☆ ایک ہزار(۱۰۰۰) بار روزانہ پڑھنے سے موت سے پہلے حرمین شریفین کی یا سرکارِ دوعالم ﷺ کی اِن شاءاللہ زیارت ہوگی۔

(۱) قلمی بیاض صوفی رُستم علیؒ شکر گڑھ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حصہ دوم

دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا

اسرارِ سراجیّہ

سراج السالکین، زُبدۃُ العارفین، شیخ الکاملین، قبلۂ عالم، حضرت **الشاہ مُحَمَّد سِرَاجُ الحَق قُدِّسَ سِرُّہٗ العَزِیز** چشتی صابری کے مقام ومرتبہ کے بارے میں اس حصہ میں تذکرہ کیا جارہا ہے۔ کیونکہ راہِ سلوک میں نبی کریم رؤف الرحیم احمدِ مجتبیٰ حضرت **مُحَمَّد مُصطَفٰی** ﷺ کی غیر مشروط اتباع واطاعت اور مودّت ومحبت کی اشد ترین ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی کمالِ تقویٰ و پرہیز گاری، توکل علی اللہ، ذکر وفکر اور صحتِ معاملات اور عادات واطوار کی درستگی ممکن ہوتی ہے، گویا اپنے باطن کی صفائی چاہنے والا صوفی انسان عبادات کی پابندی کرتا ہے، معاملات کی درستگی اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں کرتا ہے۔ مُہلکات (ہلاکت میں ڈالنے والی ہر بری چیز) سے پرہیز کرتا ہے، مُنجیات (نجات کا باعث بننے والے) اَعمالِ صالحہ پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور توفیق کے ساتھ ایسی ریاضت کا شوق اور جذبہ بدرجۂ کمال قبلۂ عالمؒ میں موجود تھا۔

آپ نے کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر لوگوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن رکھنے میں خالص جدّ وجُہد کی، کئی خوارق عادات اور کرامات کے ظہور سے بھی خلقِ خدا کو اولیائے کرام کی بے ریا صحبتِ صالحہ سے فیض یاب ہونے کی ترغیب دی، منکرین تصرّفاتِ اولیاء اور اَن گنت بدعقیدہ لوگوں کو آپ کے فیوضات سے اپنا دامنِ مراد بھرنے کی

سعادت حاصل ہوئی ۔ یہ لوگ نہ صرف صالحین و واصلین کی برکات سے ہی فیضیاب ہوئے ، بلکہ خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ و تجربہ کر کے تا حیات خالص اطاعتِ الٰہی اور اطاعت و محبتِ رسول ﷺ کے خوگر بن گئے ۔ آپ کی وجہ سے اللہ جلَّ جلالہٗ نے کئی غیر مسلوں کو دولتِ ایمان نصیب کی ، کئی گم کردہ راہ آپ کو دیکھ کر ہی راہِ راست پر آجاتے تھے ۔ آپ کی صحبت مسلمانوں کے لئے کیمیاء کا درجہ رکھتی تھی ، صحیح عقائد اور بزرگانِ دین کی محبت پر قائم رہنے کے لئے یقین کا سبب بنتی تھی ۔

حضور قبلۂ عالم ؒ معاملات میں ایسے صاف اور شفاف کردار کے مالک تھے ، کہ قرونِ اُولیٰ کے اَسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی ، معاصر اولیائے کرام سے محبت اور علمائے عظام کا بے حد احترام کرنا آپ کا معمولِ زندگی تھا ۔ آپ نے اللہ کریم کا ذکر اس کثرت سے کیا کہ آپ کا وجود باعثِ ذکرِ الٰہی بن گیا ۔ آپ کے دم قدم سے بہت زیادہ مجالس ذکر منعقد ہونی شروع ہو گئیں ، شب زندہ داری کی عادت عام ہو گئی ایسے ہی معلوم ہوتا تھا کہ آپ مادر زاد ولی اللہ اور اسم بامُسمّیٰ حق کے چراغ تھے ۔

قبلۂ عالم ؒ آفتابِ عالم تاب کی طرح مطلعِ شریعت میں ضَو فشاں ، راہِ سلوک و معرفت میں ماہتابِ درخشاں ، بلا امتیاز رنگ و نسل بارش کی طرح سخی ، قطعۂ زمین کی طرح عاجزی و انکساری ، اور آپ کی شخصیّت آئینہ کی طرح صفائی کی حامل تھی ، جن کی تقویٰ و پرہیز گاری ، حلم و بردباری ، زُہد و ورع ، اعلیٰ اَخلاق اور ایسی ہی بے شمار عمدہ صفات و کرامات کا ذکر درج ذیل سطور میں کیا جا رہا ہے ۔

۱۔ تقویٰ و پرہیزگاری

تقویٰ و پرہیز گاری وہ نعمتِ عُظمیٰ ہے ، جس سے سالک خود کو ظاہر و باطن سے پاک و صاف رکھنے کی کوشش کرتا ہے ، اور احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی کرنے

سے ہر ممکن ڈرتا ہے ، اطاعت و اِنقیاد سے قربتِ خداوندی کا ہمہ وقت جویاں رہتا ہے ، اپنے ایمان کی سفید چادر کو ایمان و عمل اور عقیدہ و عقیدت کے داغ دھبوں سے پاک و صاف رکھنے کی کوشش کرتا ہے ۔ خداوندِ عالم اپنے بندے کی طلبِ صادق دیکھ کر خود ہی اپنے فضل و احسان کا سائبان اس پر تان دیتا ہے ، کیونکہ :

بندگی چوں گدایاں بشرطِ مُزد مَکُن
کہ خواجہ خود رسم بندہ پروری داند

"گداگروں کی طرح مزدوری کی شرط پر اللہ کریم کی بندگی نہ کیا کرو کہ اس ذاتِ کبریا کو بندہ پروری کے سارے طریقے خود ہی معلوم ہیں "۔

جس کو چاہتا ہے بغیر حساب و کتاب کے عطا فرما دیتا ہے ، یہ جذبۂ صادقہ شروع سے حضرت الشاہ محمد سراج الحق ؒ کے دل و دماغ میں باری تعالیٰ کی طرف سے خون میں سرایت کیا ہوا تھا ، سرکاری طور پر محکمۂ مال میں رہتے ہوئے رطب و یابس سے خود کو بچا کر رکھنا ، خطراتِ قلب اور ہمہ اوقات شیطانی وسوسوں سے اپنی نگہبانی کرنا واقعی صاحبانِ عزیمت اور عظیم لوگوں کا کام ہوتا ہے :

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُعْطِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۔﴿۱﴾

یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے ، اور اللہ عظیم فضل والا ہے ۔

قبلۂ عالم کے تقویٰ و پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کے سرکاری قلم دوات سے کبھی اپنی نجی زندگی کا کوئی کام اور خط وغیرہ بھی نہ لکھا تھا ۔ (۲)

﴿۱﴾ الحدید ۵۷:۲۱

(۲) ماہنامہ السراج ص ۸۰ مئی ۱۹۹۰

جس زمانے میں حضرت شاہ صاحبؒ سرکاری محکمۂ مال میں ملازمت کرتے تھے، کسی گاؤں میں آپ گئے تھے، ایک دیہاتی نے آپ کو ایک گنّا پیش کر دیا، آپ نے اس کو چھیلنا شروع کر دیا، ابھی ایک پوری بھی چھیل ہی نہ پائے تھے، گنّے کا چھلکا لگنے سے اُنگلیوں سے خون بہنے لگا، آپ نے گنّا وہیں رکھ دیا، اور بے خیالی میں سرزد ہونے والی اس خطا کو تقویٰ کے خلاف سمجھ کر توبہ کی۔(۱)

دیرینہ خادم صوفی رستم علیؒ شکر گڑھ، اپنی قلمی بیاض میں لکھتے ہیں، کلیر شریف کا واقعہ ہے۔ آپ نے دو مکان کلیر شریف میں بنوائے، جن کا حساب وکتاب رکھنے کے لئے ایک کاپی میرے پاس اور ایک قبلۂ عالم کے پاس ہوتی تھی، مکان مکمل ہونے کے بعد مجھے حساب کا ارشاد ہوا، تو میرے حساب میں تین پیسوں کا مغالطہ نکلا، آپ بہت ناراض ہوئے، اور ساتھ ہی اپنا ایک واقعہ سنایا کہ جب میں ٹھیکیدار تھا، ایک دفعہ ایک پیسہ کم ہو گیا، ساری رات مجھے نیند نہیں آئی۔(۲)

اپنے والدِ بزرگوار کی خواہش کی خاطر جب میں محکمۂ مال میں سرکاری ملازم تھا، اس وقت بھی تقویٰ وپرہیزگاری کا بہت خیال رکھتا تھا، اپنے مال آفیسر کے ساتھ جب دور دراز کے علاقوں میں محکمانہ ڈیوٹی لگتی، مال آفیسر انگریز کے ساتھ ایک تحصیل دار، گورداور اور ایک پٹواری ہوتا تھا، جس گاؤں میں مال آفیسر قیام کرتا تھا، تو الشاہ محمد سراج الحقؒ اُن کے ساتھ کھانا نہ کھاتے تھے، بلکہ اپنا کھانا خود تیار کرتے تھے، اور جاتے ہوئے ذیلدار کو اپنی خوراک پر جو خرچ ہوتا تھا، اس کی قیمت دے کر جاتے تھے۔ حلال کھانے میں کیا کمال احتیاط ہے؟ تب ہی تو عبادت نور میں

(۱) تذکرہ محدثِ اعظم (شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قادری چشتی رضویؒ) ص:۷۹

(۲) قلمی بیاض صوفی رستم علیؒ شکر گڑھ۔

ڈھلتی ہے۔ دن میں چراغ لے کر چلیں تو ایسا تقویٰ خال خال ہی نظر آتا ہے۔(۱)

۲۔ رشوت کا الزام

حق پرستوں پر اہلِ دنیا کی طرف سے قسم قسم کی آزمائشوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے، وہ گھبراتے اور پریشان نہیں ہوتے، لیکن اللہ تعالیٰ اُن میں سے صاحبانِ عزیمت کو محض اپنے فضل واحسان سے ہی سرخرو فرماتا ہے، جس طرح حضرت شیخ ذوالنون بن ابراہیم المصریؒ (م۔۲۴۵ھ) پر کشتی میں چوری کا الزام لگا، اللہ کریم نے آبی مخلوق یعنی مچھلیوں کو ان کی برأت کا حکم دیا، اسی طرح قبلۂ عالمؒ پر دورانِ سروس رشوت کا الزام لگا دیا گیا، بفضلِ خدا آپ کا دامن اس داغ سے مکمل صاف تھا، اس لئے آپ کو ذرا بھر بھی پریشانی و پشیمانی نہ ہوئی، مگر بتقاضۂ بشریّت آپ کو افسوس ہوا، مقدمہ انگریز ڈپٹی کمشنر تک جا پہنچا، تو آپ یوں گویا ہوئے:

"میں خود اپنی صفائی پیش کروں یا میری گھوڑی صفائی پیش کرے"

اس تعجب خیز جملے نے انگریز ڈپٹی کمشنر کو انگشت بدنداں کر دیا، وہ کہنے لگا، کہ اگر آپ کی گھوڑی ثبوت پیش کر دے تو یہ اور حیرت کی بات ہوگی۔

حضرت نے کسی کو کہا کہ چوری کسی کا چارا (پٹھے) کاٹ کر میری گھوڑی کے آگے ڈال دے، چوری کا چارا گھوڑی کے آگے ڈالا گیا، تو گھوڑی نے نہ کھایا، اس نے منہ موڑ لیا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جن کی صحبت میں جانوروں کو یہ شعور نصیب ہو جاتا ہے، اُن کے اپنے تقویٰ وطہارت کا عالم کیا ہوگا؟ چنانچہ بعد ازیں آپ نے چارے کے مالک کو بلوایا، پوری صورتِ حال بتا کر چارے کا معاوضہ ادا کر کے اس کو راضی کر لیا، اور اس کے حقوق معاف کروا لئے، تب وہی چارا گھوڑی نے

(۱) قلمی بیاض صوفی رستم علیؒ شکر گڑھ۔

کھانا شروع کر دیا، اس سے انگریز ڈپٹی کمشنر بہت متاثر ہوا، اس کو جب حقیقتِ حال کا علم ہوا، تو اس نے آپ کو مقدمے سے باعزت بری کر دیا، اور الزام تراشی کرنے والے کو زجرو توبیخ کی اور ان کو ڈانٹ کر مقدمہ خارج کر دیا۔(۱)

۳۔ حلال وحرام کی احتیاط

اسلام میں حلال وحرام کو الگ الگ کر دیا گیا ہے، اور ان کے درمیان متشابہات ہیں، جن میں پڑنے کی ضرورت نہیں، عبادات اور اَدعیہِ مَاثورہ کی قبولیت کا انحصار لقمۂ حلال پر ہے، حلال کھانے سے قول وفعل میں صداقت پیدا ہو جاتی ہے، کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بچتے ہوئے حلال کی کوشش کرنا اور حرام سے احتراز کرنا ہی تقویٰ کی بنیاد ہے۔ بیعت کے بعد صوفی رستم علیؒ کو حضرت قبلۂ عالمؒ اپنے ساتھ کرنال لے گئے، رمضانُ المبارک کے دوران اعتکاف کی حالت میں ایک دن حلال وحرام کے متعلق گفتگو شروع ہوگئی، تو آپ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا:

"فقراء کے سلسلہ میں داخل ہونے کے بعد مجھے حلال وحرام کا بہت خیال رہتا ہے، یہ پہلے سے اب کہیں زیادہ بڑھ گیا ہے، اسی حلال کی جستجو میں میں نے روزی کمانے کے سب پیشوں اور طریقوں پر توجہ دی، مگر ہندوستان دارالحرب ہونے کی وجہ سے (یہ علمائے دیو بند کا خیال تھا) سب روزی کمانے کے پیشے مشتبہ معلوم ہوئے، قبلۂ عالم نے مزید فرمایا:

میں نے اس ملک سے ہجرت کرنے کا ارادہ کرلیا، بعدازیں خیال پیدا ہوا کہ جس مردِ حق آگاہ کے ہاتھ پر بیعت ہوں، ان سے تو مشورہ لینا چاہیے، حضور فرمانے لگے، میں اپنے پیرو مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوا، قبلۂ عالم حضرت صوفی

(۱) تذکرہ محدثِ اعظم (شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قادری چشتیؒ) ص:۸۷ فیصل آباد

سیّد مُحمّد حُسین مراد آبادی نوَّرَ اللہُ مرقدہٗ (م۔۱۳۳۱ھ) نے اپنے کشف سے بندہ کے سینے میں چھپے ہوئے ارادہ پر مطلع ہو کر ارشاد فرمایا:

مولوی صاحب یہ کیا ارادہ ہوا؟

آپ فرمائیں ہندوستان میں جس قدر بزرگانِ دین کی ہستیاں ہیں، یہ کس کس ملک سے تشریف لائے؟ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کہاں سے تشریف لائے تھے؟ حضرت سلطانُ الہند خواجہ معینُ الدین چشتی اجمیریؒ کہاں سے آئے تھے؟ عرض کیا داتا علی ہجویریؒ افغانستان سے آئے، اسی طرح تاجدارِ چشت ایران سے آئے تھے۔ آپ کے اور ہمارے آبا وَاَجدَاد سعودی عرب سے آئے تھے۔ حضرت صوفی صاحبؒ نے فرمایا: بڑے افسوس کی بات ہے، کہ یہ لوگ تو باہر سے آ کر یہاں رشد وہدایت کا کام کریں، اور محبوبِ خدا ﷺ کے دین کی خدمت کے لئے اللہ کریم جلّ وعلا نے آپ کو یہاں پیدا فرمایا، آپ سے یہاں کے لوگوں کی ہدایت مطلوب ہے، اور آپ یہ ملک چھوڑ کر کہیں اور جانے کی سوچ رہے ہیں۔(۱)

جواب مسکت ہونے کی وجہ سے خادم خاموش ہوگیا۔ مطلب یہ کہ صوفی صاحبؒ نے بزرگان دین کے اسمائے گرامی ذکر کر کے آپ کو تزکیۂ نفس کی طرف توجہ دلائی اور در پردہ دوسری رائے جو علمائے دیوبند کی تھی، وہ صحیح نہ تھی، یعنی ہندوستان کے دارُالحرب (جنگی علاقہ) ہونے کی بھی نفی کر دی، قبلۂ عالم نے فرمایا: میں نے اس دن سے اپنی مرضی سے کھایا اور نہ اپنی مرضی سے پیا، (گویا مرید کامل خود کو مکمل طور پر رضائے شیخ کے سپرد کر چکا، جیسے میّت بدستِ غسّال اور اسی کو کامل خودسپردگی کہتے ہیں۔ چشتی) حلال وحرام کے اسی تذکرے میں آپ ارشاد فرمانے لگے:

(۱) قلمی بیاض صوفی رستم علی لشکر گڑھ۔

اس وقت میری یہ حالت تھی، کہ ایک دفعہ میں اپنے بھائی کے پاس گیا، اس نے بڑے شوق سے بطورِ ضیافت بازار سے رس ملائی منگوائی، کھانے کے بعد میری زبان پر آبلے پڑ گئے، کیونکہ وہ پولیس میں ملازم تھا۔(۱)

امیر جماعت سراجیہ حضرت میاں محمد ضمیر الحق مدّظلہ' سجّادہ نشین خانقاہِ سراجیہ ظہور ہال فیصل آباد نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا: کہ قبلۂ عالم جب اپنے والدین کے گھر جاتے تو وہاں کھانا کھانے سے احتراز کرتے، والدہ محترمہ کھانے پر اصرار فرماتیں، مگر آپ پھر بھی کھانا تناول نہ فرماتے، بات کو ٹال دیتے، ایک دن اُنہوں نے آپ کے والد محمد منیرؒ سے آپ کے کھانا نہ کھانے کا شکوہ کیا، تو والد صاحب نے ذرا خفگی کے عالم میں ارشاد فرمایا: آپ کیا سمجھتے ہیں، ہم حرام کھاتے ہیں؟ ہم بازار سے ہر چیز اپنی منگواتے ہیں، لانے والے سے بیشک معلوم کرلو۔

آپ نے گھر میں کام کرنے والے اور بازار سے سودا سلف لانے والے سے ایک ایک چیز کی تفتیش کی، پوچھا: گوشت کہاں سے لاتے ہو؟ پیسے کون دیتا ہے؟ سب چیزوں کا جواب ملا کہ پیسے گھر سے لے کر جاتا ہوں، بازار سے خرید کر لاتا ہوں، کچھ دیر توقف کے بعد آپ نے پوچھا: لکڑیاں کہاں سے لاتے ہو؟ اس نے جواب دیا، یہ فلاں پٹواری نے بھجوائی تھیں، تب آپ خاموش ہو گئے اور کھانا کھائے بغیر ہی واپس چلے گئے، اس وقت سے گھر میں اس چیز کی بھی احتیاط کی جانے لگی۔

۴۔ استقامت توکل

ہر حال میں اللہ کریم پر مضبوطی سے بھروسہ رکھنا ہی استقامتِ توکل کہلاتا ہے، راہِ سلوک کے ابتدائی ایام میں ایک دفعہ حضور قبلۂ عالم پاکپتن شریف گئے، وہاں

(۱) ماہنامہ السراج ۱۷:۱۸۔ دسمبر ۱۹۷۸ء

آپ نے ایک مجلس میں وعظ فرمایا، آپ کے وعظ نے لوگوں کے دلوں پر سحر کا سا اثر کیا، تقریر کے اختتام پر اکثر لوگوں نے اپنی عقیدت کے مطابق کچھ نذرانہ پیش کیا، مگر آپ نے فرمایا: ہم اس موقعہ پر کسی سے کچھ نہیں لیں گے۔ (کیونکہ آپ نے اپنے رب سے یہ عہد کیا ہوا تھا، کہ تقریر، تعویذ، اور مریض سے کچھ نہیں لوں گا۔)

جب آپ وہاں سے چلے تو آپ کے پاس کرایہ بھی نہ تھا، میرے (خلیفۂ مجاز مولانا عبد الغنیؒ (م۔۱۹۵۹ء)) دل میں ذرا پریشانی سی ہوئی اور وسوسہ آیا، کہ آپ کو بغیر سوال کئے ہوئے کافی کچھ مل رہا تھا، آپ نے کیوں انکار کیا؟ اسی حال میں امام محمد بن محمد الغزالیؒ (م۔۵۰۵ھ) کا قول سامنے آگیا، جو چیز بغیر سوال کئے ملے، لے لینی چاہیے، مگر آپ نے بذریعہ کشف میرے اس وسوسہ پر آگاہ ہو کر ارشاد فرمایا: کہ ہم نے اپنے اللہ کریم سے ایک عہد کیا ہوا ہے، اگر لے لیتے تو اس عہد کی خلاف ورزی ہو جاتی، اس کے بعد آپ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا، کہ مولیٰ کریم اگر مجھے اس راستے پر رکھنا تجھے منظور ہے، تو سفر کا کرایہ مجھے مل جائے، چنانچہ جتنے پیسے تھے، وہاں تک کا ٹکٹ لے کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔

آپ فرماتے تھے، ہم اگلے سٹیشن پر پہنچے، تو ایک شخص غریبانہ صورت میں ہمارے سامنے آیا، اور دس روپے پیش کئے، آپ نے لینے سے انکار کر دیا، آخر اس کے اصرار پر ایک روپیہ لے لیا، اس سے اگلے سٹیشن پر پہنچے، تو ایک اور شخص امیرانہ صاف لباس میں ٹرین کے ڈبے میں ہمارے پاس اندر آیا، اور دس روپے پیش کئے، وہ میں نے لے لئے اور یقین کر لیا کہ اللہ کریم کو مجھے اس راستے پر رکھنا منظور ہے، چنانچہ اس کے بعد جب بھی سفر کا ارادہ ہوتا تھا، کرایہ موجود ہوتا تھا۔(۱)

(۱) ماہنامہ السراج ص: ۱۳۔ دسمبر ۱۹۸۹ء

عبدالغنیؒ (م۔۱۹۵۹ء) کے ہاں دسوہہ ضلع ہوشیار پور بھارت تشریف لے گئے، ان دنوں حکیم صاحب کے ہاں صاحبزادہ محمد افضل کی پیدائش ہوئی تھی، آپ کی زوجہ نے ابھی تک غسل نفاس (پیدائش کے بعد طہارت کے لئے غسل) نہیں کیا تھا، قبلہ کو حکیم صاحب نے بڑی نیاز مندی سے عرض کیا، حضور ہمارے ہاں مسور کی دال پکی ہے، اور تڑکا بھی نہیں لگایا، حضرت قبلۂ عالم نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

مولانا نفاس تو آپ کی اہلیہ محترمہ تک ہے، دال کو تڑکا تو لگا دو، مگر یہ خیال رکھنا کہ لہسن نہ ڈالنا، ہم لہسن نہیں کھاتے۔ (مزاح کے انداز میں شریعت کا مسئلہ، سنت کی اتباع اور اپنا اجتناب بھی بیان فرمادیا۔ چشتی)

۷۔ عید میلاد النبی ﷺ پر صلوٰۃ وسلام اور سماع

حضرت قبلۂ عالم کو سماع کا بھی اشتیاق ہوتا تھا، مگر اس طرح شرعی حدود کا خاص کر پورا خیال رکھا جاتا، آپ باوضو ہو کر اس میں شرکت فرماتے، یہ سماع لہو لعب سے بالکل الگ تھلگ ہوتا تھا، عیدوں کی عید، عیدِ میلادُ النبی ﷺ کے مبارک موقع پر آپ خطاب بھی فرماتے اور کھڑے ہو کر سلام بھی پڑھتے تھے، یہ فرمایا کرتے تھے، ہم سلام اس لئے پڑھتے ہیں، کہ جس وقت حضور پاک، سرورِ کائنات ﷺ دنیا میں تشریف لائے، اس وقت ملائکہ کھڑے ہو کر حضور ﷺ پر سلام پڑھ رہے تھے، ہم ان کی سنت زندہ کرتے ہیں۔ (۱)

۸۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کا حلم

حلم و بردباری ایک ایسی عمدہ صفت ہے، جو زندگی کے نشیب و فراز میں سے گزرنے میں بہت معاونت کرتی ہے، یہ فطرتی اور قدرتی بھی ہوتی ہے، کسی اور

(۱) ماہنامہ السراج ص:۱۴۔ دسمبر ۱۹۸۹ء۔

مجاہدۂ نفس کے ذریعے یعنی، فاقہ کشی، کم خوری، کثرتِ ریاضت تحمل و بردباری اور شب زندہ داری سے بھی پیدا کی جاسکتی ہے۔ یہ عمدہ صفت صوفیائے کرام میں علیٰ حسبِ حال موجود ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ میں یہ صفت کثرت کے ساتھ پائی جاتی تھی، اکثر اوقات اس کا اظہار بھی ہوتا رہتا تھا، آپؒ بالعموم کبھی جذباتی نہ ہوتے تھے، کسی کی غلطی پر عفو و درگزر کرنے کا عام معمول تھا۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحبؒ حضرت بابا فریدُ الدّین مسعود گنج شکرؒ (م۔۵ محرم الحرام ۶۶۱ھ) کے سالانہ عرس سے پاک پتن شریف سے واپس آرہے تھے، انڈیا میں شہر جالندھر کے لوگوں نے کچھ دیر اپنے پاس قیام کرنے کی درخواست کی، جو آپؒ نے قبول فرمالی۔

صاحبِ خانہ نے ضیافتِ سالکین میں سویوں یا چاول کا اہتمام بھی کیا، جو خاتونِ خانہ باورچی خانے سے پلیٹوں میں ڈال کر دے رہی تھی، اُوپر باریک چینی بھی ڈال دیتی تھی۔ سوئے اتفاق کہ چینی اور نمک کے تھیلے ساتھ ساتھ پڑے تھے، خاتون کا ہاتھ چینی میں جانے کی بجائے نمک والے تھیلے میں جانا شروع ہوگیا، اور وہ اس کو چینی ہی سمجھ کر ڈال کر دیتی رہی، سب کے ساتھ ایک نمک والی پلیٹ حضرت خواجہ صاحبؒ کے پاس بھی چلی گئی، تقسیم کے بعد آپؒ نے کھانے کی اجازت دی، پہلے ہی لقمے پر معلوم ہوگیا کہ پلیٹ پر تو نمک ڈال دیا گیا ہے، جو یقینی طور پر غلطی سے ہی ڈالا گیا تھا، حیرت سے سب شرکائے دعوت ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، آپؒ نے سب کی جانب ایک گہری نظر سے دیکھا، سب نے ادباً اپنی نگاہیں نیچے کر لیں، ہر کسی نے جتنا جی چاہا کھایا، مگر اس کو کھانا کیا تھا؟ بس پاسِ ادب تھا، ان مریدینِ باصفا نے بولنے کے لئے ہونٹ تک بھی نہ ہلائے۔

جب کھانے سے فارغ ہوئے، تو آپ نے سب کو چلنے کی اجازت دی،

خود اسٹیشن کی طرف چل دیئے، آپ کا پس خوردہ جو کچھ پلیٹ میں تھا، جب وہ بطورِ تبرک اہلِ خانہ کھانے لگے، تو عقدہ کھُل گیا، صاحبِ خانہ کی رنگت اُڑ گئی، وہ فوراً حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں معذرت کے لئے حاضر ہوا، آپؒ نے کمال دانشمندی اور تحمّل کے ساتھ دونوں کے درمیان تطبیق یوں بیان فرمائی، کہ اس میں معذرت کرنے والی کوئی بات نہیں، نمک اور چینی دونوں کھانے والی بھی اور کھانے میں استعمال ہونے والی چیزیں ہیں۔

۹۔ قبلۂ عالمؒ مستجابُ الدعوات

حضرت خواجہ سراج الحقؒ تبلیغی اور اصلاحی دورے پر ماچھی والے (یہ ہندوستان کے ضلع امرتسر میں الحاج حافظ نور محمد چشتیؒ کا گاؤں ہے۔) تشریف لائے ہوئے تھے، اور حسبِ معمول مسجد میں قیام تھا، لوگ آتے اور اپنی ضروریات بیان کرتے، مسائل پوچھتے اور دعائیں کرواتے تھے۔ ماچھی والے کے سکھوں نے مسلمانوں کو طعنہ دیا، کہ تمہارے بڑے بزرگ اور پیر صاحب آئے ہیں، اور کافی دیر سے بارش نہیں ہوئی، فصلیں سڑ گئی ہیں، آپ ان سے دعا کراؤ، کہ یہ سختی اور مصیبت ہم سے ٹل جائے، چنانچہ آپ کے مریدین نے سکھوں کے حوالے سے آپ کے سامنے یہ بات بیان کر کے بارش کی درخواست پیش کر دی۔

دوپہر زوالِ آفتاب کا وقت تھا، دھوپ کی تمازت سے پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں پناہ گزیں ہو چکے تھے، اور باہر دور دور تک کوئی جاندار نظر نہیں آ رہا تھا، اس گرمی کی شدت میں خلقِ خدا بارش کو ترس رہی تھی، اس کڑکتی اور چلچلاتی دھوپ میں آپ نے فرمایا: دیسی آم لاؤ، حضرت میاں شیر علیؒ (جن کا تفصیلی تذکرہ انوارِ سراجیہ جلد دوم میں کیا گیا ہے۔) کے باغ سے دیسی آم لائے گئے، حضرت خواجہ

صاحبؒ آم چوستے جاتے اور مسجد کے گرد چکر لگاتے جاتے تھے، ساتھ ہی آپ نے فرمایا: گھوڑی کا انتظام کر لو، ہم نے فوراً چلے جانا ہے، اسی عالم میں ایک کالی گھنگور گھٹا اُٹھی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ آسمان پر چھا گئی، آپ نے جانے کی تیاری کی تو بوندا باندی شروع ہو چکی تھی، کئی لوگوں نے عرض کی کہ اب تھوڑی دیر کے لئے رُک جائیں، بارش کے بعد تشریف لے جانا، آپ نے فرمایا: نہیں، اسی حال میں ہم نے جانا ہے، ساتھ والے گاؤں میں قیام ہوگا، اسی رحمت کی پھوہار میں آپؒ رخصت ہو گئے۔

بابا عبدالغنی سلمہٗ (جو اس وقت بائیس (۲۲) سال کے کڑیل جوان تھے، سکنہ چک نمبر ۶۵۶/۷ گ ب بچیانہ والے) کہتے ہیں، اس بارش کے بعد جب ہم ایک دوسرے کو ملے، تو فرحت و انبساط کی کوئی حد نہ تھی، خوشیاں ہر ایک چہرے سے عیاں تھیں، مسکراہٹیں فضا میں بکھر رہی تھیں، حضرت خواجہ صاحب کی تعریف اور مستجابُ الدعوات ہونے کے بول ہر خاص و عام کی زبان پر عام تھے، اس مقبول بارگاہِ خداوندی کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی ہے، اور رحمت کے چھینٹے ان پر برسے ہیں۔

صحابہ اکرام علیہم الرضوان بھی قحط سالی کے وقت سرکارِ مدینہ ﷺ کی بارگاہ میں طلبِ بارش کے لئے حاضر ہو کر دعا کی درخواست کرتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ کی اُمت بھی صالحین اُمتِ مسلمہ سے ایسی دعائیں کرواتے رہتے ہیں، تاکہ آپ ﷺ کی سنتِ مطہرہ پر عمل جاری رہے، حاجت مند جب ان بزرگوں کے توسّل سے بھی اپنی درخواستیں پیش کرتے ہیں، وہ کریم ذات اپنے بندوں کی لاج رکھتے ہوئے ان کی دعائیں قبول بھی فرما لیتی ہے، وہ ان پاکیزہ خصال لوگوں کے ہاتھوں کو خالی واپس نہیں لوٹاتا، اس کی یہ اپنی مخلوق پر کرم نوازی ہے، یہ نیک لوگ اس کرم کو حاصل کرنے کے لئے وسیلہ بن جاتے ہیں۔

۱۰۔ مولانا عبد الغنیؒ نے بیعتِ ثانی کیوں کی؟

حضرت مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۸ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ بمطابق ۱۹۵۹ء) دار العلوم دیوبند کے فارغ التحصیل اچھے فاضل انسان تھے، فراغت کے بعد وہیں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی جو چشتی صابری تھے، (م۔۱۳۶۲ھ) سے بیعت بھی ہو گئے تھے، جب اپنے علاقے گورداس پور میں آئے، حضرت قبلۂ عالم کی صحبت حاصل ہوئی، فیض صحبت سے متاثر ہو کر عرض گزار ہوئے، کہ مجھے بھی بیعت فرمالیں، جبکہ بندہ پہلے بھی بیعت ہے، آپ نے فرمایا: پہلے اُن شیخِ طریقت سے اجازت طلب کرو، ان کی اجازت کے بعد دوبارہ بیعت ہو سکتی ہے۔

مولانا عبدالغنی صاحبؒ نے بحضور مولانا اشرف علی تھانوی ایک عریضہ لکھا، کہ بندہ حضرت مولانا سراج الحق (مدّ ظلہٗ) کی بیعت کرنا چاہتا ہے، کیونکہ یہ بندہ ان کے قریب ہے، اور صحبت سے مستفیض ہونے کے مواقع زیادہ حاصل ہو سکتے ہیں، انہوں نے بخوشی اجازت عنایت فرمادی۔ حضرت مولانا صاحب نے قبلہ الشاہ محمد سراج الحق کی بیعت کی۔ مولانا عبدالغنی صاحب سے پوچھا گیا، آپ نے قبلۂ عالمؒ کی بیعت کیوں کی؟ اُن میں آپ نے کیا دیکھا؟ جس کی وجہ سے ان کی طرف زیادہ میلانِ طبع ہو گیا، اُنہوں نے فرمایا: میں نے انہیں ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے دیکھا ہے، اُن کی آنکھوں سے دورانِ ذکر جو آنسو نکلتے تھے، ان میں حضور سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شبیہِ مبارک نظر آتی تھی۔

۱۱۔ اطمینانِ قلب بغرضِ بیعت

کسی روحانی سلسلہ میں بیعت کے لئے اطمینانِ قلب اور شیخ طریقت کی کاملیت پر یقین کامل تمام شک وشبہ سے بالاتر ہونا چاہیے، محمد رفیق گورداس پوری

اپنی رودادِ بیعت کا ذکر کرتے ہیں، جو ماہنامہ السراج میں ''ذِکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے'' کے عنوان سے چھپی، اس میں وہ تحریر فرماتے ہیں۔ قبلۂ عالم قُدِّسَ سِرُّہٗ العزیز ایک بار بٹالہ ضلع گورداس پور میں تشریف فرما تھے، مولوی نواب الدّین صاحبؒ اور دیگر بڑے بڑے جیّد خلفا و علمائے کرام حاضر تھے، کثیر مجمع تھا، نمازِ مغرب کے بعد حلقۂ ذکر شروع ہو گیا، ذکرِ الٰہی کے دریا موجزن ہو گئے۔

محمد رفیق نے اس وقت قبلۂ عالم تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی، جو بار آور ہوئی، حضور نے مصافحہ کرنے کے لئے خود اپنا دستِ مبارک آگے بڑھایا، بندہ نے دستِ اقدس کو بوسہ دیا، مجھے یوں محسوس ہوا، جیسے روئی کا سفید ٹکڑا میرے جسم میں داخل ہو گیا ہے۔ **سُبْحَانَ اللّٰہ** ! اس وقت ایک عجیب سی نورانی اور روحانی کیفیّت طاری تھی، جس کو محسوس تو کیا جا سکتا تھا، مگر قلم بند نہیں کیا جا سکتا۔ پھر خواب میں قبلہ کی زیارت ہوئی، جبکہ بندہ (محمد رفیق) بیعت ہونے کے لئے کسی مردِ کامل کی تلاش میں تھا، **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ نور ملا دیا تھا، الغرض بندہ نے صبح فجر کے وقت بیعت کے لئے عرض کیا، جمعہ کا مبارک دن تھا، اس لئے دل میں خیال تھا، وقت بہت ہی اچھا ہے، آج ہی بیعت کرنی چاہیے۔

قبلۂ عالمؒ نے فرمایا: رات آپ کا اطمینان ہو گیا ہو تو بہتر ورنہ کچھ دن اور ہمارے ساتھ رہو، عرض کیا، حضور مجھے ہر طرح سے اطمینان ہو گیا ہے، **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** حضور قبلہ نے دستِ مبارک آگے بڑھایا، بندہ بیعت سے مستفیض ہوا، آپ نے بیعت فرما کر حلقہ بگوش سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ سراجیہ کر دیا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشد

یہ سعادت بازو کی قوت سے حاصل نہیں ہوتی جب تک خدا تعالیٰ عطا نہ فرمائے اس وقت تک نہیں ملتی۔

۱۲۔ کشفُ الصُّدور

محترم محمد رفیق مذکورہ بالا روداد میں ایک ذاتی واقعہ کا تذکرہ یوں تحریر کرتے ہیں، بیعت کے چند روز بعد بندہ بسلسلۂ تجارت سندھ کے شہر حیدر آباد چلا گیا، قبلۂ عالمؒ سے بیعت کے بعد دوبارہ ملاقات نہ ہوئی تھی، ڈیڑھ سال بعد جب گھر موضع کوٹلہ تحصیل بٹالہ واپس آیا تو معلوم ہوا، کہ قبلہ شاہ صاحب (مدّظلہٗ العالی) چوہدری والا ضلع گورداس پور تشریف لائے ہوئے ہیں۔ شوقِ زیارت کی آگ بھڑک اُٹھی، جلد ہی ملاقات کی تڑپ انگڑائی لینے لگی، میں کچھ دوستوں کے ہمراہ چوہدری والا پہنچا، شرفِ پابوسی حاصل کیا، اچانک اسی وقت خیال آیا، معلوم نہیں حضرت مجھے پہچانتے بھی ہیں یا نہیں، خصوصاً اس وقت اژدھامِ کثیر تھا، بڑے بڑے معزز افراد آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔

دفعۃً ایک رس گھولنے والی قبلۂ عالمؒ کی آواز میرے پردۂ سماعت کے ساتھ یوں ٹکرائی، محمد رفیق آپ سندھ کے شہر حیدر آباد سے کب آئے ہو؟ عین اُسی وقت بندہ قبلۂ عالم سے مصافحہ کر رہا تھا، پیر روشن ضمیر نے ایک ہی جملے سے تمام شکوک و شبہات دور فرما دیئے تھے، میرے لئے حیرانگی اس لئے بھی تھی، کہ میں نے تو حیدر آباد سے کوئی عریضہ بھی نہیں لکھا، مگر آپ کو میرے حال کی خبر ہے، نام تک بھی جانتے ہیں، یقین ہو گیا کہ یہی ہیں مرشدِ کامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی عطا سے پردوں کے پیچھے کے حال کی بھی خبر رکھتے ہیں۔(۱)

(۱) ماہنامہ السراج ص:۱۱۔ مئی ۱۹۵۹ء۔

قطعہ

بڑی مدت کے بعد تیرہ بختیوں نے
صبح پھر ایک بہار آمیز دیکھی
قبائے تیرگی کو چاک دیکھا
سحر دیکھی مگر ضَو گیر دیکھی
﴿دولت علی عارف﴾

امیر جماعت سراجیہ الشاہ محمد ظہور الحقؒ نے بیان فرمایا، ایک مرتبہ میں کلیر شریف میں بیمار تھا، آموں کا موسم تھا، طبیعت میں آم کھانے کی زبردست خواہش پیدا ہوئی، میں نے اباجی (قبلۂ عالم الشاہ محمد سراج الحقؒ) سے عرض کیا، آم کھانے کو دل چاہتا ہے، آپ نے فرمایا، تھوڑی دیر صبر کر جاؤ، ہم آپ کو بہت اچھے آم کھلائیں گے، ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا، کہ آنولہ والے احباب بہترین قسم کے آم لے کر پہنچ گئے، میں نے خوب کھائے، اللہ شافی و کافی نے مجھے صحت بھی عطا فرمائی۔(۱)

۱۳۔ نماز میں رجوع الی اللہ

مولانا سیّد محمد ایوب صابریؒ کے والد سیّد محمد ظہور الحق شاہؒ شکر گڑھ، جو حضور قبلۂ عالمؒ کے محبوب و مقبول مریدین میں سے تھے، اپنا چشم دید واقعہ بیان فرماتے ہیں، یہ اس وقت کی بات ہے، جب حضرت قبلۂ عالم اپنی غیر آباد زمین کی آبادکاری فرما رہے تھے، اس وقت میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک دن جب عشاء کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے، پہلی ہی رکعت کے سجدے میں حضور قبلۂ عالمؒ کی پیشانی پر بچھو نے کاٹ لیا، بجائے اس کے کہ آپ پر کچھ گھبراہٹ طاری ہو، آپ چیخ و پکار کریں، جیسا کہ اس قسم کی تکلیف کے موقع پر عام طور پر کیا جاتا ہے۔

(۱) ماہنامہ السراج ص:۳۷۔ دسمبر ۲۰۰۳ء۔ ظہور ہال فیصل آباد

آپ نے معمول سے زیادہ لمبا سجدہ کیا پوری نماز انتہائی اِنہماک، اطمینان اور خشوع وخضوع سے ادا فرمائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا، ہماری پیشانی پر کسی سیاہ چیز نے کاٹا ہے، اندھیری رات تھی، ہوا تیز چل رہی تھی، بڑی مشکل سے لیمپ جلا کر دیکھا، موٹا سیاہ رنگ کا بچھو ڈنگ کر کے تھوڑے فاصلے پر جا بیٹھا تھا، جس کے ڈسنے پر انسان تو کیا حیوان بھی خاموش نہ رہ سکتا تھا، مگر قبلۂ عالمؒ نے سی تک نہ کیا، یہ آپ کا کمال ضبط وصبر اور نماز میں کامل خشوع وخضوع تھا، جس نے قرونِ اولیٰ کے اکابر صالحین اور اولیائے کرام کی یاد تازہ کر دی۔(۱)

۱۴۔ شوق عبادت

موضع کچھی والا بر مکان منشی غلام مُحی الدّین علاقہ زمین حافظ عبداللہ لائل پور (فیصل آباد) میں حضور قبلۂ عالم قُدِّسَ سِرُّہٗ العزیز ایک اصلاحی وتبلیغی دورے پر تھے، شبِ برأت کی مبارک رات اسی گاؤں میں آئی، سردیوں کا موسم تھا، رات بہت ٹھنڈی تھی، رات کو مولانا قاری فضل دین مرحومؒ (م۔۱۹۳۲ء) نے شبِ برأت کی فضیلت پر تقریر فرمائی، آپ نے بیان میں فرمایا، اس رات کو سو (۱۰۰) رکعت نفل (**صلٰوۃُ الخیر**) پڑھنے چاہیں۔ تقریر ختم ہونے کے بعد قبلۂ حضرت صاحبؒ نے احباب کو ساتھ لیا اور نفل ادا کرنے شروع کر دیئے، باقی سب لوگوں نے کچھ دیر کے بعد تھکاوٹ کی وجہ سے بیٹھ کر نفل پڑھے، مگر قبلۂ عالم نے تمام نوافل کھڑے ہو کر ادا فرمائے، یہ آپ کا شوق عبادت تھا، عبادت کرتے ہوئے کوئی تھکاوٹ محسوس نہ کرتے تھے، بلکہ تھکاوٹ دور ہو جاتی تھی، موذی اور مہلک جانوروں کا کاٹ جانا بھی آپ کے شوقِ عبادت میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کرتا تھا۔

(۱) ماہنامہ السراج ص:۲۰۔ از مولانا سیّد محمد ایوب صابریؒ فیروز والا صدر مدرس دار العلوم سراجیہ

۱۵۔ فنا فی الشیخ

مرید صادق اپنی مراد کو تب پہنچتا ہے، جب وہ اپنے شیخِ کامل اور پیر طریقت کی محبت میں فنا ہو جائے، جسم وجاں یک جا ہو جائیں۔ بلا تشبیہ حضرت قبلۂ عالم الشاہ محمد سراج الحقؒ کا ہر قول وفعل اپنے شیخ کی اتباع میں ہوتا تھا، جو اتباعِ مصطفیٰ ﷺ کا عکسِ جمیل تھا، آپ کی زندگی انہیں کے پیار سے عبارت تھی۔ یہاں تک کہ زندگی کے آخری لمحات میں بھی اپنے شیخ کی یاد دل میں چٹکیاں لیتی رہتی تھی، غالباً صاحبزادہ صاحب (حضرت الشاہ محمد ظہور الحقؒ) نے آخری ایامِ حیات میں ایک دن کاغذ اور قلم دیا، کہ آپ ہمیں کچھ وصیت لکھ دیں۔

آپ نے قلم لے کر بہت ہی خوش خط لکھا، "**محمد حسین**" جو آپ کے پیر طریقت اور مرشدِ کریم کا اسمِ گرامی ہے، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے، کہ آپ کے دل میں شیخ کی اُلفت وعقیدت کا عالَم کیا تھا؟ گویا باطنی دنیا میں محبتِ شیخ اور فنائیتِ شیخ کا ایک نیا جہاں آباد تھا۔

جب آپ سخت بیمار تھے، اسی مرض میں آپ واصل باللہ یعنی دارِ فانی سے دارِ باقی کی طرف کوچ فرما گئے۔ علاقہ شیخوپورہ سے ماسٹر صید محمد کا چالیس (۴۰) روپے کا منی آرڈر حضور خواجہ صاحب کے نام آیا، آپ جب اس پر دستخط کرنے لگے، آپ نے اپنا نام لکھنے کی بجائے اپنے مرشد گرامی قبلہ صوفی "**محمد حسین**" قُدِّسَ سِرُّہٗ العزیز (م۔۱۳۳۱ھ) کا اسمِ گرامی لکھ دیا، میں بھی وہاں موجود تھا، میں نے فارم ڈاکیا سے لے کر دوبارہ عرض کیا، قبلہ حضور اپنا نام لکھیے، پھر آپ نے اپنا نام لکھا، آپ اس وقت یعنی اس شعر سے مصداق تھے۔(۱)

(۱) ماہنامہ السراج ص:۱۶۔ دسمبر ۱۹۸۹ء۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری ﴿امیر خسروؒ﴾

"میں آپ کی ذات میں گم ہو جاؤں، آپ مجھ میں سما جائیں، میں جسم بن جاؤں آپ اس کی روح بن جائیں، تاکہ اس کے بعد کوئی یہ نہ کہے، میں کوئی اور ہوں، تو کوئی اور ہے"۔

۱۶۔ تسلّی بخش جواب

حضرت مولانا میرک شاہ صاحب پروفیسر اورنٹیئل کالج فرماتے ہیں، میں نے قبلۂ عالم (مدّظلہ) سے ایک دفعہ ایسے دقیق سوالات کیے اور ان کے تسلی بخش جواب پائے کہ میں حیران رہ گیا، کسی درس وغیرہ سے سند لئے بغیر اتنے پختہ جوابات کس طرح دیئے جاسکتے ہیں، ﴿شاید انہیں یہ علم نہ تھا کہ آپ مدرسہ دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (م۔۱۳۲۳ھ) کے شاگرد ہیں۔﴾ یقیناً علمِ لدنّی حصولِ علم کا وہ ذریعہ ہے جسے صرف اہلِ دل ہی سمجھ سکتے ہیں۔ (۱)

۱۷۔ حساب کتاب میں صفائی

ملازمت چھوڑنے کے بعد (صاحبزادہ محمد ظہور الحق) گاؤں میں مقیم تھے، چونکہ قبلۂ عالم نمبردار بھی تھے، وہ کہتے ہیں کہ میں بطورِ سربراہ سرکاری معاملہ جمع کر کے کرنال قبلۂ عالم کے پاس بھجوا دیا کرتا تھا، ایک دفعہ سوئے اتفاق کہ ان میں سے دو پیسے کم ہو گئے تھے، آپ نے کہا، فوراً دو پیسے بھیجو، میں نے حسبِ حکم تعمیلِ ارشاد کرتے ہوئے ایک آدمی کو دو پیسے دے کر جناب کی خدمت میں بھیجا اور معافی طلب کی، قبلۂ عالمؒ نے اسی آدمی کے ہمراہ کافی پھلوں کا تحفہ بھیجا اور فرمایا:

(۱) ماہنامہ السراج ص:۶۔ دسمبر ۱۹۵۲ء۔ صاحبزادہ محمد ظہور الحق چشتیؒ

کہ حساب کوڑی کوڑی کا اور بخشش لاکھوں کی۔ (۱)

۱۸۔ اُدھار واپس کر دیا

میں (صاحبزادہ محمد ظہور الحق شاہؒ) جائے تعیّنات سے ایک دفعہ عید سے ایک دن قبل کرنال گیا، جا کر دیکھا، کہ عید کا کچھ اہتمام نہیں ہے، میں فوراً حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور پچاس (۵۰) روپے پیش کیے، اور عرض کیا یہ عید کے لئے کچھ منگوالیں، مسکرا کر کچھ دیر سوچنے کے بعد آپ نے فرمایا: اچھا دے دو ہم کل آپ کو واپس کر دیں گے، عید کی صبح کو مجھے حسبِ معمول دو روپے عیدی عنایت کیے، ابھی ہم نمازِ عید پڑھ کر گھر واپس آئے ہی تھے، کہ ڈاکیا آیا، اور سو (۱۰۰) روپے کا منی آڈر دے گیا، والد صاحب نے فوراً مجھے بلایا اور کہا:

لو بھئی! اپنا اُدھار لے لو، میں نے عرض کیا نہیں اس کی کیا ضرورت ہے؟ سب کچھ آپ کا ہی ہے، فرمانے لگے، ہمارا ایک ہی دن کا اُدھار تھا، ہم کسی کا اُدھار رکھنا نہیں چاہتے۔ (۲)

۱۹۔ صوفی رستم علیؒ

صوفی منش بزرگ صوفی رستم علی شکر گڑھؒ شروع میں اہلِ حدیث ذہن کے تھے، پیروں، بزرگوں اور ولیوں کو نہیں مانتے تھے، صوفی رستم علیؒ اپنی بیاض میں لکھتے ہیں کہ: جس وقت شیخِ طریقت کی صحبت اختیار کی تب سمجھ میں آیا، کہ بیعت قرآن کریم کا حکم ہے، سوائے رہبرِ کامل کے قرآن وحدیث کی صحیح سمجھ نہیں آتی، تو بطور خادم آپ کے روحانی سلسلہ طریقت میں بیعت کی۔ اس اعتقاد کو لیے قبلۂ

(۱) ماہنامہ السراج ص: ۷ دسمبر ۱۹۸۳ء

(۲) ماہنامہ السراج ص ۷،۶۔ دسمبر ۱۹۵۲ء

عالم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے بندہ کو شریعتِ اسلامیہ کے مطابق سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ میں شامل فرمالیا، بیعت ہونے کے بعد مزید روحانی تربیّت اور منازلِ سلوک طے کروانے کے لئے خادم (رستم علیؒ) کو ساتھ کرنال لے گئے۔(۱)

ایک مجلسِ ذکر تھی اور پچاس (۵۰) کے قریب آدمی بڑے ذوق وشوق سے محفلِ ذکر میں شریک تھے، ذکر اپنے جوبن پر ہورہا تھا، اس وقت خادم (رستم علیؒ) پر آپ نے خاص روحانی توجّہ فرمائی، تو میری حالت غیر ہوگئی، آپ نے فوراً پکڑ کر سینے سے لگایا، اگر آپ تسلّی دینے کے لئے چھاتی سے نہ لگاتے تو قریب تھا، کہ میرا دل فیل ہوجاتا، صوفی صاحب لکھتے ہیں کہ میرے حضرت کو روحانی اور صوفیانہ توجّہ فرمانے پر بڑا کمال حاصل تھا۔

۲۰۔ امریکہ کے انگریز پر مسابقت

یہ واقعہ قبلۂ عالمؒ نے خود صوفی رستم علیؒ کو سنایا اور بندہ نے اپنی بیاض میں یوں درج کیا: ایک انگریز امریکہ سے لاہور آیا، جو علمِ مسمریزم کی بہت واقفیّت رکھتا تھا، انسان کی روح کو جسم سے الگ کر کے کرتب دکھاتا تھا، بندۂ ناچیز کے ساتھ اس کی لاہور میں ملاقات ہوگئی، اس نے اپنی کارروائی شروع کی، ایک آدمی کی روح کو جسم سے الگ کرلیا، اس نے بتایا کہ اتنی مدت تک روح جسم سے الگ رہے گی، پھر بتائی ہوئی مدت کے مطابق روح جسم میں داخل کروں گا۔

جس وقت وہ انگریز روح کو جسم میں داخل کرنے لگا، میں نے اس کو داخل نہ ہونے دیا، وہ انگریز بولا، اگر یہ روح پانچ (۵) منٹ تک جسم سے جدا رہی، تو یہ آدمی مرجائے گا، اس انگریز نے مجلس میں اعلان کیا، کون آدمی ہے جو روح کو جسم میں

(۱) قلمی بیاض صوفی رستم علیؒ شکر گڑھ۔

داخل نہیں ہونے دیتا؟ وہ باہر آجائے، میں کھڑا ہوگیا، اس انگریز نے قبلۂ عالمؒ سے اس علم کی واقفیّت حاصل کرنا چاہی، آپ نے اسلامی تصوّف میں روحانیّت اور توجّہ کا مقام بیان فرما کر اس کی تشفّی فرمائی۔ اس انگریز کے پاس صرف مسمریزم کا علم تھا، جب کہ آپؒ کے پاس قدرتِ خداوندی کی خاص عطا سے صوفیانہ توجّہ تھی، جو صرف علم نہیں بلکہ قرآن وسنّت پر مسلسل عمل کرنے کی وجہ سے حاصل ہونے والی خاص توفیقِ الٰہی ہے۔ صوفی رستم علیؒ لکھتے ہیں کہ مرشدِ کریم حضرت صوفی **سیّد محمد حسین** (م۔۱۹۱۳ء) قدّس سرّہٗ العزیز کی صحبت کے فیض سے میرے شیخ نے قرآن وسنت کے علوم کو مخلوقِ خدا کی خدمت کے لئے پیش کیا۔(۱)

۲۱۔ علی گڑھ میں سری نگر کی سیر

صوفی رستم علیؒ شکر گڑھ اپنی قلمی بیاض میں قبلۂ عالم کی زبانی یہ واقعہ لکھتے ہیں، علی گڑھ کے پرنسپل کی سری نگر کی سیر کا تذکرہ کچھ یوں ہے، وہ علی گڑھ سے بھی غیب نہ ہوئے اور سری نگر کی سیر بھی کرلی، آپ نے فرمایا:

ایک دفعہ بندہ علی گڑھ کالج میں گیا، وہاں گورداس پور کا ایک میرا شاگرد زیرِ تعلیم تھا، اس نے میرے آنے کا تذکرہ اپنے پرنسپل صاحب سے کردیا، وہ اسی شوق میں مجھے ملنے کے لئے آگئے، دورانِ گفتگو اُنہوں نے سری نگر کی سیر کرنے کی بڑی شدید خواہش کا اظہار کیا۔

میں نے کہا: اس شخص کو بلالو، جس نے پہلے سری نگر دیکھا ہو، اس کو میرے پاس بٹھادو، بعدازیں قبلۂ عالم نے پرنسپل صاحب کو سامنے بٹھا کر توجّہ فرمانی شروع کی، وہ پرنسپل صاحب بے ہوش ہوگئے، آپ نے اپنے اُصولوں کے مطابق اُسے

(۱) قلمی بیاض صوفی رستم علیؒ شکر گڑھ۔

بلانا شروع کیا، وہ میرے آقا کے ساتھ محوِ گفتگو ہو گئے، آپ نے اس کو پوچھا تم سری نگر پہنچ گئے ہو، اس نے ہاں میں جواب دیا، آپ نے پوچھا: کس مقام پر ہو؟ اس نے کہا، ایک خانقاہ کے سامنے کھڑا ہوں، آپ نے فرمایا: پرنسپل صاحب اس کی حالت بیان کرو، چنانچہ اس نے یہ رباعی پڑھی:

رباعی

یارب! کشا بر من درہائے بستہ را
محتاجِ غیراں نہ کنی من شکستہ را
کس نیست در جہاں کہ نازِ من قبول
یارب! قبول ساز توئی ناقبول را

اے میرے پروردگار! مجھ پر اپنی قدرت کے بند دروازوں کو کھول دے، اور مجھ جیسے ٹوٹے ہوئے دل والے کو غیروں کا محتاج نہ کر، اس جہاں میں کوئی ایسا نہیں جو میرے ناز قبول کرے، اے میرے رب! مجھ جیسے نامقبول کو تو ہی قبول فرمالے، آمین۔

بعد ازیں قبلۂ عالمؒ اس کو سری نگر کے ایک چشمہ پر لے گئے، جس کا پانی بہت گرم تھا، آپ نے فرمایا، کہ اس چشمے کا کمال یہ ہے کہ اگر کپڑے میں کچے چاول باندھ کر چشمے میں ڈال دیئے جائیں، تو اس کی گرمی سے فوراً پک جائیں گے، پرنسپل صاحب نے چشمے پر یہ منظر بچشمِ خود مشاہدہ کیا۔

بارہ (۱۲) سال کا بچہ ہو تو قبلۂ عالم اس کو توجہ سے بے ہوش کر کے انگریزی میں گفتگو کروا دیا کرتے تھے۔ مٹی کے گھڑے سے ہر آدمی کی گزشتہ عمر کا پتا لگانا تو ایسی بات ہے، جس کا خادم خاص (صوفی رستم علیؒ شکر گڑھ) نے کئی بار بچشم

خود مشاہدہ اور تجربہ کیا ہوا تھا۔(۱)

۲۲۔ فیضانِ نظر

مجھے اپنے بزرگوں سے معلوم ہوا، کہ قبلۂ عالمؒ پہلی بار ۱۹۱۵ء میں آنولہ میں تشریف لائے، جامع مسجد کٹڑہ پختہ آنولہ میں آپ نے نمازِ مغرب ادا فرمائی، سنت و نوافل سے فارغ ہو کر آپ وظائف میں مصروف ہو گئے، کچھ نمازیوں اور مسجد کے امام صاحب نے اس نورانی شکل اور فقیرانہ لباس میں آپ کو دیکھا، تو ملاقات کے مشتاق ہوئے، اور انتظار میں بیٹھے رہے۔

تھوڑی دیر کے بعد جب آپ وظائف سے فارغ ہو گئے، تو امام صاحب نے آگے بڑھ کر قبلۂ عالمؒ کو سلام کیا، اور دریافت کیا، کہ حضور آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ اور کہاں قیام ہے؟ قبلۂ عالم نے فرمایا: میں کرنال کا رہنے والا ہوں، سنا ہے آپ کے ہاں ایسا بازار لگتا ہے، جس میں بہت عمدہ نسل کے بیل آتے ہیں، وہ خریدنے کا ارادہ ہے، سرائے میں قیام ہے، امام صاحب (خدا اُن کو غریقِ رحمت اور اُن کی بخشش فرمائے آمین) بڑے مردم شناس اور دور اندیش آدمی تھے، وہ سمجھ گئے کہ گودڑی میں لال ہے، فوراً التجا کی، کہ میرے ہاں قیام فرمائیں، اور وہ سامان سرائے سے جا کر خود لے آئے۔

قبلۂ عالمؒ نے حسبِ معمول بعد از نمازِ مغرب ذکر بالجہر شروع کیا، جس میں امام صاحب اور کچھ مزید لوگ بھی شریک ہو گئے، اتفاق سے اسی مسجد میں ایک مولوی صاحب نے فیضُ الاسلام کے نام سے ایک مدرسہ قائم کر رکھا تھا، اُنہوں نے اور ہماری برادری کے چند آدمیوں نے اس ذکر پر اعتراض کیا اور کہا، کہ اس طرح

(۱) قلمی بیاض رستم علیؒ شکر گڑھ۔

ذکر کرنا درست نہیں، امام صاحب نے قبلۂ عالمؒ سے اس اعتراض کے متعلق ذکر کیا، آپ نے فرمایا، کل انہیں کسی طرح محفلِ ذکر میں شامل کرلیں، پھر وہ اعتراض نہیں کریں گے، چنانچہ دوسرے دن وہ مذاقاً ذکر میں شامل ہوگئے، اور آپ نے ذکر کے دوران ہی اُن پر ایک صوفیانہ توجہ کی نظر ڈالی، پھر کیا تھا؟ کہ سب لوگ ماہئی بے آب کی طرح تڑپنے لگے، اور تا اختتامِ مجلسِ ذکر وہ تڑپتے ہی رہے۔

ذکر ختم ہونے کے بعد قبلۂ عالمؒ نے پانی پر دم کر کے اُن پر چھینٹے مارے، جس کے بعد وہ ہوش میں آگئے، اور آپ کے قدموں میں گر پڑے اور معافی کے خواستگار ہوئے، اس بات کو دیکھ کر بہت سے لوگ بیعت ہو کر سلسلہ چشتیہ صابریہ سراجیہ میں شامل ہوگئے۔ بیلوں کی خریداری ایک بہانہ بن گئی، دراصل قدرت کو ہماری اِصلاح مقصود تھی، اسی وجہ سے یہ اس نے غیب سے انتظام فرمادیا، اور بہت سے لوگ صوم وصلوٰۃ اور شریعت کے پابند ہوگئے۔(۱)

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں! ﴿اقبالؒ﴾

۲۳۔ پارسی مسلمان ہوگیا

گورداس پور شریف میں ایک پارسی آیا، اس وقت قبلۂ عالمؒ ملازمت کیا کرتے تھے، وہ علمِ مسمریزم کے ساتھ ایک کھیل دکھاتا تھا، تپائی پر ایک بچے کو لٹا دیتا تھا، نیچے سے تپائی نکال کر لڑکے کو ہوا میں معلّق کر دیتا تھا، اس کھیل سے وہ پارسیّت کی تبلیغ بھی کرتا اور رزق بھی حاصل کرتا تھا، کئی لوگ اس کا یہ کھیل دیکھ کر اپنے دین سے پھرنے اور پارسی بننے لگے، کچھ دوستوں نے آپؒ سے عرض کیا کہ وہ پارسی

(۱) ماہنامہ السراج ص:۱۷، دسمبر ۱۹۸۹ء، محمد عرفان موضع آنولہ۔

گمراہی پھیلا رہا ہے، دنیا اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے اس کے جال میں پھنس رہی ہے، آپ نظرِ کرم فرمائیں اور لوگوں کو گمراہ ہونے سے بچانے کی کوشش فرمائیں، آپ نے فرمایا: کل اتوار ہے، چھٹی ہے، ہم بھی اس کا کھیل دیکھیں گے، تمام اہلِ مجلس اور عوام وخواص آپ کے ساتھ چل دیئے۔

جب آپؒ تشریف فرما ہوئے تو پارسی سے فرمایا: ہمیں بھی کھیل دکھاؤ، اس نے لکڑی کی تپائی پر لڑکے کو لٹادیا، تپائی کو نیچے سے نکال کر ہوا میں معلّق کر دیا، قبلۂ عالمؒ نے فرمایا: بس یہی جانتے ہو، یا کچھ اور بھی، اس نے کہا بس یہی جانتا ہوں، آپ نے انگشتِ شہادت سے پڑھا لا الٰہ اِلّا اللّٰہ لڑکا آسمان کی طرف اُڑ گیا، پھر آپ نے کلمۂ طیّبہ کا ذکر کیا، تو وہ واپس آگیا، پارسی نے آپ کے قدم پکڑ لئے اور کہا حضور مجھے مسلمان بنالیجیے، آپ نے کلمہ پڑھا کر اس کو مسلمان کرلیا۔(۱)

ہیں سراج الحق، سراجُ الاولیاء
جن کے دم سے مل گیا قربِ خدا
کیا لکھوں اَوصاف اُن کے بے مثال
نو عمر تھے عشق تھا اُن کا کمال

۲۴۔ بیمار شفایاب ہوگیا

گورداس پور میں عرس شریف کے موقع پر حضور قبلۂ عالمؒ کی مجلس میں تقریباً پچاس (۵۰) آدمی بیٹھے ہوئے تھے، کسی گاؤں سے چند آدمی ایک مریض کو چارپائی پر لٹائے ہوئے لائے، اور عرض کی کہ حضور یہ چند ماہ سے جُوگیا ہے، یعنی اس کو گینٹھیا ہوگیا ہے، آپ نے فرمایا: ہر روز شیشم کے پتے گھوٹ کر اس کو پلاؤ اور ساتھ

(۱) ماہنامہ السراج ص:۱۰ دسمبر ۱۹۸۹ء، از مولانا عبدالغنیؒ

ہی تعویز عنایت فرمایا، سب اہلِ مجلس سے کہا، دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس مریض کو شفایاب فرمائے، آمین۔

اتفاق سے اُسی مجلس میں ایک حکیم اور ایک ڈاکٹر بھی تشریف فرما تھے، ان لوگوں کے جانے کے بعد حکیم صاحب نے عرض کی، حضور سردی کا موسم ہے، شیشم کے پتے سرد ہوتے ہیں، اس سے مریض کے جوڑ مزید جُڑ جانے کا احتمال ہے، آپ نے فرمایا: اگر خدا کو منظور ہوا تو اسی سے آرام آجائے گا، شیشم کے پتے کیا کریں گے، جو خدا چاہے گا وہ ہوگا۔ واقعتہً ایسا ہی ہوا، پندرہ یا سولہ دن کے بعد وہی مریض خود اپنے پاؤں پر چل کر خانقاہِ سراجیہ میں آیا، اور اتفاق سے میں وہیں موجود تھا۔(۱)

۲۵۔ بعد از وصال کرم فرمائی

یہ خاکسار (دولت علی عارفؒ جو آپؒ کے درباری شاعر اور عالم دین تھے، ان کا نمونہ کلام ضوء السراج میں ہے،) ایک دفعہ دنیا کی ایک مصیبت میں گرفتار تھا، اسی وجہ سے بہت پریشان بھی تھا، رات کو خواب میں قبلۂ عالم تشریف لائے اور ساتھ ایک اور بزرگ بھی تھے، جن کے بارے میں بعد میں معلوم ہوا کہ یہ صوفی رستم علیؒ شکر گڑھ والے تھے۔ قبلۂ عالم نے مجھے صرف اتنا ہی فرمایا، حلقۂ ذکر کراؤ، میری آنکھ کھل گئی، میں نے یہ سمجھا کہ صبح میری عزت افزائی ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، (مجلسِ ذکر منعقد کروائی) اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مصیبت سے نجات بخشی۔(۲)

۲۶۔ شراب نوشی سے توبہ

آنحضرت (قبلۂ عالمؒ) کے زمانہ ملازمت میں گورداس پور کے شاہو کار لالہ گنپت رائے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ میری دولڑکیوں کو

(۱) ماہنامہ السراج ص: ۷ دسمبر ۱۹۹۲ء۔ از صاحبزادہ محمد الشاہ ظہور الحقؒ

صحبتِ بد سے شراب نوشی کی عادت پڑ گئی ہے، آپ دعا فرمائیں، آپؒ نے دعا فرمائی **یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ** (اے دلوں کو پھیرنے والے!) ان پر فضل فرما دے، اس نے کچھ پیڑے پیش کیے، اُن پر دم کر دیں، آپ نے دو پیڑوں پر دم فرما کر فرمایا: دونوں کو ایک ایک کھلا دیں، پھر کیا تھا، کھاتے ہی شراب نوشی سے سخت نفرت ہوگئی۔(۱)

۲۷۔ ایک مُنصف کی مہمانی

پانی پت کے ایک مُنصف جو پٹھان کوٹ میں متعیّن تھے، گورداس پور میں آپ کے ہاں ایک دفعہ مہمان ہوئے، آپؒ حلقۂ ذکر اور شغلِ باطنی میں تھے، خادم نے جا کر عرض کیا، لنگر میں سادہ روٹی پکی ہے، آپ نے فرمایا: پھر کیا بات ہے؟ وہی ساتھ دے دو اور مکھن سے روٹی چوپڑ (یعنی گھی اُوپر لگا) دو، میرا انتظار نہ کرنا، انہیں کھانا کھلا دو اور بستر دے دو، وہ آرام کریں، وہ مُنصف تکلّف کا عادی تھا، خوب جز بز ہوا، مگر صبح کو اُٹھ کر آپ کے قدموں میں گر پڑا، آپ تبسّم فرماتے ہوئے پوچھتے ہیں کیا ہوا؟ کہنے لگا کھانا دیکھ کر میں نے آپ کی شان میں نہ جانے کیا کچھ کہا؟ مگر جو کیفیّت آج میرے دل میں واقعہ ہوئی وہ بیان سے باہر ہے، آپ مجھے معاف فرما دیں، آپ نے بس اتنا فرمایا: کہ یہ حلال کی روٹی ہے۔(۲)

اُفق پہ چھایا تھا جو اندھیرا
وہ رفتہ رفتہ سمٹ رہا ہے
فضا میں پھیلی تھی جو سیاہی
وہ دم بدم منہ چھپا رہی ہے
﴿رئیس احمد امروہی﴾

(۱) ماہنامہ السراج ص: ۱۱ دسمبر ۱۹۸۲ء، فیصل آباد

(۲) ماہنامہ السراج ص: ۱۱ دسمبر ۱۹۵۲ء لائل پور (فیصل آباد)

۲۸۔ اکابر صوفیاء کا تذکرہ قبلۂ عالمؒ کی زبانی

یہ بات یاد رہے کہ درج ذیل واقعات کوتحریر کرنے میں زیادہ تحقیق وتخریج نہیں کی گئی اور اختلافِ روایات کی صورت میں تطبیق بھی نہیں دی گئی، بلکہ اس بات پر زیادہ انحصار کیا گیا ہے، کہ جو حضرت **قبلۂ عالم الشّاہ محمد سراج الحق قُدسّ سرُّہ** ' نے بیان فرمایا، اس کو ذکر کیا جائے، یہ ہوسکتا ہے واقعات کے تقدّم و تأخر میں کسی کو اختلاف بھی ہو، تو اُس سے پیشگی معذرت کی جاتی ہے، لیکن روحِ کرامت اور تصرّفِ ولایت کو ضرور برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

خادم خاص صوفی رستم علیؒ اپنی قلمی بیاض میں تحریر فرماتے ہیں، ۲۱ رجب المرجّب کو حضرت شاہ **محمد عبد القدوس** گنگوہیؒ (م۔۹۴۴ھ) کا سالانہ عرس مبارک ہوتا ہے۔ سجادہ نشین دامت برکاتہ' نے مزارِ پُر انوار پر چادر پوشی کی اور دعا فرمائی، ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو قبلۂ عالمؒ نے فرمایا: دربار شریف کے قریب جو قبر نظر آرہی ہے، وہ فوج کے ایک کرنل صاحب کی ہے، جس کو بادشاہ ہمایوں نے فوج کا دستہ دے کر بھیجا تھا، کہ شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ کو گرفتار کر کے لے آؤ، اس غرض سے جب وہ گنگوہ پہنچا، تو قوالی ہورہی تھی، ہمایوں نے کرنل صاحب کو رخصت کرتے وقت اتنا کہا تھا، کہ وہ بزرگ آدمی ہیں، اُن کے ادب کو ملحوظِ خاطر رکھنا۔

جب کرنل صاحب قوالی کی مجلس میں پہنچے، اس نے تلوار بے نیام کر کے آپ پر حملہ کرنا چاہا، تو آپ محفلِ سماع میں حالتِ وجد میں تھے، اچانک آپ کے پاس سے دو شیر نکلے، کرنل صاحب نے خوف سے تلوار نیام میں ڈال لی، اسی طرح اس نے تین دفعہ تلوار نکالی مگر ہر بار دو حملہ کرنے والے دھاڑتے ہوئے شیر نظر آتے رہے، اس نے مجبوراً تلوار پھینک دی، اور آپ کے ساتھ شریک سماع ہوگیا، اسرارِ

قدوسیؒ نے ایسا اثر کیا، کہ وہ واپس دہلی نہ جاسکا، آپ کے دستِ اقدس پر تائب ہوا، وہ معافی کا طلبگار رہا، آپؒ نے معاف فرمادیا، اس نے عرض کیا، یا حضرت میری درخواست ہے کہ میری قبر اپنی قبرِ انور کے پاس اس طرح بنانے کی اجازت مرحمت فرمادینا، کہ جہاں اس خانقاہ کے مریدین وزائرین اپنی جوتیاں اُتاریں وہاں مجھے دفن فرمادینا، آپ نے فرمایا: یہ قبر اس کرنل صاحب کی ہے جوفنافی الشیخ ہوا ہے۔(۱)

۲۹۔ حضرت الشیخ بُو علی قلندرؒ کی کرامت

گنگوہ شریف کے سفر کے دوران میرے قبلہ الشاہ محمد سراج الحقؒ نے شیخ بُو علی قلندرؒ (م۔۱۱: رمضان المبارک ۷۲۵ھ) کے بارے میں فرمایا: کہ وہ غلبۂ حال میں رہنے والے کامل اور مستجابُ الدعوات بزرگ تھے، جیّد عالمِ دین ہونے کے باوجود قال کو چھوڑ کر مردِ حال بن چکے تھے۔ جن کا سلسلۂ نسب امامِ آئمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃُ اللہ علیہ (م۔۱۵۰ھ) کے ساتھ جاملتا ہے۔ قبلہ شاہ صاحب نے قلندر پاکؒ کی ایک کرامت کا یوں تذکرہ فرمایا کہ:

حضرت شیخ بوعلی قلندرؒ کا مدفن کرنال میں ہے، جہاں سے پانچ میل کے فاصلے بڈھا کھیڑہ گاؤں ہے، اس جگہ میرے شیخ پیر الشاہ محمد سراج الحقؒ نے نمازِ مغرب کی امامت فرمائی، ساتھ ہی ایک خانقاہ شریف میں فاتحہ شریف پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے، اندر ایک دیوار تھی، قبر نہیں تھی، مگر گنبد کی تعمیر ہوئی تھی، فاتحہ سے فارغ ہو کر واپس باہر آئے، بندۂ ناچیز رستم علی نے عرض کیا، قبلہ یہاں تو قبر نہیں ہے، مگر آپ نے فاتحہ پڑھی ہے، اور دعا کی ہے، آپ نے فرمایا:

یہ اس وقت کی دیوار ہے، جب شیخ بوعلی قلندر پاکؒ کی خدمت میں

(۱) بیاض صوفی رستم علیؒ۔ شکر گڑھ۔

حضرت لعل شہباز قلندرؒ (م۔۶۵۰ھ) سیہون شریف سے ملاقات کے لئے آئے تھے، یہ بات بھی یاد رہے کہ لعل شہباز قلندرؒ حضرت بہاؤالدین زکریا سہروردی ملتانی رحمۃُ اللہ علیہ (م۔۶۶۱ھ) کے ہم عصر تھے۔ایک قلندر جب دوسرے قلندر کی ملاقات کے لئے گئے تو اس حال میں کہ شہباز قلندر شیر پر سوار تھے، سانپ آپ کے ہاتھ میں بطور چابک تھا، اس شان کے ساتھ جب بوعلی قلندرؒ کے پاس حاضر ہوئے۔

اس وقت حضرت بوعلی قلندرؒ دیوار پر بیٹھے تھے، آپ نے مزاح کے طور پر فرمایا: شہباز آپ اپنے شیر کو دوڑاؤ اور میں اپنی دیوار کو دوڑاتا ہوں، مقابلہ کروا لیتے ہیں، چنانچہ شیر اور دیوار سات (۷) میل تک دوڑے، بوعلی قلندرؒ کی دیوار سُبقت لے گئی، یہی وہ دیوار ہے، جو اسی طرح ہے اور اس پر گنبد ازراہِ ادب بنا دیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی علامت بھی ہے، اللہ تعالیٰ اولیائے کرام اور مقبولان بارگاہ تسخیرِ کائنات (مقامِ تکوین) کے مقام پر فائز فرما دیتا ہے، پھر کوئی چیز ان کے حکم کا سرِ مو بھی انکار نہیں کرتی، خواہ وہ جمادات میں سے ہو یا نباتات وحیوانات میں سے ہو، ہر چیز خوشی سے اُن کی اِطاعت اور فرمانبرداری کرنا اپنا فخر سمجھتی ہے۔(۱)

۳۰۔ صابر پیاؒ کا تذکرہ قبلۂ عالمؒ کی زبانی

حضرت الشاہ محمد سراج الحقؒ چشتی صابری تھے، اس لئے بھی ان کی زبان پر زیادہ تر سلسلۂ صابریہ کے بانی حضرت الشیخ مخدوم سیّد علاؤالدّین علی احمد صابر کلیری رحمۃُ اللہ علیہ (م۔۱۳ربیع الاول ۶۹۰ھ) کا ذکر کئی بار آتا، آپ بڑے ذوق سے صابر پیا کا ذکر خیر کر کے حظّ روحانی حاصل کرتے تھے، ہر بار سالانہ عرسِ پاک پر کلیر شریف پر حاضر بھی ہوتے تھے، اور روحانی فیض حاصل کرتے۔

(۱) قلمی بیاض صوفی رستم علیؒ شکر گڑھ

ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا: بابا فریدُالدّین مسعود گنج شکر رحمۃُ اللہ علیہ نے اصل فیض کا چشمہ صابر پیاؒ کو عنایت فرمایا، اس لئے وہ جلالیّتِ فرید کے مظہرِ کامل بنے ہیں، ان کو بارہ (۱۲) سال کی عاشقانہ منزل طے کروا کر کلیر شریف میں لوگوں کی رشد وہدایت کے لئے متعیّن فرما دیا۔

جب امیر خسروؒ جو حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ نظامُ الدّین اولیاء (م۔۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ) کے مریدِ خاص تھے، (دونوں خواجہ صاحب اور مریدِ صادق کا سال وصال ایک ہے،) وہ ایک دفعہ حضرت صابر پیاؒ سے ملاقات کرنے کے لئے کلیر شریف گئے، صابر پیاؒ نے شمسُ الدّین ترک پانی پتیؒ (م۔۱۹ شعبان ۷۱۶ھ) کو فرمایا: آج کھانے (کھانا کریر کے ڈیلے تھے) میں نمک ڈال لینا، کیونکہ امیر خسروؒ ہمارے مہمان ہیں، دورانِ گفتگو صابر پیاؒ نے امیر خسروؒ سے پوچھا، تمہارے پیر کے کتنے مرید ہیں؟ امیر خسروؒ نے عرض کیا، قبلہ جتنے چاند کے تارے ہیں، صابر پیاؒ نے فرمایا: اُن ستاروں کے لئے ہمارا شمس ایک ہی کافی ہے۔ یہ فیضِ رسولی ہے، شمس کے ظاہر ہونے سے چاند اور تاروں کی روشنی ختم ہو جاتی ہے۔(۱)

۳۱۔ کلیر شریف کا قیام

صابر پیاؒ سرکار جس وقت کلیر شریف میں تشریف لائے، یہ رُڑکی ضلع سہارن پور سے پچاس (۵۰) کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، کلیر کے مولوی صاحب سے جمعہ ادا کرنے پر تکرار ہوگئی، بات طول پکڑ گئی، لوگوں نے کہا، جمعہ وہ پڑھائے گا جو کرامت دکھائے گا، قبلۂ عالمؒ فرماتے ہیں، مسجد میں ایک آدمی نے کہا، میرا بکرا کسی نے پکڑ لیا ہے، تم میں سے جو یہ بتائے کہ بکرا کس کے پاس ہے، ہم اس کے پیچھے نمازِ

(۱) قلمی بیاض صوفی رستم علیؒ شکر گڑھ

جمعہ ادا کریں گے، صابر سرکارؒ نے فرمایا:

وہ آدمی بولے یا بکرا بولے، ابھی یہ کہا ہی تھا مجلس میں وہ خود بخود کہنے لگا، بکرا میں نے پکڑا ہے، کلیر کی مسجد کے مولوی صاحب نے کہا، میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا، کہ یہ جادوگر ہے، صابر پیاؒ نے جب یہ سنا، تو آپ وجد میں آگئے، آپ کا خیال اس طرف چلا گیا، حضور تاجدارِ کائنات، سرکارِ مدینہ، سرورِ قلب وسینہ ﷺ کو بھی لوگوں نے جادوگر کہا تھا۔ لوگ نماز جمعہ ادا کرنے لگے، صابر پیاؒ حالتِ وجد میں باہر کھڑے ہوگئے، جب نمازی سجدے میں گئے، تو صابری ارشاد ہوا، اے مسجد! خلقِ خدا تو اپنے خالق کو سجدہ کر رہی ہے، تو کیوں نہیں کرتی؟ اتنا کہنا تھا، کہ مسجد سجدے میں چلی گئی، یعنی گر کر تباہ ہوگئی۔ قبلۂ عالم نے فرمایا: کلیر تباہ ہوگیا، ابھی تک جنگل ہے، لیکن عرس کے موقع پر اتنا ہجوم ہوتا ہے، کہ چھ (۶) میل کے رقبے میں رونق ہی رونق ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں ہر طرف لوگوں کی زبان پر صابر پیا سرکارؒ کی آوازیں ہوتی ہیں، یا صابر گلزارِ رسولی زندہ باد۔ (۱)

اگر چہ بعض سوانح نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے، کہ نمازِ جمعہ کے لئے جب آپ کلیر کی جامع مسجد میں گئے، پہلی صف میں بیٹھ گئے، وہاں پہلی صف میں اُمراءٔ و رؤسا کے لئے جگہ مخصوص کرنے کا رواج تھا، آپ کی مجذوبانہ حالت دیکھ کر صابر پیاؒ کو پہلی صف سے اُٹھا دیا گیا، اسی طرح دوسری اور تیسری صف سے بھی آپ کو اُٹھایا جاتا رہا، یہاں تک کہ مسجد سے باہر جوتیوں والی جگہ پر آپ کو کھڑا ہونے کی جگہ ملی، صابر پیاؒ جلال میں آگئے، آپ نے صابری ارشاد فرمایا:

اے مسجد! خلقِ خدا تو اپنے خالق و مالک کو سجدہ کرے، تو کیوں نہیں کرتی؟

(۱) قلمی بیاض صوفی رستم علیؒ شکر گڑھ

تو مسجد بھی سجدہ کناں (گر گئی) ہوگئی، سب اس کے ملبے کے نیچے آکے مر گئے۔

اگر چہ صابر پیاؒ نے اِتمامِ حُجت کے لئے حضرت بابا فریدُ الدّین گنج شکرؒ کو بھی کلیر کی حالتِ زار کے بارے میں لکھا تھا، اور اپنی طرف سے حتی المقدور کوششیں کر چکے تھے، تب حضرت بابا صاحبؒ کی طرف سے اجازت ملی ہوئی تھی، تو آپ نے یہ کام کیا۔

آپ کے سوانح نگاروں کی تحقیقات سے قارئین شائقینِ مطالعہ مزید بھی کئی ایسے واقعات سے آگاہ ہوسکتے ہیں، جو یہاں تحریر نہیں ہیں، کیونکہ یہ مختصر مضمون اس طوالت اور تفصیلات کا متحمل نہیں ہے۔

۳۲۔ صابر پیاؒ سے شاہ صاحبؒ کی گفتگو

صوفی منش بزرگ صوفی رستم علیؒ لکھتے ہیں، قبلۂ عالم الشاہ محمد سراج الحق رحمۃُ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

ایک دفعہ کلیر شریف میں دربارِ صابر پیا سرکارؒ میں حاضری ہوئی، تو مزار شریف کے پاس ہی ایک بازاری عورت گانا گا رہی تھی، اس کی یہ حرکت مجھے شریعتِ اسلامیہ کے خلاف محسوس ہوئی، تو میں نے کچھ نہ کہا، مگر یونہی اپنے پیر روشن ضمیر حضرت **صوفی سید محمد حسین** قدس سرہ العزیز (م۔۱۳۳۱ھ) مراد آبادی کی خدمت میں پہنچا، جو عرس شریف میں شرکت کے لئے درگاہِ صابری میں حاضر تھے، تو ان سے سوال کیا قبلہ ایسی پاک ہستی کے پاس بازاری عورت کا گانا گانا بہت بُرا لگتا ہے، تو میرے مرشدِ گرامی صوفی صاحب مراد آبادیؒ نے فرمایا:

کہ مولوی صاحب خود ہی صابر پیا سرکارؒ سے پوچھ لو، الشاہ محمد سراج الحق نے اس حکم کی پیروی کی اور دربارِ پیا سرکار کے مزارِ پُر انوار کے پاس حاضر ہو کر مراقب ہوئے، تو صابر پیاؒ سے گفتگو شروع ہوگئی، صابر پیاؒ نے محمد سراج الحق شاہ سے

ایک ہی سوال کیا:

مولوی صاحب کیا تم نے اپنے شہر سے تمام بازاری عورتوں کو نکال دیا ہے؟ قبلۂ عالم کہنے لگے، میں لاجواب ہو گیا، تو پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

مولوی صاحب تمہاری شریعتِ اسلامیہ کے ساتھ محبت کی وجہ سے آئندہ کوئی بازاری عورت اندر نہیں آئے گی، آپ فرماتے ہیں، اس کے بعد بار (۱۲) سال تک مسلسل عرس شریف پر دربار گوہر بار کلیر شریف میں حاضر ہوتا رہا، مگر کوئی بازاری عورت احاطے کے اندر حاضری دیتے ہوئے نہیں دیکھی جاسکی، یہ آپ کے روحانی تصرّف کا کمال نظر آتا ہے۔(۱)

۳۳۔ جنّت میں داخلہ ہے کلیر میں داخلہ

قبلۂ عالم الشاہ محمد سراج الحق (مدّظلہٗ العالی) نے ارشاد فرمایا: **مخدوم سیّد علاؤ الدّین علی احمد صابر کلیری** (م۔۶۹۰ھ) کا فرمان ہے۔

"کہ جو کلیر میں داخل ہوا وہ جنت میں داخل ہوا"۔

مختصر یہ کہ کلیر شریف کے میدان میں داخل ہوتے ہیں، فقر و معرفت کے اَسرار کا اظہار ہوتا ہے، باطن میں نورانیت اُترتی محسوس ہوتی ہے، گویا صابری گلزار میدانِ عرفات کا سا نقشہ پیش کرتا ہے۔(۲)

۳۴۔ قبلۂ عالمؒ کی سرکار علی پوریؒ سے ملاقات

خادمِ خاص صوفی رستم علیؒ اپنی قلمی بیاض میں لکھتے ہیں، قبلۂ عالم الشاہ محمد سراج الحق (نَوَّرَ اللہُ مُرقَدَہٗ) کے دور میں درج ذیل شخصیات درجۂ قطبیّت پر فائز

(۱) قلمی بیاض صوفی رستم علیؒ شکر گڑھ
(۲) قلمی بیاض صوفی رستم علیؒ شکر گڑھ

تھیں، جن کا دیدار، ملاقات، بیعت قابلِ تحسین اور باعثِ قربِ الٰہی تھی۔

☆۱۔ پیر سیّد مہر علی شاہ چشتی قادریؒ (م۔مئی ۱۹۳۷ء) گولڑہ شریف

☆۲۔ حافظ عبدالکریم نقشبندیؒ (م۔۱۹۳۶ء) عیدگاہ شریف راولپنڈی

☆۳۔ حافظ پیر جماعت علی شاہ علی پوریؒ (م۔۱۹۵۱ء) علی پور شریف

☆۴۔ پیر سیّد جماعت علی شاہ المعروف ثانی صاحبؒ (م۔۱۹۳۹ء) علی پور شریف

ثانی صاحبؒ میرے حضور قبلۂ عالم الشاہ محمد سراج الحقؒ کا بے حد احترام کرتے تھے، ان میں تین (۳) نقشبندی بزرگ تھے۔ آپ فرماتے ہیں، ثانی صاحبؒ اس قدر سخاوت کرتے تھے، کبھی اُنہوں نے کسی کو گن کر نہیں دیا، اس لئے کہ جو لوگ گن گن کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی اُن کو گن کر ہی دیتا ہے، جب حج پر جاتے تو بیسیوں افراد کو خود اپنے خرچ پر لے جاتے تھے، خود ہی اُن پر خرچ کرتے تھے، صوفی رستم علیؒ لکھتے ہیں جب کبھی میرے قبلۂ عالمؒ کی حضرت ثانی صاحبؒ سے ملاقات ہو جاتی تو بڑے شوق اور محبت سے یہ باہمی ملاقات ہوتی، اسرارِ روحانیہ پر گفتگو کے بعد اپنی پُرخلوص دعاؤں پر ختم فرماتے تھے۔

ایک دفعہ میرے شیخِ کامل تاجدارِ گورداس پوریؒ بندۂ غریب کے غریب خانے پر شکر گڑھ میں قیام پذیر تھے، قیلولے کا وقت تھا، آپ آرام فرما رہے تھے، اچانک حضرت ثانی صاحب علی پوریؒ ملاقات کے لئے تشریف لے آئے، آپ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے، اور وفورِ شوق کا یہ عالم تھا کہ سر پر ٹوپی لینا بھی بھول گئے، خادم (رستم علی) نے ٹوپی پیش کی، دورانِ ملاقات مختصر گفتگو ہوئی، حضرت ثانی صاحبؒ نے فرمایا، مجھے علم ہوا کہ آپ تشریف لائے ہیں، میں نے چاہا کہ زیارت کئے جاؤں، حضرت ثانی صاحبؒ نے کہا، آپ میرے لئے خاتمہ بالخیر کی دعا فرما دیں، تو میرے

قبلۂ عالمؒ نے بھی یہی کہا، دونوں نے دعا کی، کچھ دیر دونوں ہی مراقب رہے، معلوم نہیں اپنے رب سے کیا کہا؟ ایک دوسرے کے لئے کیا مانگا؟ ہم نے صرف آمین کہا ، اتنی مختصر سی ملاقات اور گفتگو کے بعد دونوں مبارک ہستیاں رخصت ہوگئیں۔

ایک دفعہ حلقۂ احباب کے ساتھ قبلۂ عالم گورداس پور سے شکرگڑھ آرہے تھے، دورانِ سفر چند مریدین نے دیگر بزرگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت ثانی صاحبؒ کا ذکر بھی کیا، یوں محسوس ہوا کہ اُنہوں نے اپنی باتوں میں حضرت ثانی صاحبؒ کا مقام ومرتبہ کم بیان کیا ہے، یہ کلمات میرے قبلہ کے کان میں بھی پڑ گئے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کو حضرت ثانی صاحب کے مقام ومرتبے کا علم نہیں، آپ بہت ہی عاشقِ رسول ﷺ اور شریعتِ مطہرہ پر عمل کرنے والے نیک سیرت بزرگ ہیں، آپ نے بھی بابا فریدالدّین مسعود گنج شکرؒ (م۔۶۶۱ھ) کی طرح تزکیہ نفس کر کے زندگی بسر کی ہے، اور بندہ (سراج الحق) نے بھی حضرت ثانی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کئی باتوں کا فیض حاصل کیا ہے۔(۱)

۳۵۔ قبلۂ عالمؒ کی شیرِ ربانیؒ سے ملاقات

بھائی سیّد محمد شریف شاہؒ ساکن چوہدری ولا (فیصل آباد) نے بیان کیا ہے، ایک سفر کے دوران قبلۂ عالم کے ساتھ بندۂ ناچیز بھی تھا، راستے میں شیرِ ربّانی حضرت **میاں شیر محمد** نقشبندی شرق پوریؒ (م۔۱۳۴۷ھ بمطابق ۱۹۲۸ء) کا شہر شرق پور شریف بھی آتا تھا، آپ نے اُن سے ملاقات کا ارادہ فرمایا، جب آپ حضرت میاں صاحب کی خانقاہ میں پہنچے، آپ کو دیکھ کر حضرت شیر ربانیؒ بڑے خوش ہوئے، انہیں نہایت عزت وتوقیر اور تعظیم وتکریم سے اپنی مسند پر بٹھایا۔

(۱) قلمی بیاض صوفی رستم علیؒ شکرگڑھ۔

دونوں بزرگوں کے مابین معرفت کے اسرار و رموز شروع ہوئے، دوران گفتگو عراقی کے ایک شعر کا تذکرہ ہوا، حضور قبلۂ عالم نے اپنے درباری نعت خوان حضرت (بھائی محمد شریف اور بھائی محمد شفیع) کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، یہ پوری غزل سنا دیں، ہم نے پوری غزل پڑھی، سب لوگوں پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی، حضرت شیرِ ربّانیؒ جو نقشبندی سلسلہ کے عظیم روحانی بزرگ ہیں، وہ بھی حالتِ وجد میں ہوگئے، تمام اہلِ مجلس ان دو بلند پایہ ہستیوں کی ملاقات کے روحانی و وجدانی اثرات سے محظوظ ہو رہے تھے۔ وہ حضرت فخرالدّین عراقیؒ سہروردی کی فارسی نظم باترجمہ آپ بھی روحانی کیف وسرور لے کر پڑھیں چشمِ تصور میں اس وادی میں کچھ دیر کے لئے گم ہوجائیں، اور حال میں اسی مجلس میں شریک ہوجائیں۔

نظم

صنما رہِ قلندر سزد از بمن نمائی
کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

اے معبودِ حقیقی! اگر تو قلندری کی راہ (یعنی عشق کا راستہ) مجھے دیکھا دے تو بہتر ہے، اس لئے کہ میں نے دیکھا ہے، زہد و اطاعت سے تیرا قرب حاصل کرنا بہت دیر طلب اور دشوار کام ہے۔

بزمیں چو سجدہ کردم ز زمیں ندا برآمد
کہ مرا خراب کردی تو بسجدۂ ریائی

جب میں نے سجدہ کیا تو زمین سے آواز آئی، اے سیاہ کار! تو نے اپنے ریا اور دکھاوے کے سجدے سے مجھے خراب دیا ہے۔

بقمار خانہ رفتم ہمہ پاکباز دیدیم
چو بہ صومعہ رسیدم ہمہ یافتم دغائی

میں (عشق کے) مے خانے میں گیا اور سب کو نہایت پاکباز پایا اور جب میں زاہدوں کی عبادت گاہوں میں گیا تو مجھے ہر طرف دھوکا ہی نظر آیا۔

بطوافِ کعبہ رفتم ، بہ حرم رہم ندادند
تو برونِ در چہ کردی کہ درونِ خانہ آئی

میں طوافِ کعبہ کے لئے گیا، تو مجھے حرم میں داخلہ کی اجازت نہ ملی اور مجھ سے کہا گیا کہ تو نے حرم سے باہر کون سے اچھے عمل کئے ہیں جو حرم کے اندر داخل ہونا چاہتا ہے۔

نشود نصیبِ دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

تیری (محبت کی تلوار) سے دشمنوں کو قتل ہونا تو نصیب نہ ہوا، آخر تیرے دوستوں کا سر سلامت رہے کہ تو بار بار اُن پر خنجر آزماتا رہے۔ (اور تیرے دیدار کی تلوار سے یہ بار بار قتل ہوتے رہیں، یہ عاشقوں کی ایک عجیب لذّت ہے، جو وہی جانتے ہیں۔) گویا:

ے نگاہوں سے قتل کر دو نہ ہو تکلیف دونوں کو
تجھے خنجر اُٹھانے کی مجھے گردن جھکانے کی

در دیر چوں زنم من، ز درونِ در ندا بر آمد
تو بیا بیا عراقی کہ تو خواستگانِ مائی!

میں نے مے خانے کے دروازے پر دستک دی تو اندر سے آواز آئی، اے

عراقی! آجا آجا! تو تو ہمارے طلبگاروں میں سے ہے۔

یہ حضرت شیخ فخر الدّین عراقیؒ کی معروف غزل ہے، جو حضرت شیخ شہابُ الدّین عمر سہروردیؒ (م۔۶۳۲ھ) کے بھانجے تھے، کئی بزرگوں سے اُنہوں نے فیض حاصل کیا۔ حضرت بہاؤالدّین زکریا ملتانی سہروردیؒ (م۔۶۶۱ھ) کے داماد، مرید اور خلیفہ تھے، یہ سماع کا بے حد اشتیاق رکھتے تھے، اسی وجہ سے ملتان سے دمشق چلے گئے، ۲۰ ذی قعدہ ۶۸۸ھ بمطابق ۱۲۸۹ء میں فوت ہوئے، دمشق میں حضرت محی الدّین ابنِ عربیؒ کے مقبرے کے پہلو میں دفن ہوئے۔

یہ بھی یاد رہے کہ یہ کلام اشارات و کنایات کی زبان میں ہے، اس کا ظاہری معنیٰ و مفہوم ہی مراد نہیں ہے، بلکہ کلام مجاز میں ہے، جب عاشقانِ حقیقی اس کو پڑھتے ہیں، تو اس سے دور کا معنیٰ یعنی وصلِ الٰہی اور عشقِ حقیقی مراد لیتے ہیں، جیسا کہ وہ محبوب کے سامنے سجدہ ریزی سے شرعی سجدہ مراد نہیں لیتے بلکہ دل اور روح کا جھک جانا اور مَن کا اِطاعت گزار ہو جانا مراد لیتے ہیں، جیسے:

ے جو میں سربسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں (اقبالؒ)

۳۶۔ داتا علی ہجویریؒ کی بارگاہ میں رسائی

حضرت قبلۂ عالم الشاہ محمد سراج الحقؒ کا ایک پٹواری مرید تھا، جس کو مرید ہونے سے پہلے رشوت لینے کی بُری عادت پڑ چکی تھی، آپ نے اس کو نصیحت فرمائی اور رشوت کے نقصانات سے آگاہ فرما کر منع کر دیا لیکن وہ باز نہ آیا، آپ کو پتا چلا، آپ ناراض ہوئے اور اُس سے ملنے سے انکار کر دیا، آپ جب اُس گاؤں سے چلنے لگے تو وہ تانگے کے پیچھے دوڑتا رہا، دو (۲) میل تک تانگے کے پیچھے دوڑتا گیا، اس

خیال میں کہ میری نفسِ امّارہ کی پیروی کی غلطی کی وجہ سے میرے شیخِ طریقت ناراض ہوکر جارہے ہیں، اب میرا کیا جینا ہے؟ مسلسل دوڑتے ہوئے سردیوں کے دنوں میں اس کا پسینہ بہہ رہا تھا، خوف کے مارے اُس کا رنگ پیلا ہورہا تھا، سانس پھولا جارہا تھا، وہ دل ہی دل میں ندامت وشرمندگی اور بہت بے عزتی بھی محسوس کر رہا تھا، خادم محمد شریف شاہ نے اس کی حالتِ زار دیکھ کر قبلۂ عالمؒ سے معافی کی سفارش کی، تو آپ نے دوبارہ توبہ کرواکر معاف کردیا۔

ع مگر کہاں چھوٹتی ہے یہ ظالم منہ کو لگی ہوئی

چند ماہ بعد اس پٹواری نے پھر وہی جرم کرڈالا، قبلۂ عالمؒ کو پتا چلا تو آپ اُس سے بہت ناراض ہوئے، ڈانٹا، سخت سُست کہا اور اپنی درگاہ سے نکال دیا۔
محترم سیّد احسان کریم شاہ صاحب بتاتے ہیں، کہ وہ اِرادت کا بھی بڑا پکا تھا، لیکن رشوت سے بھی باز نہیں آرہا تھا، اُس نے معافی کی کوشش کی، مگر اس بار نہ ملی، وہ گھر چھوڑ کر لاہور داتا کی نگری میں حضور داتا صاحبؒ کی بارگاہ میں آگیا، حضور داتا علی ہجویریؒ (م۔۴۶۵ھ) مخدومِ اُمم ہیں۔ وہ چالیس (۴۰) دن یہاں رہا اور اپنی ساری سرگذشت آپ کو کہہ سنائی، چالیس (۴۰) دن بعد جب جانے لگا، تو رات کو لاہور کے بے تاج بادشاہ داتا صاحبؒ کی خواب میں زیارت ہوئی، آپ نے فرمایا:

''پٹواری جاؤ نہیں، تیرے پیر کامل ہیں، ہم ان کو یہاں ہی بلارہے ہیں''۔

چند دن گزرے تو حضور خواجہ الشاہ محمد سراج الحقؒ بھی لاہور آگئے، ممکن ہے اسی سفر میں حضرت شیرِ ربانی شرق پوریؒ کی ملاقات کے بعد (اُمید ہے آپ جس ملاقات کا ذکر دو صفحات پہلے پڑھ چکے ہوں گے۔) بحضور داتا صاحبؒ ہی آگئے ہوں گے، یہ ۱۹۳۰ء کی دہائی کی بات ہے، آپ نے خدام سے فرمایا:

تم دربار شریف پر جاکر فاتحہ شریف پڑھو، میں باہر ہی سے آستانِ داتا کی بوسہ زنی کرکے دعا کرلیتا ہوں، بس آپ جلدی آجانا، یہ حکم پاکر آپ کے تمام خدّام دربار شریف چلے گئے اور آپ دربار شریف کے احاطے سے باہر کھڑے تھے، وہیں پر مراقب ہوگئے، معلوم نہیں حضور داتا صاحبؒ نے حالتِ مراقبہ میں کیا کہہ دیا؟ اور آپ نے کیا سن لیا؟ اور مان بھی لیا، اندر ہی اندر کیا باتیں ہوگئیں؟

ہمیں صرف اتنا معلوم ہوا، کہ کچھ دیر گزری، تو آپ دربار شریف کی طرف چل دیئے، سامنے سے خدّام بھی مزار شریف سے سلام وفاتحہ خوانی کرکے واپس آرہے تھے، اُنہوں نے عرض کی، حضور پٹواری بھی یہاں آیا ہوا ہے، ہمیں ملا ہے، آپ نے فرمایا: اس کو بلاؤ، جب وہ بلا کر لائے، تو آپ نے کوئی بات نہ کی، اس کو گلے سے لگایا اور معاف کردیا، اور فرمایا:

''تو نے بڑی اعلیٰ سرکار سے سفارش کروائی ہے، اگر یہ سفارش نہ ہوتی کبھی معاف نہ کرتا، آئندہ اس جرم سے **تَوْبَةُ النَّصُوح** یعنی پکی توبہ کرلو''۔

چنانچہ وہ پٹواری رشوت سے باز آگیا، اس سے معلوم ہوا کہ حضور سیّدِ ہجویر، مخدومِ اُممؒ کا تعلق عالمِ برزخ میں ہوتے ہوئے بقیدِ حیات اولیائے کرام سے ہوتا ہے، حضرت خواجہ صاحبؒ کی حضور داتا صاحبؒ کے ساتھ نیاز مندی کا بھی علم رکھنے والا ہوگیا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پٹواری کی معافی کا بھی انتظام ہوگیا۔

ے گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما ﴿خواجہ معین الدّین چشتیؒ﴾

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

«حصہ سوم»

سراج الملّت والدّین حضرت خواجہ الشاہ محمد سراج الحق رح

اور

ردِ مرزائیت

ایمانیات کے باب میں عقیدۂ توحید کے بعد عقیدۂ رسالت میں ختمِ نبوّت پر ایمان لانا مومن کے لئے ضروری ہے، اہلِ اسلام کا یہ وہ اجتماعی اور بنیادی عقیدہ ہے، جس پر کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، مسلمانوں کے مختلف مسالک کے مابین دلیل کی بنیاد پر نکتۂ نظر میں معمولی سا اختلاف ہونے کے باوجود بھی اس مسئلہ پر کوئی دوسری رائے نہیں ہے، ختمِ نبوت کا عقیدہ بڑا واضح ہے، صاف، ٹھوس، غیر مبہم اور غیر معمولی حیثیت کا حامل ہے، جس پر بہت سی نصوصِ قطعیہ اور براہینِ نقلیہ اور عقلیہ دلالت کرتے ہیں، ارشادِ ربانی:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۔ (۱)

محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلۂ نبوّت کو ختم والے) ہیں اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والے ہے۔

(۱) الاحزاب ۳۳:۴۰

اس آیت میں بیان کردہ کلمہ ''**خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ**'' واضح کررہا ہے، کہ ختم نبوّت کا تاج سر پر سجانے والی اَرفع واعلیٰ، کامل واکمل، اکرم وامجد اور اشرف وافضل شخصیّت **حضرت مُحمّد مُصطفیٰ** ﷺ کی ہے، جن کے بعد کوئی نبی ورسول نہیں ہے، قیامت تک نہ ہی کوئی نبی ورسول آسکتا ہے، نہ آئے گا، نہ ہی اس کی ضرورت ہے، اسی رسولِ معظّم ومحتشم ﷺ کی شریعت ہی تا قیامِ قیامت جاری رہے گی، کسی اور انسان کو نبوّت کے مقام پر فائز کیا جائے گا نہ ہی رسالت کے منصبِ جلیلہ پر متمکن کیا جائے گا۔

یہی معنیٰ ومفہوم معروف مترجمین ومفسّرین، اکابرینِ علمِ لغت اور متقدِمین ومتاخرین اس کلمہ خاتم النبیّین سے اخذ کرتے رہے ہیں، اُمتِ مسلمہ کا رسالت کے باب میں یہی معنیٰ بنیادی اور اجتماعی عقیدہ ہے، اس معنیٰ کی تائید میں قرآن وسنت کے سینکڑوں دلائل وبراہین علمائے ربانیّین نے پیش کیے ہیں، اس مختصر سوانحی مضمون میں ان کی تشریحات وتفصیلات میں جانا باعثِ طوالت ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ جب بھی اس عقیدہ کے خلاف کوئی فتنہ رُونما ہوا، تو سنّتِ صدّیقی پر عمل کرتے ہوئے علماء وفضلا اور صوفیاء وصلحا سمیت سب اہلِ علم وقلم اور صاحبانِ فکر ونظر مل کر اس فتنے کو فرو کرنے کے لئے علمی وعملی کاوشوں سمیت میدانِ عمل میں کود پڑے، اس فتنہ کو بیخ وبُن سے اُکھاڑ باہر کیا، بد عقیدگی کے سامنے سدِّ سکندری قائم کردی، اسی طرح مرزا قادیانی کے شوریدہ سر میں عقیدہ ختمِ نبوّت کے حصار میں نقب لگانے کی سوجھی، تو ایک طرف آئمہ وفقہا، محدّثین ومفسّرین کے اقلام دلائل وبراہین کے اسلحہ سے لیس ہوکر عقیدہ ختمِ نبوّت کے پاسبان ومحافظ بن کر متحرک ہوگئے، تو دوسری طرف باطنی وروحانی قوتوں کے

وارث اپنی خداداد توفیق و طاقت کے ساتھ اس طوفانِ بلا خیز سے اُمتِ مسلمہ کو محفوظ رکھنے کے لئے مصروفِ جہاد ہو گئے۔

کچھ صوفیاء و عرفا نے شکوک وشبہات کے غبار کو صاف کر کے بعض خوش نصیبوں کو یہ سچا اور سُچا عقیدہ دکھا بھی دیا، جن میں قاطع مرزائیت، سراج السالکین، حضرت **الشاہ محمد سراج الحق زِیْدَ بَرَکَاتُہ** بھی شامل ہیں جنہوں نے دکھایا کہ نبوّت کے اس سلسلۃ الذّہب کی مالہ میں مرزا غلام احمد قادیانی موجود نہیں ہے، میثاقِ انبیاء کے وقت جو موجود نہیں، وہ اب کیسے داخل ہو سکتا ہے؟

درج ذیل سطور میں دراصل حضرت خواجہ صاحبؒ کی ان مساعیٔ جمیلہ کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، جو آپ نے اس طوفانِ بدعقیدگی کے سامنے بند باندھنے کے لئے کیں، اس مضمون میں ان کی خوارقِ عادات کرامات کے تذکرے کے ساتھ ان عملی اقدامات کا تذکرہ بھی کیا جائے گا، جو آپ نے اپنے دائرۂ کار میں رہتے ہوئے کیے، آپ نے اپنے قول وفعل سے لوگوں کو بدعقیدگی کے ڈھیر سے اُٹھا کر مرکزِ مہر و وفا، سرکارِ دوعالم، حضرت نبی مکرّم، خاتم النبیّین ﷺ کے درِ دولت پر لا کھڑا کیا، اور طالبانِ ہدایت سراجِ منیر ﷺ کی کرنوں سے خود کو منوّر کرنے لگے۔

«الف۔ عملی اقدامات»

زیرِ مطالعہ کتاب **انوار سراجیہ** کے حصہ اول ''احوالِ سراجیہ'' میں قبلۂ عالم حضرت الشاہ محمد سراج الحقؒ کے بیان کردہ حالات میں قادیانی فتنۂ انکارِ ختم نبوّت کے بارے میں مختصراً تحریر کیا جا چکا ہے، جو آپ نے مطالعہ فرما لیا ہو گا، مزید عملی اقدامات میں کچھ کا تذکرہ یہاں کیا جا رہا ہے، جو بالخصوص ماہنامہ السراج، ضیائے حرم یا مختلف سوانحی کتب میں تحریر ہیں، وہ اقدامات درج ذیل ہیں۔

۱۔ گورداس پور میں قیام کی وجہ

اسلام میں ہجرتوں کا سلسلہ بڑا طویل و قدیم ہے، انبیاء وصلحائے کرام ہجرتیں کرتے آئے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پہلی ہجرت حبشہ کی طرف کی، اس کے چند سال بعد نبی پاک رؤف الرحیم، سیّد کائنات، ختم المرسلین ﷺ نے مکۃ المکرّمہ سے مدینۃ المنوّرہ کی طرف ہجرت کی، جس کو تاریخ میں ہجرتِ مدینۃ النبی ﷺ کے نام سے جانا جاتا ہے، اس پر سلسلہ ختم نہ ہوا، اللہ کریم کے اولیائے کرام کی سیئات سے حسنات کی طرف بھی ایک ہجرت ہے، ان کے ساتھ مجاہدین اسلام نے ہجرت اور نقل مکانی کر کے دینِ اسلام کی شہادت مہیا کی، جہاں وہ ڈیرہ لگا کر بیٹھ جاتے وہی مقام آبِ حیات کی طرح اطراف واکناف کو سیراب کرنے لگتا تھا۔

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ الشاہ محمد سراج الحقؒ نے بھی کرنال سے گورداس پور ہجرت کی، اپنے قول وفعل اور گفتار و کردار کی صداقت اور ذکرِ الٰہی کے دوام سے مردہ دلوں کو زندہ کرنے کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی، قادیان جو گورداس پور کے ساتھ تھا، اس کے اردگرد کے لوگوں کا رجحان مرزا غلام احمد قادیانی (م۔۱۹۰۸ء) کے پیدا کردہ فتنے کی طرف ہوتا جا رہا تھا، بہت سے سادہ لوح انسان مرزا کی شعبدہ بازیوں کے جال میں پھنس رہے تھے، جعلی معجزات کا تانا بانا بھی لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کرنے کے لئے بُنا جا رہا تھا، مرزا قادیانی کی کریہہ صورت میں تو کوئی جاذبیّت نہ تھی، جو اس کے جھوٹا اور کذّاب ہونے کی کافی عقلی دلیل تھی۔

جب کہ دوسری طرف خانقاہِ سراجیہ کے بانی سراج المِلّت والدّین الشاہ محمد سراج الحق نوّر اللہ مرقدہٗ کو خالقِ کل نے علمی وعملی اور اخلاقی و روحانی عنایات کے ساتھ ظاہری وجاہت سے بھی خوب نواز رکھا تھا، شخصی اعتبار سے آپ کے چہرۂ

مبارکہ سے نورِ توحید عیاں رہتا تھا، یقیناً ان کے پُرنور چہرے سے اُٹھنے والی شعاعوں نے بھی لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا رکھا تھا، لوگ آپ کو سرکارِ دوعالم، نورِ مجسّم، سیّد العربِ والعجم ﷺ کے دین کا امین، صوفیاء کا حقیقی پرتو اور روایاتِ صالحین کا صحیح وارث قرار دیتے تھے، دین کی اس خدمت کے لئے مرشدِ گرامی حضرت صوفی **سیّد محمد حسین نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ** مرادآبادی (م۔۱۳۳۱ھ) نے آپ کو گورداس پور میں مقرر فرمایا تھا، لوگوں کو مرزا کے منحوس فتنے سے محفوظ رکھنے کے لئے پورے علاقے میں روحانی سلسلہ چشتیہ صابریہ کے نور سے کرنیں روشنی بکھیر رہی تھیں، آپ نے قادیانیت کے خبیث پودے کو پھلنے، پھولنے اور بڑھنے سے روکا، اس سلسلہ میں آپ نے خاموش مگر مؤثر اُسلوبِ تبلیغ اختیار فرمایا۔

اس روحانی سلسلہ میں بڑے بڑے جیّد علمائے کرام اور فضلائے عظام بھی شامل تھے، جن کو آپ نے اجازت عطا فرما رکھی تھی، قادیان کے اردگرد تبلیغ دین اور عقیدۂ ختمِ نبوّت کی دینی سرحد پر محافظ بنا کر مقرر فرما دیا تھا، اس بنا پر گورداس پور کو ایک مرکز کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی، آپ خلقِ خدا کو اپنی خداداد صلاحیتوں سے فائدہ پہنچاتے تھے، لوگ آپ کے مواعظِ حسنہ سے مستفیض و مستفید ہوتے تھے، اس پر مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے ملی ہوئی باطنی اور روحانی کرامات سے بھی مرزائیت کے جانگسل زہر سے لوگوں کو بچانے کی سعی مشکور فرما رہے تھے۔

۲۔ دسمبر میں عرس کیوں؟

قبلۂ عالم خواجہ محمد سراج الحق ؒ نے خانقاہی معمول سے ہٹ کر سالانہ ختمِ خواجگان اور عرس شریف کے لئے ہجری سال کی تاریخ کو متعیّن نہیں فرمایا تھا، جس میں اپنے متعلقین کے لئے اصلاحی و تربیتی محافل و مجالس منعقد کرنے کا اہتمام کیا

جائے۔ اس کے لئے عیسوی کیلنڈر کو اختیار فرمایا یعنی ۲۴ تا ۲۶ دسمبر کی تاریخ مقرر کی، ہجری سال کی تاریخ کی نسبت عوام کے لئے عیسوی تاریخ میں سہولت زیادہ تھی، برِ صغیر میں ہجری کیلنڈر کم استعمال ہوتا ہے، لیکن خاص طور پر اس کی وجہ یہ بھی تھی، کہ سال کا آخری عشرہ ہی وہ تھا، جس میں قادیان گاؤں میں مرزا کے ماننے والوں کا سالانہ جلسہ ہوتا تھا، اس کی حکمت حافظ مظہرُ الدّین رحمۃُ اللہ علیہ کی زبانی سنیے:

’’میرے عہدِ طفولیّت میں ایک دفعہ ایک صاحب نے (خواجہ صاحب ؒ سے) سوال کیا، حضرت آپ نے اپنے بزرگوں کے خلاف عرس کی تاریخ عیسوی (کیلنڈر کے مطابق) کیوں مقرر کی ہے؟۔۔۔۔۔۔حضرت نے فرمایا: انہیں تاریخوں میں قادیان کا جلسہ ہوتا ہے، ہمارا مقصد ہے لوگ اُدھر نہ جائیں‘‘۔(۱)

اس پر حافظ مظہر الدّین ؒ اپنے تأثرات یوں بیان کرتے ہیں:۔

بظاہر یہ ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے، لیکن (اگر اُن حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو،) اس سے اندازہ ہوتا ہے، عوام کو مرزائیت سے باز رکھنے کی حضرت کے دل میں کتنی فکر تھی، عین ممکن ہے، یہ تدبیر بھی حضرت نے اپنے پیرو مرشد حضرت **صوفی سیّد مُحمّد حُسین** (م۔۱۳۳۱ھ) مرادآبادی قدّس سرّہٗ العزیز کے اِیماء اور مشورے سے اختیار کی ہو۔(۲)

جھوٹے مدعیٔ نبوّت مرزا کے تمام پیروکار دور و نزدیک سے گمراہی کے اس اکھاڑے میں جمع ہوتے، پورے سال کی کارگزاریاں بیان ہوتی تھیں، ان رپورٹس کی روشنی میں کارکردگی کی بنیاد پر مستقبل کے پروگرام بنتے تھے، فنڈز متعیّن کیے

(۱) تذکرہ محدثِ اعظم ؒ (شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد ؒ قادری چشتی) ص:۸۲۔

(۲) شمیم ولایت ص:۶۰۵۔ ابومظہر چشتی ناشر بزمِ چشتیہ لاہور۔

جاتے تھے، مادی اور نفسیاتی طریقوں سے لوگوں کو مرزا کی طرف مائل کیا جاتا تھا، بہت سے سادہ لوح دیہاتی لوگ اپنی سادگی کی وجہ سے ان انگریز نواز شاہانہ وسیع انتظامات اور مبالغہ آرائی پر مبنی غلط بیانیوں سے متاثر ہوکر مرزا کے دامِ تزویر میں پھنس جاتے تھے، اس فتنے کے سامنے سدِّ سکندری قائم کرنے کے لئے اور قرآن و حدیث کی غلط تاویلات کرنے والوں کی طرف جانے سے اُمتِ مسلمہ کو بچانے کے لئے آپ نے آخری عشرہ ہی اپنے سالانہ عرس کے لئے پسند فرمایا۔

(اس میں عرس جیسے صوفیانہ اعمال اور تربیّتی ذکر و فکر کیا جاتا ہے، اور بالخصوص عرس کی آخری نشت آج بھی سراجیہ کانفرنس کے نام سے ہی پہچانی جاتی ہے۔ چشتی) (۱)

ان ایام میں اُمتِ مسلمہ کے جمع ہونے والے افراد کو ربُّ العزت کے ذکر کا بھولا ہوا سبق پھر سے یاد کروایا جاتا تھا، یادِ حق کی شمع دل میں روشن کی جاتی تھی، عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کے باب میں عقیدہ ختمِ نبوّت پر سیر حاصل گفتگو کی جاتی تھی۔ بظاہر تو یہ ایک معمولی سی کاوش نظر آتی تھی، لیکن اس وقت کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ ایک بہت بڑی رکاوٹ بھی تھی، جوان قادیانیوں کے مُلحدانہ مشن کے سامنے کھڑی کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ ایک فائدہ یہ بھی ہے، کہ اس کے انعقاد سے سلسلہ چشتیہ صابریہ کے فیوضات کی تقسیم کا نادر موقع بھی ملتا تھا، جس کو صحیح تربیّتی انداز میں استعمال کیا جاتا تھا، یہ فیصلہ آپ ؒ کی دور اندیشی اور ژرف نگاہی پر دلیل بھی ہے۔

۳۔ گورداس پور بطور ریاست بنام ''خواجہ سراج الحق''

صوفیاء و صلحا کو دنیا طلبی سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا، بلکہ جتنا ان کے پاس ہوتا وہ

(۱) ماہنامہ ضیائے حرم بھیرہ شریف کا ختمِ نبوّت نمبر ص: ۸۴، دسمبر ۱۹۷۴ء، لاہور۔

خلقِ خدا کی خدمت کے لئے ہوتا ہے، انگریز کے ایماء پر کھڑے ہونے والے فتنۂ مرزائیّت کے سامنے مضبوط رکاوٹ کھڑی کرنے کے لئے آپ نے ایک اور عملی اِقدام کیا، وہ یہ کہ جب آپ کو پتا چلا کہ مرزا انگریز حکومت سے مل کر گورداس پور کو بطور ریاست اپنے نام کروانا چاہتا ہے، اس کے لئے کوشش کی جارہی ہے، صرف اس بنیاد پر کہ گورداس پور اور اس کے اردگرد کا پورا علاقہ ہی اس کے ماننے والوں کا ہے، چنانچہ اس کے درخواست دینے سے دو سال قبل آپ کو پتا چل گیا۔

قبلۂ عالم نے اپنے مریدِ صادق مولانا قاری فضل دین مدنی کو مدینہ منورہ سے واپس بلالیا، آپ نے ہی اس کو حصولِ تعلیم کے لئے دیارِ حبیبِ خدا ﷺ میں بھجوایا تھا، تکمیلِ تعلیم کے بعد قاری صاحب کی آمد پر گورداس پور میں ایک ہائی سکول قائم کیا گیا، جس کا تعلیمی انتظام قاری صاحب کے سپرد تھا، قاری صاحب نے تعلیم و تربیّت کی کاوشوں کو تیز تر کردیا۔ حضرت صاحب نے قاری صاحب کو تعلیم و تعلّم کے ساتھ ایک اضافی یہ فریضہ بھی سونپ دیا، کہ اپنی جماعتِ سراجیہ کے مریدین کی ایک فہرست مع سکونت اور مکمل پتا جات تیار کی جائے، لہٰذا تعمیلِ ارشاد ہوئی، وہ کئی جلدوں میں فہرست مکمل ہوئی، لیکن شومئی قسمت کہ تقسیم برِّصغیر کے وقت ضائع ہوگئی۔

تکمیلِ فہرست کے بعد آپ نے انگریز حکومت کے سامنے درخواست دائر کردی، کہ مرزا صاحب کی بجائے یہ گورداس پور کو بطور ریاست بنام ''سراج الحق'' قرار دیا جائے، کیونکہ گورداس پور اور اس کے گردونواح میں (حضرت خواجہ سراج الحق کے مریدین و معتقدین کی اکثریّت ہے، بطورِ گواہ وہ ناموں اور پتا جات کی فہرستیں پیش کردیں، وہ لاجواب ہوگئے، مجبوراً انہیں مقدمہ خارج کرنا پڑگیا، اس کوشش سے مرزا کی درخواست کو نامنظور کروانا مقصود تھا، نہ کہ حقیقت میں گورداس

پور کو اپنے نام لگوانا مقصود تھا، آپ کی درخواست پر مرزا کی درخواست کو رد کر دیا گیا، اس سے مرزا کو بہت مایوسی ہوئی۔(۱)

﴿ب☆ اصلاحی اقدامات﴾

حضرت خواجہ الشاہ محمد سراج الحق نوَّرَ اللہُ مرقدَہٗ بڑے دور اندیش انسان تھے، آپ نے مرزائیت کے فتنے کو فرو کرنے کے لئے کئی انفرادی اور اصلاحی اقدامات اور کوششیں بھی کیں، جس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ سے کئی کرامات کا ظہور رہوا، جن میں سے چند ایک کا تذکرہ یہاں کیا جا رہا ہے۔

۱۔ مولانا نواب اُلدّین پر قتل کا مقدمہ

مولانا موصوف بڑے جرأت مند اور بہادر عالمِ دین تھے، جس طرح اللہ کریم نے علم میں وسعت اور پختگی عطا فرما رکھی تھی، اسی طرح دینی اَقدار کو نافذ کرنے میں وہ اپنی حد تک کسی لیت ولعل سے کام نہیں لیتے تھے، یہ مجاہد صفت عالم دین کئی مقدمات میں برطانوی حکومت کو مطلوب بھی تھے، یہ جرأت رندانہ ہی تھی، مرزا کی بیوی جو خود کو مسلمان کہتی تھی، مولانا صاحب نے اس سے شرعی نکاح کر لیا تھا، اور اس کو اپنے عقدِ مسنون میں شامل کر کے گھر لے آئے تھے۔

یہ ۱۹۲۵ء سے قبل کی بات ہے، جب مرزا سے تنسیخِ نکاح کا مشہور مقدمہ مولانا صاحب کے ساتھ چل رہا رہا تھا، فیصلہ میں ابھی چند دن باقی تھے، مرزائیوں نے ایک جلسہ عام منعقد کیا، اس میں مولانا صوفی نواب اُلدّین کی شان میں توہین آمیز زبان استعمال کی گئی، غیر اَخلاقی الفاظ کا یہ سلسلہ طویل ہوگیا، تو مولانا مرحوم نے اس ہرزہ سرائی کرنے والے کو موقع پا کر قتل کر دیا، یہ خبر آناً فاناً پورے شہر میں جنگل کی

(۱) تلخیص شمیم ولایت ص: ۶۲۵۔ ابو مظہر چشتی، ناشر بزمِ چشتیہ لاہور۔

آگ کی طرح پھیل گئی، خانقاہ سراجیہ میں جب قبلہ عالم کو پتا چلا تو حضرت خواجہ صاحب زِیدَ بِرُّکَاتُہٗ نے ارشاد فرمایا:

"دنیا میں کوئی مائی کا لال میرے اس شیر کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔"

مقدّمہ کا فیصلہ بظاہر انگریز جج کے ہاتھوں میں تھا، اگرچہ فیصلہ تو آسمانوں پر ہو چکا تھا، مگر اس کی انگریز جج کو کیا خبر تھی؟ جج نے مرزائیوں کو یقین دلایا، مولوی نواب اُلدّین کو پھانسی کا حکم دوں گا، جب حضرت خواجہ صاحبؒ نے سنا تو فرمایا:

"کوئی مائی کا لال میرے شیر کو پھانسی تو کجا کچھ بگاڑ بھی نہ سکے گا۔"

فیصلے کے روز حضرت خواجہ صاحب (مدّظلہ) بنفسِ نفیس عدالت میں تشریف لے گئے، جج مولانا نواب الدّین کے لئے پھانسی کا حکم لکھ چکا تھا، جج جب فیصلہ سنانے لگا، حضرت خواجہ صاحب جو طبعی طور پر انتہائی متحمل مزاج اور نہایت متین انسان تھے، بہت غضبناک ہو کر فرمانے لگے۔

"لے جج سُنا فیصلہ"۔

حضرت خواجہ صاحب بار بار یہ فرما رہے تھے، جج بہت پریشان تھا، کل میں نے پھانسی کا حکم خود لکھا تھا، آج مولانا نواب اُلدّین کے حق میں فیصلہ کیسے ہوگیا؟ جج کرسی عدالت سے نیچے اُتر کر حضرت کے قدموں میں گر گیا اور معافی مانگ کر کہنے لگا، آپ تو بڑے "پیر پادری" ہیں، حضرت نے فرمایا:

"مجھے پیر پادری نہ کہو میں تو اللہ کا ادنیٰ سا بندہ ہوں۔"

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا:

"اگر تم فیصلہ نہیں سنا سکتے تو لاؤ یہ فیصلہ میں سنادوں"۔

آخر انگریز جج نے مولانا نواب الدّین کے بَری ہونے کا اعلان کر دیا۔(۱)

۲۔ دیدار خواجۂ باعثِ خوش عقیدگی

آپ کے دور میں فتنۂ مرزائیت و قادیانیت کا بہت چرچا ہو رہا تھا، اس فتنے کے سامنے سدِّ سکندری قائم کرنے کے لئے آپ کو کرنال سے اُٹھا کر گورداس پور لا کر بٹھایا گیا تھا، رفتہ رفتہ شیخِ کامل کی دور بنی اور اس میں پنہاں اَسرار و رموز عیاں ہونا شروع ہو گئے، چنانچہ تذکرہ محدثِ اعظمؒ کے مصنف لکھتے ہیں کہ:

مرزا قادیانی نے جب سنسنی خیز پیش گوئیوں کے ذریعے عوام کو اپنی طرف متوجّہ کرنا شروع کر دیا، حضرت خواجہ صاحب نوّرَ اللہ مرقدہٗ نے علماء وصوفیاء کی جماعت لے کر قادیان کے اردگرد ایک تبلیغی حصار قائم کر دیا، دیہات کے لوگ تو مرزا سے واقف ہی تھے، مرزا کی شکل وصورت میں ان کے لئے کوئی جاذبیّت نہ تھی، لیکن اس کے برعکس جب وہ حضرت خواجہ الشاہ محمد سراج الحق کی صورت میں نور کے پیکر کو اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھتے، تو نہ صرف مسرور ہوتے بلکہ ان کے لئے حق و باطل میں امتیاز کرنا کوئی مشکل نہ رہتا۔

حضرت خواجہ صاحب کی بیعت کر کے اپنے آپ کو بے دین اور اِلحاد کے ہر وار سے محفوظ کر لیتے، حضرت خواجہ صاحب نے دس بارہ (۱۲) افراد کو خلعتِ خلافت (یعنی نامزد کر کے) سے سرفراز فرما کر تبلیغ کا کام ان کے سپرد کر دیا تھا، یہ علماء

(۱) تلخیص شمیم ولایت ص:۶۰۷، ۶۰۸۔ ابو مظہر چشتی ناشر بزمِ چشتیہ لاہور۔

وصوفیائے کرام اسی علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔(۱)

۳۔ اولادِ نرینہ بمقابلہ مرزائیت

پیر محمد شریف شاہ صاحبؒ جو بچپن ہی سے حضور قبلۂ عالم کے ساتھ بطور خادم رہے، اور تقریباً بیس (۲۰) سال تک خدمت بجالائے، اُنہوں نے بیان کیا، بھائی غلام نبی ولد غلام قادر ککے زئی دھرم کوٹ رندھاوا تحصیل بٹالہ ضلع گورداس پور حضور قبلہ **الشاہ مُحمّد سراج الحق** چشتی صابریؒ کے غلاموں میں سے تھے، اور گورداس پور ریلوے اسٹیشن پر ریلوے تھانہ میں بطور ہیڈ کانسٹیبل (Head costable) کے فرائض ادا کر رہے تھے۔

بدقسمتی سے انچارج تھانہ مرزائی تھا، اس کے ساتھ کافی کشمکش رہا کرتی تھی، تھانے دار اُسے کہا کرتا تھا، کہ مرزائی ہو جاؤ، مگر یہ انکار کرتا رہا، اور کہتا کہ میرے قبلۂ عالم ولی کامل ہیں، مجھے کسی اور جانب دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ تھانیدار ایک دن کہنے لگا، کہ کبھی اپنے پیر کی ملاقات کرادو، تو میں بھی ان سے تبادلۂ خیالات کر لوں، چنانچہ ایک مرتبہ عرس شریف کے بعد جب آپ کرنال شریف لے جانے لگے، تو غلام نبی نے عرض کیا، کہ حضور تھوڑا سا وقت مجھے بھی عنایت فرمائیں۔

گاڑی تقریباً رات کے دو (۲) بجے چلتی تھی، اس لئے آپ نے فرمایا، کہ ہم تیار ہو کر آپ کے پاس آجائیں گے، چنانچہ آپ مغرب کے بعد وہاں تشریف لے گئے، کافی آدمی حضور قبلۂ عالمؒ کے ساتھ تھے، تھانیدار بھی آگیا، تو اس کے ساتھ گفتگو شروع ہوگئی، اس نے کہا، کہ میں زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتا، دو حرفی بات کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے، کہ غلام نبی کے ہاں کافی عرصہ سے کوئی اولاد نہیں ہے۔ آپ

(۱) تذکرہ محدثِ اعظمؒ ص:۸۱۔ بحوالہ ماہنامہ ضیائے حرم کا ختمِ نبوّت نمبر لاہور۔

دعا کریں کہ اس کے ہاں نرینہ اولاد ہو، اور میں دعا کرتا ہوں، کہ اس کے ہاں اولاد نہ ہو، اگر ایک سال کے اندر اولاد پیدا ہوگئی، تو میں مرزائیت سے توبہ کرلوں گا، اور اگر نہ ہوئی، تو آپ کو میرا مذہب اختیا کرنا ہوگا۔

آپ نے فرمایا: کہ یہ دعویٰ کرنا تو مشکل ہے، اللہ تعالیٰ تو خالقِ مطلق ہے، مگر تھانیدار اسی پر اصرار کرتا رہا، اور یہ بات یہاں تک پہنچ گئی، کہ ایک تحریر لکھی گئی، اس پر قبلۂ عالم نے بھی توکّل برخدا دستخط کردیئے، اور تھانیدار نے بھی۔ یہ بہت اہم بات تھی، اللہ تعالیٰ کی قدررت کا عجیب کرشمہ ہوا، کہ غلام نبی کے ہاں اسی سال فرزندِ ارجمند پیدا ہوا، جس کا نام بھی حضور کے ارشاد کے مطابق **احسان الحق** رکھا گیا ۔ (خدا تعالیٰ نے ختمِ نبوّت پر اعتقادِ کامل رکھنے والوں کو فتح و نصرت سے نوازا اور غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کے اُٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لی، دعا قبول فرما کر بیٹے کی نعمت عطا فرمادی، اور ان کو رسوا ہونے سے بچالیا۔ چشتی غفرلہٗ) (۱)

۴۔ مرزائیت سے توبہ

حکیم رحیم بخش ساکن چوہدری والا (فیصل آباد) نے بیان کیا ہے، کہ میرے والد نے مرزائیوں کی صحبت سے متاثر ہوکر مرزائیت اختیار کرلی ہے، جس کا مجھے سخت صدمہ ہوا، حضور قبلۂ عالم الشاہ محمد سراج الحق (مدّ ظلہ العالی) گاؤں میں تشریف لائے، میں نے والد صاحب کے متعلق التجا کی اور صورتِ حال ساری اپنے شیخ طریقت کو عرض کردی، تو آپ نے فرمایا: عصر کی نماز کے بعد انہیں بلانا، آپ نے عصر کی نماز ادا کی تو میں والد صاحب کو ساتھ لے گیا۔

آپ والد صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا، کہ آپ نے مرزائیت

(۱) ماہنامہ السراج ص: ۳۸، ۳۹ دسمبر ۲۰۰۳ء۔

کیوں اختیار کی ہے؟ والد صاحب کوئی اَہلِ علم میں سے نہ تھے، کہ علمی جواب دیتے، مگر انہوں نے اتنا کہا، کہ حضرت محمد ﷺ جب مکہ مکرّمہ میں نبی بن کر تشریف لائے، تو جن لوگوں نے آپ کو نبی مان لیا، وہ بہت اچھے رہ گئے، وہ صحابی بن گئے، اور جو ایمان نہ لائے وہ برباد ہوگئے، قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہوں گے، مجھے بھی یہی خیال آیا، اِمامِ مہدی نے آنا ضرور ہے، اس مرزا نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے، ایسا نہ ہو قیامت کے دن مجھے نہ ماننے والوں میں سے ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے ندامت اُٹھانی پڑے۔ حضور قبلۂ عالم نے اس پر ایسا جواب دیا، کہ والد صاحب کی آنکھوں میں آنسو آگئے، اور فوراً مرزائیّت سے توبہ کرلی۔

آپ نے فرمایا: اگر قیامت کے دن آپ کو مرزا قادیانی پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے کوئی باز پُرس ہوجائے تو ہم ذِمہ دار ہوں گے، آپ کا یہ فرمانا تھا، والد صاحب زار و قطار رونے لگے، جسم پر کپکپی طاری ہوگئی، آواز بھرا گئی، دوبارہ آپ کے دستِ حق پرست پر والد صاحب نے توبہ کی، حضرت خواجہ صاحب اگلے روز واپس تشریف لے گئے۔ اس سے اگلی بات ضرور پڑھیے، کیونکہ وہ اس لیے بھی لائقِ مطالعہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے ایمان مظبوط ہوجائے گا، حضور ﷺ کی ختم نبوّت پر عقیدہ پختہ اور غیر متزلزل ہوجائے گا۔

۵۔ سرکار خاتم النبیّن ﷺ کا دیدار پُر انوار

دو تین دن بعد والد صاحب نے مجھے بتایا، آج میرے ساتھ بہت عجیب واقعہ پیش آیا، تہجّد کے وقت مسجد میں نفل پڑھ رہا تھا، باہر سے مجھے کسی نے آواز دی، باہر دیکھا، حضرت خواجہ الشاہ محمد سراج الحق صاحب کھڑے تھے، آپ نے فرمایا: میرے ساتھ آؤ، میں آپ کے پیچھے ہولیا، جب آپ گاؤں کی حدود سے تھوڑا باہر

لے گئے، تو ہم دونوں کسی اور ہی دنیا میں پہنچ گئے تھے۔

کیا دیکھتا ہوں؟ ایک بہت بڑا میدان ہے، جہاں پر بہت سی بزرگ ہستیاں تشریف فرما ہیں، صدرِ مجلس ایک نہایت حسین وجمیل اور نورانی چہرے والی شخصیّت تھے، جن کی پیشانی سے نور کے شعلے اُٹھ کر ساری مجلس کو منوّر کر رہے تھے۔

حضور قبلۂ عالم نے مجھے فرمایا: آپ سے وعدہ کیا تھا، قیامت میں اگر باز پُرس ہوگی تو میں ذمّہ دار ہوں، میں نے یہ خیال کیا، یہ بوجھ اپنے ذِمّے سے دنیا میں ہی اُتار دوں، دیکھ لو یہ سامنے تخت پر جنابِ رسول اللہ، خاتم النبیّن **حضرت محمد مصطفیٰ** ﷺ تشریف فرما ہیں، آپ غور سے دیکھ لیں، ان میں کہیں وہ شخص (مرزا قادیانی) تو موجود نہیں، والد صاحب فرماتے ہیں، میں نے اچھی طرح غور سے دیکھا، مجھے کہیں وہ نظر نہ آیا، میری خوب تسلّی ہوگئی، اتنے میں آپ نے فرمایا: آؤ! واپس چلیں، جب واپس اسی جگہ پر پہنچا، تو حضرت خواجہ صاحب ساتھ نہ تھے، میں مسجد کے پاس کھڑا تھا، یہ واقعہ کوئی خواب نہیں بلکہ سامنے اور جاگنے کا ہے، اس سے، میرا ایمان اور بھی پختہ ہوا، آپ کی ولایت اور ایفائے عہد کا دل و جان سے معترف ہوگیا، میری اپنے شیخ سے محبت وعقیدت اور بڑھ گئی۔ (۱)

۶۔ مناظرہ سے اجتناب

مناظرہ سے اجتناب واحتراز کیوں؟ اس پر اسی باب کے **حصہ د** میں بعنوان (حضرت خواجہ سراج المِلّت والدّین اور راہِ اعتدال) میں کسی حد تک تفصیل کے ساتھ آپ مطالعہ فرمائیں گے، مگر سرِ دست اتنی بات ذہن نشین فرمالیجئے، وہاں مسلمانوں کے مابین مختلف مسالک کے باہمی مناظرے کا تذکرہ ہوگا، جب کہ اس

(۱) ماہنامہ اسراج ص: ۳۹، ۴۰۔ دسمبر ۲۰۰۳ء فیصل آباد

مقام پر غیر مسلم اور دینِ اسلام سے خارج انگریز یعنی یہود اور نصاریٰ کی گہری سازش کے تحت عیسائیت کے خود کاشتہ اور پروردہ فتنۂ قادیانیّت کا ذکر ہے، جو برِّ صغیر میں کھڑا کیا گیا، ایک مہلک فتنہ تھا، مگر ان قادیانیوں سے بھی حضرت خواجہ صاحب خواہ مخواہ بحث وتکرار سے اجتناب واحتراز فرماتے تھے۔

آپ بفضلہٖ تعالیٰ نگاہِ ولایت سے تقدیر بدل دینے کی طرف زیادہ توجّہ فرماتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے زیرِ مطالعہ کتاب کے احوال سراجیہ اور اسرارِ سراجیہ کے حصوں میں پڑھا بھی ہوگا، بایں طور آپ کا شمار محافظینِ ختمِ نبوّت کے اُن قائدین میں ہوتا ہے، جو پشت پناہی کر کے روحانی کمک پہنچا کر سپاہیانِ اسلام کی مدد فرمایا کرتے تھے، یعنی ختمِ نبوّت کے باب میں آپ کے کام کا انداز صوفیانہ تھا، جس کو آسان پیرائے میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے، آپ کی خدمات قالی کم اور حالی وروحانی زیادہ تھیں، مولانا نوابُ الدّین صاحب کا مذکورہ بالا واقعہ بھی اسی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ آپ بھی اس کو مطالعہ فرما کر اپنے ایمان کو نئی روشنی اور تازگی مہیا کریں، مشہور نعت گو شاعر حافظ مظہر الدّین اپنے والد مولانا نوبُ الدّین رمداسی علیہ رحمۃُ الرحمٰن (جو حضرت الشاہ محمد سراج الحق نوّرَ اللہُ مرقدہٗ کے مریدِ خاص تھے۔) جن پر مقدمہ قتل کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے، ان کا ہی ردِ مرزائیت کے حوالے سے ایک واقعہ مزید یوں ذکر فرماتے ہیں۔

جب مرزا قادیانی ایک مقدمہ میں ماخوذ ہو کر گورداس پور کی عدالت میں آیا، تو والد صاحب کو اس کے آنے کا جب پتا چلا، تو وہ بھی بھاگم بھاگ عدالت میں پہنچ گئے، مرزا کے اِرد گرد سے لوگوں کا حصار توڑ کر آگے بڑھ کر مرزا کا بازو پکڑ لیا، بازو کو شدید جھٹکا دے کر فرمانے لگے: **او مردود!** نبوّت اگر جاری ہوتی اور اللہ

تعالیٰ اس علاقے میں کوئی نبی بھیجتا تو بتا کہ مجھ جیسے وجیہ اور خوبصورت انسان کو بھیجتا یا تجھ جیسے بجّو (کریہہ صورت) کو۔ یہ سن کر حاضرین کے انبوہِ کثیر سے ایک قہقہ بلند ہوا اور مرزا پر سکتے کا عالم طاری ہوگیا۔

والد صاحب کی روانگی کے وقت ہی حضرت خواجہ **الشاہ محمد سراج الحق** کو پتا چل گیا، کہ مولوی نوبُ الدّین رمداسی مرزا سے باتیں کرنے کے لئے چلے گئے ہیں، بہت جلد حضرت خواجہ صاحب بھی وہاں پہنچ گئے، اور والد صاحب کو واپس اپنے ساتھ لے آئے۔(۱)

۷۔ مشاہدہ سے بہرہ یاب

ایک دفعہ کچھ مرزائی حضرت خواجہ الشاہ محمد سراج الحق ؒ کے پاس مناظرہ کرنے آئے، آپ نے فرمایا: فقیر مناظرہ نہیں کرتا، آپ سب میرے اردگرد بیٹھ جاؤ، جب بیٹھ گئے تو فرمایا: دیکھو مرزا جہنم میں بڑا عذاب میں مبتلا ہے، چنانچہ مرزائیوں نے اپنی ظاہری آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا، ان میں سے کئی خوش قسمت تائب ہو کر اسی وقت مسلمان ہوگئے، اور باقی بدقسمت مرزائی چلاتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئے۔(۲)

۸۔ اطاعتِ حیوانات

ایک دفعہ لائل پور (فیصل آباد) ریلوے اسٹیشن پر کئی مرزائی حضرت قبلہ خواجہ صاحب سے اُلجھنے کی غرض سے آئے، آپ نے بس اتنا فرمایا: وہ بھینسیں جا رہی ہیں، ان کے پاس جا کر صرف اتنا کہہ دو، کہ سراج الحق بلا رہا ہے، مرزائی مضحکہ اُڑانے لگے اور تمسخر کے طور پر بھینسوں کے قریب جا کر آپ کے الفاظ دہرائے، بھینسیں

(۱) تذکرہ محدثِ اعظمؒ (شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قادری چشتی فیصل آباد) ص:۸۱۔

(۲) قلمی مضمون: از مولانا غلام علی، مدرس دار العلوم سراجیہ، فیصل آباد۔

فوراً قبلۂ عالم کی طرف پلٹ گئیں، یہ کرامت دیکھ کر کئی مرزائی مسلمان ہوگئے تھے۔(۱)

☆ یہ بات یاد رہے کہ یہ دونوں واقعات ماہنامہ السراج میں نہیں ملے، بلکہ مولانا غلام علی صاحب کے مضمون سے ماخوذ ہیں، جو دار العلوم سراجیہ میں مدرس ہیں، مگر بعید از کرامات نہیں ہیں، حضرت خواجہ صاحب تبلیغی واصلاحی دورے پر تقسیمِ برِصغیر سے قبل موجودہ پنجاب کے شہر لاہور اور لائل پور آیا کرتے تھے، سفر بھی زیادہ تر گاڑی کا ہوتا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید تو نہیں ہے، وہ قادرِ مطلق ہے اپنے اِطاعت شعار بندوں سے ایسی کرامات کا ظہور فرما کر اگر اسلام کے کسی گوشے کو صاف وشفاف کر کے پیش کرنا چاہتا ہے، تو اس خالقِ کُل کے سامنے کیا مانع ہے؟ وہ اپنے کئی غبار آلود چہرے والوں کی قسمیں پوری دیا کرتا ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، اَللّٰھُمَّ اسْتُرْنَا بِسَتْرِکَ الْجَمِیْلِ، بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَبِحُرْمَةِ اَوْلِیَآءِ الْکَامِلِیْنَ وَالْوَاصِلِیْنَ وَعُلَمَآءِ رَبَّانِیِّیْنَ، اٰمِیْنَ۔

تہجّد پڑھنا کیسے آسان ہے؟

☆ کھانے سے معدہ خالی ہو، ☆ پینے میں بھی کمی ہو،
☆ گناہ بھی قلیل ہوں، ☆ دن کا قیلولہ بھی ہو،
☆ نیکی کا شوق بھی ہو، ☆ تو تہجد کی توفیق ملتی ہے۔

(۱) قلمی مضمون۔ مولانا غلام علی، مدرس دار العلوم سراجیہ، فیصل آباد۔

﴿حصہ چہارم﴾

حضرت خواجہ سراجُ الملّت والدّین قبلہ عالَم الشّاہ مُحمّد سراجُ الحق اور

راہِ اعتدال

انسان کا مادی جسم عناصرِ اَربعہ یعنی آگ، پانی، ہوا اور مٹی سے تشکیل پایا ہے، یہ چاروں چیزیں ایک خاص تناسب میں جسم کے اندر ہمہ اوقات موجود رہیں تو صحت درست رہتی ہے، جونہی اس میں بے اعتدالی پیدا ہو جائے یعنی کسی چیز میں کمی یا زیادتی ہو جائے، تو جسم کی سلطنت پر بیماری کا حملہ ہو جاتا ہے، صحت خراب ہو جاتی ہے، حکماء و معالجین بڑی حکمت و دانائی کے ساتھ غذا، دوا، کبھی دونوں یا پھر صرف پرہیز سے اس چیز کی کمی یا بیشی کو اعتدال پر لاتے ہیں۔

اس طریقۂ علاج سے انسان کا جسم پھر سے تندرست و توانا ہونا شروع ہو جاتا ہے، بلا تشبیہ و بلا مثال ایسا ہی اعتدال انسان کی علمی، عملی، نظری، فکری، روحانی اور باطنی دنیا کو درست رکھنے کے لئے بھی ضروری ہے۔ علم غیر نافع ہی ایسا علم ہے جو انسان کو تند خُو، شدّت پسند، ہٹ دھرم، اَکھڑ مزاج اور ضدی بنا دیتا ہے، علم کو غیر ضرر رساں اور نفع بخش بنانے کے لئے اَخلاقِ حسنہ، حلم، تحمّل، بردباری، برداشت عفوو درگزر، ملنساری اور رواداری جیسی ادویاتِ روحانیہ استعمال کروا کر انسان کی اَخلاقی بیماریوں کو روحانی و نورانی علاج سے شفا میں تبدیل کیا جاتا ہے، ریاضت و مجاہدہ کی

بھٹی سے بار بار گزار کر کُندن بنایا جاتا ہے۔

پھر اس کی صحبت بھی فائدہ مند، اس کا علم بھی نفع بخش، اس کی تحریر و تقریر بھی فیض رساں ہو جاتی ہے، اس کی خاموشی دل کو موہ لینے والی اور ملاقات دل پر اَنمٹ نقوش ثبت کر دیتی ہے۔ وہ شخص جہاں سے ایک بار گزر جائے اس کی مہک عرصہ دراز تک وہاں قائم رہتی ہے، اور راستے کے ذرّے بھی جُھک جُھک کر اس کو سلام پیش کرتے ہیں، اس قسم کی شخصیّت میرے **ممدوح** سراجِ سالکاں، حضرت **الشّاہ مُحمّد سراجُ الحق زِیدَ بَرَکَاتُہ' وَاَنْوَارُہ'** کی تھی، جن میں اعتدال، ملنساری اور رواداری کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی، اپنے تو رہے اپنے اَغیار بھی ان کی صحبت سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے۔

ایسی ہی چند ملاقاتوں کا تذکرہ درج ذیل سطور میں کیا جا رہا ہے، حضرت خواجہ صاحب ؒ کی زندگی کے اعتدال پر مبنی شاہکار واقعات ذکر کرنے سے قبل زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے، یہ جان لیا جائے کہ انسان جب اپنے فکری و نظری مخالف کو دیکھتا ہے، تو اس کی حسِ مناظرہ جاگ اُٹھتی ہے، ایک ہی دین کے پیروکاروں میں صرف مسلکی رائے کی بنیاد پر مناظرہ بہتر ہے یا اعلیٰ انسانی اَخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے ضبط و صبر کا دامن تھام لینا بہتر ہے۔ اس لئے حقیقتِ مناظرہ معلوم کرنے سے پہلے مناظرہ کے متعلق چند چیزیں ذہن نشین کر لی جائیں، تو اُمید ہے طبیعت کو اعتدال پر لانے کے لئے اِن شاءَ اللہ تعالیٰ ان سطور کا مطالعہ قارئین کے لئے زیادہ نہ سہی تو کم از کم مفید ضرور ہوگا۔

۱۔ مناظرہ یا مجادلہ

ہر دور میں کچھ ایسے علمی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں، جہاں اَہلِ علم و فکر اور

صاحبانِ فہم و دانش تبصرہ و تجزیہ کرکے اعتدال پر مبنی ان مسائل کا حل نکالتے ہیں، بعض دفعہ معاملہ اس سے آگے بڑھ جائے تو مناظرہ سے نتیجۃً مجادلہ تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ یہ کیفیّت مذہبی مسائل میں ہی صرف نہیں بلکہ دیگر عائلی و معاشی اور سیاسی معاملات پر بھی پیدا ہوسکتی ہے، اس سے بعض اوقات وقت کے ضیاع کے ساتھ ساتھ انسانی جانوں کا ضیاع بھی ہوجاتا ہے، فی زمانہ اُمتِ مسلمہ میں بین المسالک اختلافی موضوعات پر گفتگو جاری رہتی ہے، وسیع الظرف اور سلیم الطبع اہلِ علم کے مابین یہ گفتگو جاری بھی رہے تو کیا حرج ہے؟

یہ جہاں زرخیز ذہن کی علامت ہے، وہاں علمی ورثہ کو تقلیدِ جامد سے نقال کر نئی نسل تک منتقل کرنے کا ذریعہ بھی ہے، اور کئی لوگوں نے تو اپنی زندگی کا نصب العین ہی چند مختلف فیہ مسائل کو ہی بنالیا ہے۔ اُن کی شب و روز کی جملہ کاوشیں اسی کے گرد گردش کناں رہتی ہیں، اور بالمقابل کو نیچا دکھانے اور اپنی پسند کے مسلک کو درست ثابت کرنے کے لئے دلائل و براہین اور تحقیق و تکلم کی ساری توانائیاں بروئے کار لائی جاتی ہیں۔

بدقسمتی سے ایسی اَبحاث زیادہ تر ہدایت کے نور سے خالی ہوتی ہیں، اور وہ لوگ مسلکی برتری اور خود پسندی کے جال میں پھنسے ہوئے ہوتے ہیں، مسلک کی برتری کے لئے الفاظ کا تانا بانا بنا جاتا ہے، جو الفاظ کے میدان کے کھلاڑی زیادہ تر بُنتے رہتے ہیں۔ حسنِ نیّت کے ساتھ صراطِ مستقیم کو پانے اور ہدایت کو حاصل کرنے کی غرض سے مذاکرہ یا پھر بحث و مباحثہ ہو، جو رواداری اور تحمل کے دائرے میں ہو تو کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے، جبکہ ایسا بہت کم ہوگا۔

صوفیائے کرام بے مقصد مباحثے اور لاحاصل مذاکرے کو وقت کا ضیاع

قرار دیتے ہوئے عام طور پر اس سے اجتناب کرتے ہیں، بے جا اور دوراز کار تاویلات سے گریز کرتے ہیں، اور اس کو عملی تغافل و تساہل جانتے ہیں۔ اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ عام لوگ بھی صرف لفظی اختلافات کو ہوا دے کر عدمِ واقفیت اور قلّتِ مطالعہ کی بنا پر اپنے فریقِ مخالف پر کافر، منافق، بدعتی، کا حکم صادر کرنے لگ جاتے ہیں، جو کہ صرف جیّد علمائے کرام اور مفتیانِ عظام کا ہی کام ہوتا ہے۔ اس کے برعکس صوفیائے کرام عام لوگوں میں درست عقیدگی کے ساتھ رجوع الی اللہ جلّ وعلا اور اتباعِ سنتِ رسول ﷺ، محبتِ رسول ﷺ، نصرتِ رسول ﷺ، اور ادب و تعظیمِ رسول ﷺ کو ہی مقصدِ حیات بنا کر روحِ اسلام سمجھانے، اسلام کی بنیادی تعلیمات کو عام کرنے اور اسی کی دعوت میں اپنی زندگیاں کھپا دیتے ہیں۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں، میں اسی لئے نمازی

قبلۂ عالم خواجہ الشاہ محمد سراج الحق زید برکاتہٗ نے بھی مناظرہ اور مجادلہ کے ذریعے پیغامِ اسلام پہنچانے والی راہ اختیار نہیں کی، بلکہ اگر کسی نے کوئی اختلافی بات پوچھی بھی ہے، تو اس کو بتاتے ہوئے فتویٰ کی زبان استعمال نہیں کی، بلکہ چند اشاروں میں بڑی سادگی سے اس مشکل کی عُقدہ کشائی فرمادی ہے، آپ نے کبھی علمی یا مسلکی اختلافات میں اُلجھنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن ﴿اقبالؒ﴾

غیر مسلموں سے مناظرہ بلکہ مباہلہ کرنا بھی درست ہے، تاکہ ان پر دینِ اسلام کی برتری و فضیلت اور غلبۂ دین کا اِظہار ہو۔ مسکت دلائل کے ساتھ اپنا

موقف دوسرے تک پہنچا دینا عیب ہے نہ بری بات، اپنے عقیدے پر دلائل کا اظہار اچھی نیت کے ساتھ تبلیغِ دین کا ذریعہ بھی ہے، لیکن اپنے موقف کے ساتھ دلیل کی بنیاد پر اختلاف کرنے والے کو کفر کے فتویٰ سے نواز دینا اور فوراً دائرۂ اسلام سے خارج کر دینے کا سرٹیفیکیٹ دے دینا یہ شیوۂ علم و دیانت نہیں۔ تفرقہ بازی اسی سے جنم لیتی ہے، طاقت کے زور پر اپنی رائے منوانا فرقہ وارانہ خیالات کو ہوا دیتا ہے، کسی شخص کے مومن یا کافر ہونے کا فتویٰ دینا جید مفتیانِ اسلام کے سپرد رہے تو اچھا ہے، داعیانِ اسلام کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے، لاعلمی سے فتویٰ صادر کرنے سے قرآن وسنت میں منع کیا گیا ہے، اور فقہائے کرام نے حرام بھی لکھا ہے۔

امتِ مسلمہ میں فقہی اختلافات موجود ہیں، جو بعض اوقات کسی مسئلہ پر حلت وحرمت تک منتج ہو جاتے ہیں، مگر وہ دلیل کی بنیاد پر تلاشِ حق کے لئے ہوتے ہیں، رائے کا اختلاف معیوب نہیں بلکہ محبوب ہے، امتِ مسلمہ کے لئے رحمت بھی ہے، لہٰذا عصرِ حاضر میں مسلمانوں کو اپنے نکتۂ نظر سے اختلاف رکھنے والے کو برداشت کرنا، رواداری کا ثبوت دینا اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنا بھی امرِ خیر و بھلائی ہے اور انتہائی دانشمندی کی بات ہے، اگر اس کو امرِ خیر تصور کیا جائے تو پھر خیر زیادہ تر امتِ مسلمہ کے حصے میں آئی ہے، پھر اس خیر سے صرفِ نظر چہ معنیٰ دارد؟

۲۔ مباحثہ سے احتراز

ایک دفعہ قدوۃ السالکین، قبلۂ عالم حضرت خواجہ محمد سراج حق قدس سرہٗ نے دسوہہ ضلع ہوشیار پور کے مضافات میں موضع علی پور میں نزولِ اجلال فرمایا، راقم الحروف (مولانا دولت علی عارفؒ) کو ہم رکابیِ حضور پر نور، قبلہ خواجہ صاحبؒ کا شرف حاصل ہوا، دو تین دن وہاں قیام رہا، یارانِ طریقت، اہلِ علاقہ اور دیگر دور دراز

سے بھی لوگ اپنے شیخِ طریقت کی ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے، احباب کا کثیر اجتماع تھا، ذکر و شغل روحانی کے حلقوں کا بازار خوب گرم رہا۔

قریب ہی موضع خان پور میں اہلِ حدیث یعنی غیر مقلدین کا مدرسہ تھا۔

رات بعد از نمازِ عشاء آپ آرام فرما رہے تھے، مدرسہ مذکور کے دو اُستاد مولوی اللہ دتہ اور مولوی عبد المجید مع چند طلبا اور دیگر اشخاص کے حضورِ اقدس میں حاضر ہوئے، اور عرض کی، چند مسائل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں۔

حضور قبلۂ عالم ان کی خاطر چارپائی سے اُتر کر فرش پر تشریف فرما ہو گئے، ان میں سے ایک مولوی اللہ دتہ درشت طبع تھے، اور دوسرے اس سے نرم طبیعت تھے۔ اوّل الذکر نے کلام کرنا شروع کیا، حضور نے اُسے فرمایا: آپ سے طبیعت کی سختی کی وجہ سے بوئے فساد آتی ہے، لہٰذا آپ مجھ سے مخاطب نہ ہوں، یہ دوسرے مولانا صاحب کلام کر سکتے ہیں، جو انہوں نے سوال کیا، آپ نے اس کو کافی ووافی جواب دے دیا، اور بعض سوالات کے متعلق فرمایا: کہ یہ فقہا کے قیاسات ہیں اور بس۔

وہ چلنے لگے، تو احقر نے کہا، آپ ہمیشہ قبلۂ عالم کی تشریف آوری پر ایسے فرسودہ اعتراضات لے بیٹھتے ہو، جن کا جواب بارہا علمائے حقانی کی طرف سے دیا جا چکا ہے، یہ عاجز سارا سال آپ کی خدمت میں حاضر رہتا ہے، مجھ سے دریافت کر لیا کریں، اُنہوں نے متفقہ طور پر سخت لہجہ میں کہا، صبح تم سے بھی نمٹ لیں گے، چنانچہ علی الصبح ہی دو آدمی مناظرے کا چیلنج عاجز کے نام لے کر آ گئے، اس میں درج تھا کہ

ے نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اُن سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں ﴿غلام مصطفیٰ خان شیفتہ﴾

قبلۂ عالم اس وقت مسجد میں اپنے اوراد و وظائف میں مصروف تھے، بندہ

نے بغیر قبلۂ عالم سے دریافت کیے جواب لکھ دیا، کہ میں مناظرہ کے لئے تیار ہوں ،شرائطِ مناظرہ طے کرلیں، جواباً یہ شعر بندہ نے بھی تحریر کیا۔

ے مقابل میں آتے ہیں پھر بن سنور کر
کئی بار جو منہ کی کھائے ہوئے ہیں ﴿غلام مصطفیٰ خان شیفتہ﴾

عاجز کا جواب لے کر کوئی چار پانچ سو قدم کے فاصلے پر گئے ہوں گے اس معاملے کی خبر کسی نے حضرت کو دے دی، آنحضرت نے ایک آدمی بھیج کر ان کو واپس بلالیا، اور بندہ کو بھی طلب فرمالیا، دسمبر کا مہینہ تھا، بندہ کا حال یہ تھا، سارا جسم پسینہ سے شرابور تھا، رنگ فک ہوا جارہا تھا، بندہ حاضر ہوا تو فرمایا: بڑا بننے کی آرزو ہے؟ بندہ نے بصد ادب معافی طلب کی، آپ نے نہایت شفقت سے معاف فرمادیا، اتنے میں وہ لوگ بھی آگئے، چیلنج اور جوابِ چیلنج کو پاس رکھ لیا، اور ان سے فرمایا: میری طرف سے ان کو **السلام علیکم** کہہ دینا، یہ بھی کہہ دینا سراج الحق ہار گیا، جہاں چاہیں اخبار میں اشتہار شائع کردیں، جو مجھ سے پوچھے گا، میں کہہ دوں گا کہ میں واقعی جواب نہیں دے سکا اور ہار گیا ہوں۔

سُبحَانَ اللہ کتنی بلند ہمتی ہے، اور کس قدر اصلاحِ نفس کی بات ہے، یہ اللہ والوں کی بات ہے، جو خود ہار قبول کرلیتے ہیں وہ حقیقت میں جیت جاتے ہیں۔

ے تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
یہ شکستہ ہے تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں ﴿اقبالؒ﴾

۳۔ کتب بینی میں حکیمانہ انداز

ایک دفعہ برادرِ عزیز مولانا عبدالغنی صابریؒ (م۔۱۹۵۹ء) چند کتابیں لے آئے، جوان کو کسی نے دی تھیں، وہ دیوبندی اور بریلوی علمائے کرام کے باہمی

مناقشات کے عنوان پر تھیں، وہ میرے زیرِ مطالعہ تھیں، انہیں دنوں غریب خانہ پر قبلۂ عالم میرے شیخِ طریقت تشریف فرما ہوئے، آپ کی جناب میں وہ کتابیں پیش کرکے بندہ نے عرض کیا، دیکھو حضور! طرفین کے علمائے کرام نے ایک دوسرے کے بارے میں کیسے گرے ہوئے الفاظ استعمال کیے ہیں؟ قبلہ نے فرمایا:

ان کتابوں کو مت پڑھو، میں نے ان کا مطالعہ فوراً ترک کردیا، اور عرض کیا، ترکِ مطالعہ کے متعلق اطمینان کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: ہمارے لئے دونوں طرف کے علماء تکریم وتعظیم کے لائق ہیں، یہ علماء کی علمی بحثیں ہیں لفظی اختلافات ہیں، نیتوں کا جاننے والا **اللہ تعالیٰ** ہے۔

بخدا دیکھیے! کس قدر منصفانہ اور مسلمانانہ جواب ہے، آج کے فرقہ وارانہ ، دہشت گردی، نفرتوں اور مسلکی اختلافات کے ماحول میں ہم مسلمانوں کو بھی بار بار ان کلمات پر غور کرنا چاہیے، یہ کلمات بجائے خود ایک نصیحت بھی ہیں، اور پون صدی سے زیادہ وقت گزر جانے کے باوجود جس طرح اُس وقت مفید تھے، آج بھی کتب بینی اور علماء کی تعظیم کے لئے اسی طرح مفید ہیں، آپ کے اس واقعہ میں وسعتِ ظرفی ، بلند اَخلاقی اور تحمل وبردباری کا پہلو بھی کامل طریق پر پایا جاتا ہے۔

۴۔ اعتدال کا عملی نمونہ

بریلی شریف ایک دفعہ حضرت قبلۂ عالم **الشاہ مُحَمّد سراج الحق**ؒ تشریف لے گئے، آپ نے عصر کی نماز ایک فریق کی اقتدا میں ادا کی اور مغرب کی نماز دوسرے فریق کی اقتدا میں ادا کی اور فرمایا: میں نے ایک نماز ان کے پیچھے اور ایک ان کے پیچھے ادا کی ہے، تاکہ کفر وتکفیر سے بچ جاؤں۔ (۱)

(۱) ماہنامہ السراج، دسمبر ۱۹۵۵ء مضمون مولانا دولت علی عارفؒ۔

۵۔ قبلۂ عالمؒ اور مولوی ثناء اللہ کی ملاقاتیں

اَہل حدیث غیر مقلّدین مکتبِ فکر کے علمائے کرام میں سے مشہور عالم و مناظر مولوی ثناء اللہ امرتسری (م۔ ۱۳۶۸ھ) جو صوفیائے کرام کے مسلک کو بدعت کہتے تھے، وہ خود کٹر غیر مقلّد تھے، وہ حضرت قبلہ الشاہ محمد سراج الحقؒ کے پاس گورداس پور کبھی کبھار آتے تھے، اپنے خیال کے مطابق کسی مسئلہ پر آپ سے استفسار بھی کرلیا کرتے تھے، ان کی آمد حضرت کے حلقۂ احباب ومتوسلین میں بعض علماء کو اچھی نہ لگتی تھی۔ ان کے ساتھ نظریاتی اختلافات کی وجہ سے ان کی آمد سے خوش نہ ہوتے تھے۔

ایک دن دیگر علمائے کرام کے ساتھ شمس العلماء مولانا ولی محمد جالندھری نے اعتراض اُٹھایا، کہ مولوی ثناء اللہ وہابی ہے، اس کی آمد و رفت یہاں درست نہیں لگتی، آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: کہ درویش کی خانقاہ میں آنے سے کسی کو روکا تو نہیں جاسکتا، فقیروں کے دروازے تو ہر ایک کے لئے کھلے ہوتے ہیں۔ (۱)

ایک دفعہ مسلکِ اَہلِ حدیث غیر مقلّدین کے مقتدر عالم دین مولوی ثناء اللہ امرتسری مرحوم محفل میں آئے، حضرت صاحب اس وقت بیعت کے عنوان پر گفتگو فرما رہے تھے، مولوی ثناء اللہ صاحب نے بابانگِ دُہل فرمایا تھا، اگر کوئی شخص حضرت مولانا **محمد سراج الحق** صاحب کرنالوی کی بیعت کرے تو ثناء اللہ فتویٰ دیتا ہے یہ امر مستحسن ہے۔ (۲)

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ بھی ایسے واقعات پیش آجایا کرتے تھے، ایک دفعہ جب مولوی ثناء اللہ حضرت قبلۂ عالم کی صحبت سے فیضیاب ہوئے، قلبی

(۱) شمیم ولایت ص: ۶۲۰۔ ابو مظہر چشتی، ناشر بزمِ چشتیہ لاہور۔

(۲) ماہنامہ السراج ص: ۹۔ دسمبر ۱۹۵۲ء

شکایتیں رفع ہوگئیں، تو عرض کیا، حضور کوئی وظیفہ پڑھنے کے لئے ارشاد فرمائیں، آپ نے اس دعا کو پڑھنے کا حکم دیا، جو نبی کریم، رؤف الرّحیم حضرت **محمد مصطفی** ﷺ نے غزوۂ بدر کے دن کثرت سے کی تھی۔

یَا حَیُّ یَا قَیُّومُ بِرَحمَتِکَ اَستَغِیثُ (۱)

اے بذاتِ خود زندہ اور اے بذاتِ خود قائم! میں تیری رحمت سے مدد طلب کرتا ہوں۔

پڑھا کرو۔ میں نے عرض کیا، حضور بہت لوگ کہتے ہیں، جب تک کوئی مرید نہیں ہوتا، وظیفہ کارگر نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا: ہمیں اس بات کی ضرورت نہیں، ہم مبلّغِ اسلام ہیں، جو مسلمان پوچھے ہم بتادیتے ہیں۔ (۲)

حضرت خواجہ صاحب کی مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ ملاقاتوں میں سے تین کا احوال درج کیا جارہا ہے۔

الف۔ جنّات پر تصرّف

شمیم ولایت کے مصنف مولانا ابو مظہر چشتی نے اپنے مرشدِ کریم حضرت مولانا حکیم عبد الغنی صابریؒ (م۔ ۱۹۵۹ء) کے حوالے سے لکھا ہے، مولوی ثناء اللہ امرتسری کو اکثر خانقاہِ سراجیہ میں حاضری دیتے دیکھا گیا ہے، اور خواجہ صاحب بھی جب امرتسر تشریف لے جاتے، تو مولانا ثناء اللہ صاحب ان کو دعوت دے کر اپنے گھر لے جاتے تھے۔

ایک دفعہ مولوی صاحب نے تصرّفاتِ اولیاء پر گفتگو شروع کردی، تو

(۱) مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات

(۲) ماہنامہ السراج ص: ۱۱ دسمبر ۱۹۸۹ء۔

ساتھ ہی جنّات کے تصرّف کا انکار کیا، حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا: جنّات اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، انسانوں کی طرح ان میں نیک بھی ہیں اور شر پسند بھی، جس طرح بعض شر پسند انسان دوسرے انسانوں کو اور دوسری مخلوق کو بلا وجہ تنگ کرتے ہیں، بعینہٖ شریر جن انسانوں کو تنگ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو طاقت بخشی ہے، وہ انسانوں کے جسم میں داخل ہو جاتے ہیں، ان کی عمریں طویل ہوتی ہیں، آنکھ جھپکنے میں طویل سفر طے کر لیتے ہیں، عفریت نامی جن کی طاقت کا تذکرہ قرآن مجید کی سورہ نمل میں بھی ہے، حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: شیطان انسان کی رگ رگ میں اسی طرح گردش کرتا ہے جیسے خون رگوں میں دوڑتا ہے۔

مولوی صاحب نے باوجود دلائل کے آپ کی بات کو تسلیم نہ کیا، حضرت خواجہ صاحب مناظرہ کی شکل میں کسی سے گفتگو نہیں فرماتے تھے، جیسا کہ آپ اس حصے کے شروع میں پڑھ آئے ہوں گے، اس لئے آپ خاموشی کے ساتھ گورداس پور تشریف لے گئے، حضرت صاحب ابھی گورداس پور پہنچے ہی تھے، ادھر مولوی امرتسری صاحب کے صاحبزادے بغیر سیڑھی کے مکان کی چھت کے اوپر اور وہاں سے سیدھا فرش پر آنے جانے لگ گئے، گھر پر شور وغوغا ہوا، مولوی صاحب بہت پریشان ہوئے، لڑکے کو پکڑنے کی کوشش کرتے، وہ ہاتھ نہ لگتا۔

اُدھر مولوی صاحب گفتگو میں قبلۂ عالم کے سامنے جنّات کے تصرّف کا انکار کر رہے تھے، اِدھر اپنے ہی گھر میں اللہ کریم نے وہ نقشہ دکھا دیا، بچے میں جن داخل ہو جائے تو اس میں کتنی طاقت آ جاتی ہے، وہ مکان کے اوپر بغیر سیڑھی کے واسطے کے تصرّف کرنے لگتا ہے، کیا ابھی بھی جنات کے تصرّف کا اقرار نہ ہوا ہوگا؟ بالآخر مولوی صاحب تار گھر کی طرف بھاگے، بذریعہ تار اس معاملے کی حضرت خواجہ

صاحب کو اطلاع دی، آپ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کرم فرمائے''، اسی وقت لڑکا صحیح ہو گیا، مولوی صاحب قبلۂ عالم کے مزید معتقد ہو گئے۔

☆ب۔ عمر کا سوال

ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب امرتسر تشریف لے گئے، مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے گھر جانے کی دعوت دی، آپ نے قبول فرمائی، اس ملاقات کے دوران مولوی صاحب نے عرض کیا، حضور بعض لوگ (اہل سنت و جماعت) کہتے ہیں، اولیائے کرام غیب پر مطلع ہو جاتے ہیں، آپ کا اس مسئلہ پر کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں''۔

آپ کو بھی یہ مقام حاصل ہے، تو فرمائیں میری عمر اس وقت کتنی ہے؟ ان کے اس سوال پر آپ نے ارشاد فرمایا: مٹی کا کورا (نیا) گھڑا لے آؤ، اور اس پر سفید کپڑا ڈال دو، پھر اس سے خود کہو سراج الحق کہتے ہیں، کہ میری عمر بتا دو، مولوی صاحب نے یہ عمل کیا، تو گھڑا اپنی جگہ سے اُوپر کی طرف اُٹھا، اس طرح کئی بار اُوپر کی طرف اُٹھا اور واپس اپنی جگہ پر آیا۔ (فقیر بھول گیا کہ حضرت نے گھڑے کے اُٹھنے کتنی تعداد بتائی تھی)

مولوی صاحب نے اپنی ڈائری دیکھی تو ان کی عمر اتنی ہی تھی جتنی بار گھڑا اوپر اُٹھا تھا، مولوی صاحب پہلے ہی معتقد تھے، اب تو بیعت کا اِظہار کرنے لگے، لیکن حضرت صاحب ٹالتے رہے، جب اَہل حدیث غیر مقلّدین علماء کو ان کے اس اظہار بیعت کی خبر ہوئی، تو انہوں نے یہ کہہ کر باز رکھا، کہ حضرت خواجہ سراج الحق شاہ صاحب کی جماعت میں بڑے بڑے علماء موجود ہیں، آپ کا وہاں کوئی خاص مقام نہ ہوگا، اس جماعت کے آپ صدر بھی ہیں، اس کے بعد مولوی صاحب اپنی عمر کے

آخری حصے تک گورداس پور جاتے رہے، مگر بیعت نہ ہو سکے۔(۱)

☆ج۔ توجہ کیا ہے؟

ایک مرتبہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری (م۔۱۳۶۸ھ) جو صوفیاء کے مسلک کو بدعت کہتے اور کٹر غیر مقلد تھے۔ نے حضرت خواجہ صاحب کو ایک نجی مجلس میں مدعو کیا، دورانِ گفتگو عرض کیا، حضرت اعتراض کرنا یا بحث کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ میں سمجھنے کی غرض سے آپ سے پوچھ رہا ہوں، توجّہ کس کو کہتے ہیں؟ حضرت صاحب نے جواباً ارشاد فرمایا:

توجّہ یہ ہے، کہ ''اگر ہم اس چھت کی طرف توجّہ کریں تو یہ ہوا میں معلّق ہو جائے'' یہ فرمانا تھا کہ واقعۃً چھت ہوا میں معلّق ہوگئی، اس کے بعد قبلۂ عالم نے دوسری بار ارشاد فرمایا:

اس سامنے والی کھڑکی میں جو آدمی بیٹھا ہے، اگر اس پر توجّہ کریں تو وہ کھڑکی سے کود پڑے۔ یہ فرمانا ہی تھا کہ کھڑکی میں بیٹھا ہوا شخص اسی وقت بے حال ہو کر کھڑکی سے گرنے لگا، حسنِ اتفاق سے لوگوں نے دوڑ کر اس کو بچایا، اللہ کے بندے کی باطنی توجّہ کا یہ حیران کن اثر دیکھ کر مولوی ثناء اللہ صاحب نے دست بستہ عرض کیا، کہ میں سمجھ گیا۔(۲)

؎ جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا جو نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
بالترمیم۔ وہ راز اِک کملی والے (کے غلاموں) نے بتلا دیا چند اشاروں میں

﴿مولانا ظفر علی خانؒ﴾

(۱) تلخیص شمیم ولایت ص:۶۰۲۔۶۱۰، ابو مظہر چشتی ناشر بزمِ چشتیہ لاہور۔

(۲) ماہانہ السراج دسمبر ۲۰۰۳ء۔

۶۔ خواجہ صاحبؒ کی عثمانی صاحبؒ سے ملاقات

علامہ مولانا **شبیر احمد** عثمانی صاحبؒ (م۔۱۳۶۹ھ) حضرت خواجہ **محمد سراج الحق** علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن (م۔۱۹۳۲ء) کے ہم سبق رہے ہیں، دونوں حضرات نے دورہ حدیث شریف شیخ الحدیث مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (م۔۱۳۲۳ھ) سے پڑھا تھا، باوجود بعض فروعی مسائل میں اختلافات کے بسا اوقات باہمی خوشگوار ماحول میں ملاقات ہوتی رہتی تھی، کبھی مولانا شبیّر احمد عثمانی صاحبؒ حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کے لئے حاضر ہو جاتے اور کبھی حضرت خواجہ صاحب بھی مولانا عثمانی صاحبؒ کی ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب اجمیر شریف کی طرف جا رہے تھے، تو راستے میں مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ کی ملاقات کے لئے مدرسہ دیوبند میں اس وقت گئے، جب مولانا عثمانی صاحبؒ مشکوٰۃ شریف کی حدیثِ جبرائیل کے اِس درج ذیل حصہ پر بحث کررہے تھے:

قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ......الخ(۱)

ایک اجنبی کی شکل میں جبرائیل امین نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ مجھے قیامت کی خبر دیجیئے، آپ ﷺ نے فرمایا جس سے پوچھ رہے ہو وہ (بذاتِ خود) سائل سے زیادہ نہیں جانتا ہے۔

حضرت عثمانی صاحب فرما رہے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کو قیامت کا علم نہیں ہے۔ حضرت خواجہ صاحب درسِ حدیث میں

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ، حدیثِ جبرائیل، کتاب الایمان۔

بتقاضائے ادبِ حدیث پاک ﷺ خاموش رہے، جب درس ختم ہوا، دونوں حضرات کمرے میں تشریف لے گئے، اور چائے کا اہتمام کیا گیا۔

حضرت قبلۂ عالم محمد سراج الحق شاہ نے فرمایا: چائے بعد میں پئیں گے، پہلے ایک مسئلہ حل کیجئے، کہ آپ بتلائیں جس شخص نے سورج کو غروب ہوتے نہ دیکھا ہو، وہ کیا سورج کے غروب ہونے کی علامات کو بتلا سکتا ہے؟ اس کا مطلب یہ تھا، کہ آپ نے حضور سرورِ کائنات ﷺ کا دورِ ظاہری تو پایا نہیں، آپ ﷺ کی زیارت سے مشرّف بھی نہیں ہوئے، لیکن حضور تاجدارِ کائنات ﷺ کے علم کو ناپ تول رہے ہو، حالانکہ حضور ﷺ نے قیامت کی علاماتِ صغریٰ و کبریٰ واضح کر کے بیان فرمائی ہیں، جن میں کوئی ابہام نہیں چھوڑا، پھر آپ ﷺ کے علم کی وسعتوں میں کیا شک رہ جاتا ہے؟

حضرت عثمانی صاحب نے کچھ دیر خاموشی کے بعد کہا، آئندہ اس مسئلہ پر بحث نہیں کروں گا، حضرت خواجہ صاحب کا یہ مبلغ علم اور حکمتِ بالغہ تھی، مناظرہ کیے بغیر ہی دوستانہ علمی ماحول میں مسئلہ حل کر دیا، یقیناً یہ اولیائے کرام کی شان ہے۔(۱)

۷۔ حرم پاک میں غیر مقلدوں سے گفتگو

قبلۂ عالم حضرت الشاہ محمد سراج الحق زیدَ فیضُہٗ جب حج و زیاراتِ حرمین شرفین کے لئے سعودی عرب پہنچے، ایک محفل میں حافظ پیر سیّد جماعت علی شاہؒ (م۔۱۹۵۱ء) اہلِ حدیث غیر مقلّدین (قریب ترین حنبلی مسلک) سے گفتگو فرما رہے تھے، عنوانِ گفتگو تھا: **"رسول پاک ﷺ پر درود شریف پہنچتا**

(۱) ☆ الف۔ تلخیص شمیم ولایت، ابو مظہر چشتی، ناشر بزم چشتیہ لاہور۔

☆ ب۔ قلمی بیاض صوفی رستم علیؒ شکر گڑھ۔

ھے یا نھیں۔" یہ عنوان برِصغیر کے اُن معروف عنوانات میں سے ہے، جن پر اکثر و بیشتر عوام و خواص اپنی معلومات کے مطابق گفتگو کرتے رہتے ہیں، یہی گفتگو وہاں ہو رہی تھی۔ وہاں یہ گفتگو کیوں ہو رہی تھی؟

اس وجہ سے کہ حجازِ مقدّس میں تازہ سعودی و نجدی انقلاب آیا تھا، وہاں کے لوگ زائرین حرمین شریفین میں سے بالخصوص اہلِ علم سے ایسی گفتگو کرتے رہتے تھے۔ اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلویؒ (م۔۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۹۲۱ء) نے فتویٰ **حُسَامُ الْحَرَمَیْن** مکہ شریف میں لکھا، اور حضرت شیخ صالح کمال کے کہنے پر "**اَلدَّوْلَةُ الْمَكِّيَّةُ بِالْمَادَةِ الْغَيْبِيَّة** مکہ شریف میں قیام کے دوران تحریر فرمائیں، یہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ اسی طرح ڈاکٹر فرید الدّین قادریؒ (م۔۲ نومبر ۱۹۷۴ء) جھنگ (جو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدّ ظلہٗ کے والد ماجد ہیں۔) سے بھی حجازِ مقدّس میں شاہی مہمان خانہ میں ایسے ہی متعدد عنوانات پر طویل علمی بحثیں ہوئی تھیں۔ اس قسم کی ایک مجلس وہاں بھی قائم تھی۔ ان حالات کے تناظر میں یہ پیرہ جملہ معترضہ تھا۔

قبلہ الشاہ محمد سراج الحق بھی اس مجلس میں اتفاقیہ پہنچ گئے، تو کچھ دیر گفتگو سننے کے بعد آپ نے حافظ جماعت علی شاہ محدثِ علی پوریؒ سے گفتگو کرنے کی اجازت طلب کی، آپ نے بطیبِ خاطر اجازت فرما دی، آپ نے قرآن و سنّت کی روشنی میں زیرِ گفتگو عنوان پر بڑی سیر حاصل گفتگو کی اور ٹھوس دلائل پیش کیے، مگر ان سے سائلین کی تسلّی نہ ہوئی، آپ نے گفتگو کا رُخ عالمانہ انداز سے تبدیل فرما کر عقلی دلائل کی طرف کیا، حجاج کرام سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے:

اے حجاج کرام! آپ بتائیں کیا آپ لوگوں کو گھروں سے خطوط آئے

ہیں؟ اکثر نے ہاں میں جواب دیا، آپ فرمانے لگے، مضمونِ خط سے قبل کیا لکھا تھا؟ سب نے جواب دیا، **السلام علیکم** ، یعنی سلام لکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: بڑے افسوس کی بات ہے، کہ موجودہ حکومت کی ڈاک میں سلام آئے تو آپ یقین کر لیتے ہیں، اللہ پاک کی ڈاک یعنی قرآن پاک میں درود وسلام پڑھنے کا حکم آئے تو آپ اس پر عمل کرنے کی بجائے مباحثے شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ حدیثِ مبارکہ میں آیا ہے۔

ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) ملائکہ کی جماعت آسمان سے روضۂ رسول پاک ﷺ پر حاضر ہو کر گنبدِ خضریٰ کے سائے میں سنہری جالیوں کے سامنے کھڑے ہو کر ایک جماعت صبح سے عصر تک اور دوسری عصر سے اگلی صبح تک درود شریف پڑھتے ہیں، اسی طرح ملائکہ کا آنا جانا صبح شام ہوتا رہتا ہے، جو فرشتہ ایک بار آتا ہے، تا قیامِ قیامت اس کی دوبارہ باری نہیں آئے گی، یہ کہنا تھا کہ سارے حرم کے لوگ خوش ہو گئے اور سلسلۂ گفتگو اختتام کو پہنچ گیا۔(۱)

۸۔ باادب بامراد

صوفی رستم علی اپنی قلمی بیاض میں تحریر فرماتے ہیں، میرے قبلۂ عالم نے ارشاد فرمایا: ایک دفعہ میں گنگوہ شریف گیا، شیخ الحدیث مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (م۔ ۱۳۲۳ء) جو مدرسۂ دیوبند کے شیخ الحدیث تھے، ان سے ملاقات ہوئی، مولانا صاحب اس وقت اپنی طبعی عمر کے آخری حصے میں تھے، بڑھاپے کی وجہ سے کافی کمزور ہو چکے تھے، نابینا بھی ہو گئے تھے، میں ابھی قریب بیٹھا ہی تھا، تو آپ کو حاجتِ ضروریہ کے لئے اُٹھنا پڑا، میں نے از راہِ ادب آپ کی جوتی آپ کے پاؤں کے نیچے رکھ دی، آپ نے دائیں بائیں ہاتھ مارا، پوچھا ہمارا جوتا کون لے گیا ہے؟

(۱) قلمی بیاض صوفی رستم علیؒ شکر گڑھ۔

بندہ (الشاہ محمد سراج الحق) نے عرض کیا، آپ کے پاؤں کے نیچے ہے، مولانا صاحب نے آواز پہچان کر کہا، مولوی سراج الحق ہیں، عرض کیا، جی ہاں، اس پر حضرت اُستاذی المکرّم نے جو ارشاد فرمایا اس کا مفہوم یہ ہے کہ:

"علمائے کرام میں سے جو باادب ہوتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ علم لدُنّی عطا فرما دیتا ہے، جو ادب سے محروم ہوں اور محض علم کے فخر میں مبتلا ہو جائیں وہ اس دولتِ خداداد سے محروم ہو جاتے ہیں، گویا انہوں نے قبلۂ عالم کے جوتا پاؤں کے نیچے رکھنے کے عمل کی تحسین فرمائی۔(۱)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ، اَللّٰھُمَّ اسْتُرْنَا بِسَتْرِکَ الْجَمِیْلِ ، بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَبِحُرْمَۃِ اَوْلِیَآءِ الْکَامِلِیْنَ وَالْوَاصِلِیْنَ وَعُلَمَآءِ رَبَّانِیِّیْنَ۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی لَا یُقَالَ فِی الْاَرْضِ اَللّٰہُ اَللّٰہُ۔

﴿صحیح مسلم جلد ۱ ۔ صفحہ ۸۴﴾

حضرت انسؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جب تک زمین پر اللہ اللہ جل جلالہ کہا جاتا رہے گا، قیامت قائم نہ ہوگی۔

(۱) قلمی بیاض صوفی رستم علیؒ شکر گڑھ۔

﴿حصہ پنجم ۔ نظم﴾

ضوءُ السّراج

اس حصہ میں صرف وہ منظوم کلام پیش کیا جارہا ہے، جو منقبت کی صورت میں یا رباعیات کی شکل میں مختلف عقیدت رکھنے والے شعراء نے حسنِ عقیدت و محبت کے ساتھ اپنے لطیف احساسات کو نظم کی مالا میں پرو کر پیش کیا ہے، یہ ماہنامہ الفقیر اور السراج میں متعدد اوقات میں شائع بھی ہو چکا ہے، لیکن یہ کلام کئی رسالہ جات میں بکھرا ہوا تھا، یہاں یکجا کردیا گیا ہے۔

یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے، شعر جہاں حکمت وسحر کا اثر رکھتا ہے، وہاں تفصیلی مضامین کو ایک مصرع میں جمع کرنے کی کامل صلاحیت بھی رکھتا ہے، گویا یہ ایجاز و اِختصار کا جامع اندازِ بیان ہے، جو زمانہ قدیم سے جاری ہے، جس طرح ہجو، مرثیہ، غزل اور مدحیہ قصائد لکھے گئے ہیں، اسی طرح منقبت بھی لکھی گئی ہے، ہر زبان میں پارسا اور متقی لوگوں کی منقبت سرائی ہوتی رہی ہے، وہ کلام جمع ہو کر شائع بھی ہوا۔

صوفیائے کرام کا اپنا کلام بھی ذات والا تبار کی صفاتِ ازلیہ وابدیہ، عشقِ سرکارِ دو عالم ﷺ کی شمع دل میں فروزاں کرنے کے لئے نعتِ مصطفیٰ ﷺ، حکمت ونصیحت، دنیا کی بے ثباتی، ترکِ منکرات، اور قلّتِ خواہشات کی تعلیمات پر مبنی ہوتا ہے، جو عارفانہ کلام کے نام سے نہ صرف لکھا اور پڑھا جاتا ہے، بلکہ شائع بھی کیا جاتا ہے، جس طرح بابا بلھے شاہؒ اور میاں محمد بخشؒ کا کلام ہے، اسی طرح کی یہ ایک مختصر سی کاوش ہے، باری تعالیٰ سے دعا ہے، کہ وہ اسے قبول فرمائے۔

آمین بجاہ سیّد المُرسلین ﷺ

رباعیات (اردو)

قطبِ عالم شاہ سراجُ الاولیاء
میں ہوں محتاجِ توجّہ اے امامِ اتقیا
آپ کی ادنیٰ کرامت خلق میں مشہور ہے
خاک پر ڈالی نظر اس کو سونا کر دیا

☆☆☆

سیّد عالی نسب سلطان فلکِ سروری
شاہ سراجُ الحق امیرِ کاروانِ صابری
کچھ تو ہو جائے مداوا عارفِ دل گیر کا
تجھ کو خالق نے سکھائے ہیں طریقِ دلبری

☆☆☆

اے میرے ہند الولی خواجہ کے منظور نظر
خواجہ قطبُ الدّین، فریدُ الدّین کے یکتا گوہر
شاہ سراجُ الحق صدرِ بارگاہِ صابری
تیرے عارف پر بھی ہوجائے عنایت کی نظر

☆☆☆

صفا کی وادیاں نا آشنا تھیں
مگر توحید کے سیلِ رواں سے

فضائے نیل گوں بے گانہ تر تھی
ادا سے اور اندازِ بیاں سے

☆☆☆

گھٹائیں، ظلمتیں ،تاریکیاں تھیں
نشانِ جادۂ منزل کہاں تھا ؟
فقط خوں کے تھے پُر آشوب دریا
بتائے تو کوئی ؟ ساحل کہاں تھا ؟

☆☆☆

شعاعِ خندۂ توحید اُبھری
کہ شب رنگی بھی لرزے کھا گئی تھی
اُفق کے پار رقصاں تھے اُجالے
کہ ظلمت خود بخود شرما گئی تھی

☆☆☆

بڑی مدت کی تیرہ بختیوں نے
صبح پھر اک بہار آمیز دیکھی
قبائے تیرگی کو چاک دیکھا
سحر دیکھی مگر ضَو ریز دیکھی

☆☆☆

ہوائے مشک بار آئی ہوئی تھی
سہانا تھا نزولِ کبریائی

مسیحائی بجیب آئے **مُحَمَّد** ﷺ
وصلِّ اللہ ہے شانِ مصطفائی

☆☆☆

اندھیروں پہ اُجالے چھا گئے تھے
جہاں اب مرکزِ مہر و وفا تھا
جنونِ مصطفیٰ ﷺ کا دیوانہ
حریمِ کبریا سے آشنا تھا

☆☆☆

خوشا ! طیبہ کی صحرائی زمینوں
بہارِ گل فگاں دیکھی تو ہوگی
مُحَمَّد مصطفیٰ ﷺ رحمت درآغوش
متاعِ دوجہاں دیکھی تو ہو گی

☆☆☆

تمنا اِک دلِ رنجور کی ہے
سوارِ ناقہ و محمل کو دیکھوں
کوئی اے کاش لے جائے مجھے بھی
کہ میں اس رونقِ محفل کو دیکھوں

☆☆☆

﴿مولانا دولت علی عارفؒ﴾

رباعیات (فارسی)

من آں بادہ کش روزِ اَلستم مۓ **قَالُوا بَلٰی** نوشیدہ مستم
چوں دامانِ سراجُ الحق گرفتم بیامد دولتِ سرمد بدستم

میں روزِ اَلست (جس دن روحوں سے اللہ تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں کہا تھا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب روحوں نے **قَالُوْا بَلٰی** کے ساتھ جواب دیا تھا، ہاں کیوں نہیں، تو ہی ہمارا رب ہے،) سے ہی شرابِ توحید کا ایسا جام اُٹھانے والا ہوں جو **قَالُوْا بَلٰی** (انہوں نے کہا کیوں نہیں؟) کی شراب کے نشہ سے مست ہوں۔ جب سے میں نے الشاہ محمد سراج الحق کا دامن پکڑ لیا ہے تو ابدی اور ہمیشہ ہمیشہ کی دولت میرے ہاتھ آ گئی ہے۔

☆☆☆

تعلق ہم ز غیر اللہ شکستم بہ تعلیمِ **مُحَمَّد** کار بستم
ندارم دیگرے را ہیچ پرواہ غلامِ شاہ سراجُ الحق ہستم

غیرُ اللہ سے میں نے اپنا تعلق توڑ دیا ہے، نبی پاک ﷺ کی تعلیمات سے خود کو وابستہ کر لیا ہے، اب کسی اور کی مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے، کیونکہ میں (الجپال قبلۂ عالم) الشاہ **مُحَمَّد سراج الحق**ؒ کا غلام بن گیا ہوں۔

☆☆☆

اسیرِ زُلفِ آں دلدار ہستم قتیلِ اَبروۓ خمار ہستم
غلامِ نرگسِ مستش شدہ اَم بجان و دل فدائے یار ہستم

میں اس محبوب (**الشاہ مُحَمَّد سراج الحق**ؒ) کی زُلفِ دوتا اور

گیسوئے آبدار کا اَسیر ہو چکا ہوں، اور ان کے اَبروئے خمدار کی تیغ سے قتل بھی ہو چکا ہوں، میں ان کی محبوبانہ نرگسی آنکھوں کا غلام اور اسی کا سرمست ہو چکا ہوں، یہاں تک کہ اپنی جان اور دل (ہوش و خرد) بھی محبوب پر قربان کر دیئے ہیں۔

☆☆☆

زصحبت ایں اثر پیدا شدا ستہ کہ شد عامل بہ کردارِ خجستہ
بدور انداختہ زنار از تن مؤدب چوں مسلمانے نشستہ

آپ کی صحبت سے یہ اثر پیدا ہو جاتا ہے کہ انسان مبارک اور اچھے کردار کا مالک بن جاتا ہے، یہ جسم بھی جہنم کی آگ سے دور ہو گیا ہے کیونکہ ایک کامل مسلمان کی صحبت میں بیٹھ کر مؤدب اور شائستگی والا بن گیا ہے۔

(مولانا دولت علی عارفؒ)

☆☆☆

بحضور خواجہ الشاہ محمد سراجُ الحق چشتیؒ

بچنداں کاندریں مجلس بنظر احسان مے بینم
پُر از نور سراجُ الحق ایں میدان مے بینم

اس مجلس میں آنا اس بندۂ ناچیز پر اللہ کا کس قدر احسان میں دیکھتا ہوں، میں اس میدان کو سراجُ الحقؒ کے نور سے لبریز دیکھتا ہوں۔

من ایں حضار محفل را بہ لطف مرشدِ کامل
بحمد اللہ بہ زیرِ سایۂ رحمان مے بینم

میں اس محفل میں مرشدِ کامل کی مہربانی سے حاضر ہوا ہوں بحمد اللہ میں رحمٰن (اللہ

کریم) کے سائے کے نیچے خود کو دیکھتا ہوں

بہ باغِ خواجہ صابر بذکرِ لا الٰہ الا اللہ

عنادل را بہر شاخ بہ اطمینان مے بینم

خواجہ علاؤالدین علی احمد صابر کلیریؒ کے باغ میں بلبلوں کو ہر شاخ پر اطمینان سے **لا الٰہ الا اللہ** کے ذکر میں مشغول دیکھتا ہوں۔

تمامی مے کشاں را از نگاہِ کاملِ ساقی

بے خانہ عجب مستے مئے عرفان مے بینم

ساقی کی نگاہِ کامل سے میں تمام شرابِ توحید پینے والوں کو اللہ تعالیٰ کے عرفان کی عجیب وغریب مستی میں دیکھتا ہوں۔

تعالیٰ اللہ دریں مجلس بہ فیض ہادی اکمل

غزالیؒ و جنیدؒ و شبلیؒ دوراں مے بینم

ہادی کامل واکمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس مجلس کے فیض کو بلند اور عام فرمائے کہ جس مجلس میں اس وقت کے امام غزالیؒ، جنیدِ بغدادیؒ اور شیخ شبلیؒ جیسے کامل بزرگ لوگ میں دیکھتا ہوں۔

شرفِ ایں جماعت را طفیلِ شاہ سراج الحق

بہ خاص اِنعام و خاص اِکرام و خاص اِحسان مے بینم

اس جماعت کو یہ بزرگی اور خاص انعام، خاص عزت اور خاص اللہ کا احسان حضرت شاہ محمد سراج الحق (نوّرَ اللہُ مرقدہٗ) کے توسّل سے نصیب ہوا ہے۔

دریں مسلک صعوبتہا اگرچہ پیش مے آید

من ایں جا آں ہمہ را بیشتر آسان مے بینم

اس صوفیانہ مسلک میں اگرچہ بہت مشکلات پیش آتی ہیں مگر ان تمام حالات کے باوجود میں زیادہ تر کو برداشت کر لینا آسان دیکھتا ہوں۔

بہر کارے طریقِ مصطفیٰ ﷺ را متبع بودن

ہمہ امراض را لاریب ایں درمان مے بینم

ان تمام (مشکلات) کے باوجود نبیِ پاک ﷺ کی سنّت پر چلنا ہی بلا شک وشبہ میں تمام بیماریوں کا علاج سمجھتا ہوں،

جناب پیرِ کامل شاہ سراج الحق چشتیؒ را

بہ علییّن بصد عزت بہ اطمینان مے بینم

حضرت الشاہ محمد سراج الحق چشتیؒ کو اعلیٰ علییّن میں عزت اور اطمینان کے مقام پر میں دیکھتا ہوں۔

چرا نکنم ادا شکرِ خدا اے عارفِ کامل

ہمیشہ برسرِ خود سایۂ یزداں مے بینم

اے عارفِ کامل میں اللہ کریم کا شکر کیوں نہ ادا کروں؟ کہ ہمیشہ میں اپنے سر پر خدائے یزداں کا سایہ دیکھتا ہوں۔

﴿مولانا دولت علی عارفؒ﴾

☆☆☆☆☆

دلوں پہ نقش ہیں اس ماہتاب کے جلوے

کرم سے جن کے یہاں گونجتی ہے صَوتِ حق
ہمارے سامنے ہیں ان کی زندگی کے ورق
دلوں پہ نقش ہیں اس ماہتاب کے جلوے
سراجِ حق تھے حقیقت میں شاہ سراج ؒ الحق
خدا حضور کے مرقد کو نور سے بھر دے
کہ جس سے اور بھی وہ چاند چاندنی کردے
وہ نور آپ کے چہرے پہ جلوہ گر تھا
کہ گویا معدنِ توحید کا گھر تھا
ملا ہوا تھا وہی نورِ حق حضور کو بھی
جسے تھا حضرت موسیٰ نے طور پر دیکھا
پسِ وفات بھی ملتی ہے اِک حیات انہیں
خدا کی راہ میں جو اس طرح بسر کردے
وہ چاند دہر میں مقراضِ موجِ باطل تھا
خدا کے نور سے معمور آپ کا دل تھا
سکون یادِ الٰہی میں پانے والوں کے
سفینے سینکڑوں ٹرے جہاں وہ ساحل ہے
دلِ حضور میں تھا اس طرح کا سوز و گداز
خدا کی یاد کے موتی تھے اور چشمِ نیاز

وہ ذاتِ پاک تھی اور یادِ داورِ محشر
تمام عمر یہی محویّت رہی اکثر
رئیس ہوتے ہوئے آپ نے قناعت کی
خدا کے بندوں کو ہر حال میں ہدایت کی
الٰہی صدقے میں اپنے سب ماہ پاروں کے
نگاہ کیجئے گا مجھ پر بھی اِک عنایت کی

﴿عنایت اللہ خان عنایت گورداس پوریؒ﴾

ہادیِ دیں شاہ سراج الحق ولی

اے کہ سروِ بوستانِ صابری باعثِ اعزاز دینِ احمدی
مَوردِ اَلطاف ربِ ایزدی **اَنْتَ مَوْلَائِیْ حَبِیْبِیْ سَیِّدِیْ**
رحمۃُ اللہ علیک سیّدی
پیشوائے سالکاں کامل ولی واقفِ ہر رمزِ خفی و جلی
زاہدِ شب زندہ دار و متقی ہادیِ دیں شاہ سراج الحق ولی
رحمۃُ اللہ علیک سیّدی
رُوٹھ کر ہم سے کہاں جا کر چھپے جابجا ہیں ڈھونڈتے پھرتے تجھے
بیٹھنے دیتے نہیں چین سے تیری میٹھی باتوں کے مزے
رحمۃُ اللہ علیک سیّدی
صوفیِ صافی بیاں ہے تو کہاں؟ قائدِ اسلامیاں ہے تو کہاں؟
چارہ سازِ بے کساں ہے تو کہاں داروئے دردِ نہاں ہے تو کہاں؟

رحمۃُ اللہ علیک سیّدی

اب رموزِ صوفیاں کس سے سنیں   دردِ دل کے وسوسے کیسے کہیں
داستانِ غم بتا کس سے کہیں   ہم سوا تیرے کہو کس سے ملیں

رحمۃُ اللہ علیک سیّدی

فیض جاری تھا سراسر آپ کا   تھا نہ ثانی کوئی رہبر آپ کا
بیشتر تھا لطف ہم پر آپ کا   خُلق تھا خُلقِ پیمبر آپ کا

رحمۃُ اللہ علیک سیّدی

لاکھوں سائل آپ کے فیضان سے   دامنِ دل دولتِ ایمان سے
لے گئے بھر بھر کے وہ کس شان سے   دنیا واقف آپ کے اِحسان سے

رحمۃُ اللہ علیک سیّدی

بے تکلّف تھی طبیعت آپ کی   تھی طبیعت میں نہ نفرت آپ کی
کیسی اچھی نیک عادت آپ کی   ہم غریبوں پر تھی شفقت آپ کی

رحمۃُ اللہ علیک سیّدی

تیرے دم سے ہے دمِ عیسیٰ عیاں   سینکڑوں مردہ دلوں کو بے گماں
تو نے بخشی ہے حیاتِ جاوداں   ہو خدا کا تجھ پہ لطفِ بے کراں

رحمۃُ اللہ علیک سیّدی

تیرے ملنے سے ملیں سرداریاں   دور ہم سے ہوگئیں سب خواریاں
جانتا تھا کون شب بیداریاں   دور کر دیں تو نے سب بیماریاں

رحمۃُ اللہ علیک سیّدی

آپ ہیں اعلیٰ علیّین میں مگر   لیجیے ہم بے کسوں کی بھی خبر
ششدرو حیران ہم سر بسر   لطف کی ہم پر بھی ہو جائے نظر

رحمۃُ اللہ علیک سیّدی

قابلِ صد رشک تھی ہستی تیری   تجھ کو خالق نے عطا کی برتری
ہے تجھے حاصل حیاتِ دائمی   نام مٹنے کا نہیں تیرا کبھی

رحمۃُ اللہ علیک سیّدی

دیدۂ ظاہر میں تو خاموش ہے   کُنجِ مرقد سے تو ہم آغوش ہے
دراصل زندہ ہے تو باہوش ہے   حق سے ملتی تجھ کو خورد و نوش ہے

رحمۃُ اللہ علیک سیّدی

جو تیری سنّت پہ عامل ہو گیا   وہ شریعت کا بھی حامل ہو گیا
عشق میں مولائے کل کے کامل ہو گیا   نیک بندوں میں وہ شامل ہو گیا

رحمۃُ اللہ علیک سیّدی

تجھ سے مشفق پر ہزاروں ہوں درود   جس نے توڑے امتیازی سب قیود
واسطے خلقت کے تھا تیرا وجود   درحقیقت رحمتِ ربِّ ودود

رحمۃُ اللہ علیک سیّدی

تیرے در پہ آ کھڑا دُرویش ہے   وہ تیرا سچا عقیدت کیش ہے
مشکل اس کو آ پڑی دَر پیش ہے   کر مدد اس کی کہ وہ دُرویش ہے

رحمۃُ اللہ علیک سیّدی

تیرے دیوانوں کی ہو حق کی صدا   تیرے مے خانے سے آئی ہو سدا
ہے یہی عارف کی حق سے التجا   پوری ہو جائے وہ بہرِ مصطفیٰ ﷺ

رحمۃُ اللہ علیک سیّدی

﴿مولانا دولت علی عارف صابری سراجیؒ﴾

قبلۂ عالم کے حضور

تلاطم خیز موجوں پر سفینہ دل کا جب آیا
جنون و عشق و مستی کا چھلکتا جام لہرایا
تمناؤں کی دنیا میں جونہی اِک انقلاب آیا
فراقِ گل میں بلبل پر کمالِ اِضطراب آیا
میرے اَرمان کے گلشن میں بہارِ نَو بہار آئی
جلال و تمکنت کے ساتھ گویا برقِ طور آئی
بنا ڈالا وفورِشوق نے بد مست دیوانہ
مٹایا بے خودی نے دل سے ما و من کا اَفسانہ
اُڑا کر لے چلی ایسے ہوائے شوقِ جانانہ
کوئی مے خوار جیسے جا رہا ہو سوئے مے خانہ
لجاتا لڑ کھڑاتا اور شرماتا ہوا پہنچا
ندامت کے عرق میں غرق گھبراتا ہوا پہنچا
خطر تھا یہ ہیں پیرِ مُغاں غصّہ نہ فرمادیں
زبوں حالی کو میری دیکھ محفل سے نہ نکلوادیں
کہ ایسے ناسزا کو مَوردِ اِلزام ٹھہرا دے
شب ِ دیجور کو ظلمتِ عمل جس کی شرمادے
کمالِ اعترافِ عجزو نقصِ حال تجھ کو
یہ پیشِ پیرِ مے خانہ یہ عرضِ حال تھا تجھ کو

عجب انداز میں وہ بزمِ رندانہ نظر آئی
خدائی ساری مے خانہ کی شیدائی نظر آئی
نشہ میں چور تھے لیکن زباں پر حرفِ یکتائی
پلائے جا پلائے جا بصد اندازِ رعنائی
پلاتا جا رہا تھا مسکراتا پیرِ مے خانہ
لنڈاتا جا رہا تھا خم پیمانے پہ پیمانہ
ابھی پہنچا ہی تھا پیرِ مُغاں نے نظر فرمائی
کمالِ عجز سے رُخصت ہوئی صبرو شکیبائی
کچھ ایسی تند سی میرے لئے تجویز فرمائی
دہن سے حلق سے گزری میانِ سینہ ورآئی
نگاہوں ہی نگاہوں میں پلایا جو پلا ڈالا
ہوا و ہوس سے بے گانہ مستانہ بنا ڈالا
نوازا بے نوا مجھ سا کمالِ کرم کے صدقے
زمیں سے فلک پر پہنچا نگاہِ کرم کے صدقے
کھلایا غنچۂ ِ پژمردہ اَبرِ کرم کے صدقے
نکالی حسرتِ حسرت عطائے کرم کے صدقے
"**سراج دھر**" سے بیمارِ نرگس نے شفا پائی
"**مسیح دھر**" سے بیمارِ ہجراں نے شفا پائی

﴿سیّد سخاوت علی شاہ﴾

☆☆☆☆☆

شجرہ چشتیہ صابریہ سراجیہ

حمد بے حد ہے خدائے پاک کو   اور سلام اس سیّدِ لولاک کو
رحمتِ حق ہو جیو ان پر مدام   آل اور اَصحاب پر ان کے تمام
بعد اس کے شجرۂ پیرانِ چشت   نظم میں پڑھ تو جو ہو اہلِ بہشت
کرتو اول نام مرشد کا شروع   اور جنابِ کبریا میں ہو رجوع
منبع ِ جودو سخا عالی مقام   شاہ ظہور الحقؒ ہادی ذوالکرام
ہادی ِ راہ ِ خدا و مصطفیٰ !   ہیں سراج ُ الحقؒ با نورو ضیاء
مرشدِ پاکاں محمد با حسینؒ   ابنِ حیدر مصطفیٰؒ کے نورِ عین
دستگیرِ دوجہاں حافظ حسینؒ   شاہ فقیر بادشاہؒ کے نورِ عین
ہادی ِ راہِ خدا و دستگیر !   مقتدا و پیشوا و شاہ فقیرؒ !
مقتدا و پیشوا ء نورِ عین   یعنی تھے وہ حضرت شاہ حسینؒ
مرشد ان کے حافظِ قرآن تھے   عبد الرحمٰنؒ کامل انسان تھے !
مرشد اللہ ان کے تھے ملّا فقیرؒ   نام خاص عبد الکریمؒ دستگیر !
مرشد ان کے شاہ عنایت اللہؒ تھے   رات دن مشغول ذکر اللہ تھے
عُرف میں میراں جی سیّد شاہ بھیکھؒ   بو سعیدؒ نامِ پاک اُن کا تو سیکھ
شاہ ابو المعالیؒ وہ مقبولِ خدا   یاد میں حق کی وہ تھے صبح و مسا
شیخ داؤدؒ اور گنگوہ ان کی جاہ   شیخ صادق بو سعیدؒ با صفا !
اور نظام الدّین بلخیؒ رہنما !   تھے جلال الدّینؒ تھانیسر تھی جا
قطب عالم عبد القدوسؒ ان کا نام   تھے محمد عارفؒ ذوالکرام

تھے جلال الدّینؒ کامل اولیاء   احمد عبد الحقؒ ردولی اُن کی جا
عارف باللہ تھے وہ بالیقیں !   تھے وہ شمس الدّینؒ شمس حق و دیں
حضرت مخدوم بے شک ہیں ولی   احمد صابر علاء و الدّین علیؒ
خواجہ قطب الدّینؒ دہلی پُر اثر   تھے فرید الدّیں وہ گنجِ شکرؒ
خواجہِ ہند ُ الولی فخرِ زماں   تھے معین ُ الدّینؒ امامِ چشتیاں
تھے شریف الدّین زندنیؒ حاجی تھا نام   خواجہ عثمان ہارونیؒ اُن کا مقام
خواجہ یوسف ناصرُ الدّینؒ با ادب   خواجہ قطبُ الدّیں مودودیؒ لقب
تھے ابی احمدؒ وہ ابدال اوّلیں   تھے محمد زاہدؒ مقبول ِ دیں
تھے علو ممشادؒ دینوری تھا نام !   تھے ابو اسحاقؒ شام اُن کا مقام
تھے حُذیفہؒ مرعشی اہلِ صفا !   تھے ہبیرہؒ نام بصرہ ان کی جا
ابنِ اَدہم بلخیؒ با عزو جاہ !   حضرت سلطان ابراہیم شاہؒ
عبد الواحدؒ ابنِ زید رہنما !   تھے فضیل ابنِ عیاضؒ با خدا !
تھے امام دوجہاں وہ مقتدا   تھے حسن بصری وہ ہادی پیشوا
بوتراب مرتضیٰ شیرِ خدا   تھے امیر ُ المؤ منین مشکل کشاؒ
ہیں رسول ِ رہنما صلّو ا علیہ   ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ صلّو ا علیہ
دین و دنیا میں رہوں میں با خدا   اِن کی ارواحوں کی برکت سے سدا
آپ سے مجھ کو نہ کر اِک دم جدا   آرزو میری یہی ہے اے خدا

شجرہ شریف کے بعد درج ذیل **درودِ خضری** پڑھ کردعا کریں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

☆☆☆☆☆

شجرہ کے اولیائے کرام سال بہ سال

☆۱۔ حضرت الشاہ محمد ظہور الحق ؒ ، جائے ولادت بٹالہ، تاریخِ ولادت تقریباً ۱۸۹۶ء، تاریخِ وصال ۱۰ ذوالحجہ ۱۴۰۴ھ، ۷ ستمبر ۱۹۸۴ء، مدفن فیصل آباد

☆۲۔ حضرت الشاہ محمد سراج الحق ؒ ، جائے ولادت، کرنال تاریخِ ولادت ۱۲۸۷ھ، تاریخِ وصال ۲۸ شوال المکرّم ۱۳۵۰ھ، مدفن گورداس پور ہندوستان۔

☆۳۔ حضرت صوفی سیّد محمد حسین شاہ ؒ ، جائے ولادت مرادآباد، تاریخِ وصال ۲۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ، تدفین محلّہ مغل پورہ شہر مرادآباد، ہندوستان۔

☆۴۔ حضرت حافظ سیّد علی حسین ؒ ، جائے ولادت مرادآباد، تاریخِ وصال ۵ رمضان المبارک، جائے تدفین شہر مرادآباد، ہندوستان۔

☆۵۔ حضرت شاہ غلام حسین ؒ ، جائے ولادت رام پور، تاریخِ ولادت ۷ شعبان المعظم ۱۲۰۳ھ، تاریخِ وصال ۱۹ رمضان المبارک ۱۲۶۹ھ، جائے تدفین رام پور ہندوستان۔

☆۶۔ حضرت خواجہ عبدالرحمٰن ؒ ، جائے ولادت ہندوستان، تاریخِ وصال ۱۳ رمضان المبارک ۔

☆۷۔ حضرت خواجہ عبدالکریم ؒ ، جائے ولادت گجرات پاکستان، تاریخِ ولادت ۴ رجب المرجب ۱۱۲۳ھ، جائے تدفین رام پور ہندوستان، تاریخ وصال ۳ شعبان المعظم ۱۲۴۶ھ۔

☆۸۔ حضرت شاہ عنایت اللہ ؒ ، جائے ولادت قندھار، تاریخِ ولادت ۲۷ رجب المرجب ۱۱۰۹ھ، جائے تدفین بہلول پور نزد لدھیانہ

ہندوستان، تاریخِ وصال ۵ رمضان المبارک ۱۱۹۵ھ۔

☆۹۔ حضرت سیّد بھیکھ میراں ؒ ، جائے ولادت سرہند، تاریخِ ولادت ۱۳ جمادی الآخر ۱۰۵۸ھ، تاریخِ وصال ۵ رمضان المبارک ۱۱۲۹ھ، جائے تدفین کہڑام، ہندوستان۔

☆۱۰۔ حضرت شاہ ابوالمعالی ؒ ، جائے ولادت سہارن پور، تاریخِ ولادت ۱۱ شوال المکرّم ۱۰۲۵ھ، تاریخِ وصال ۱۱ ربیع الاول ۱۱۶۰ھ، جائے تدفین، انبٹہ ہندوستان۔

☆۱۱۔ حضرت شاہ داؤد عزیز ؒ ، جائے ولادت گنگوہ شریف، سال ولادت ۱۰۲۵ھ، تاریخِ وصال ۶ رمضان المبارک ۱۰۸۰ھ۔

☆۱۲۔ حضرت شاہ محمد صادق ؒ ، جائے ولادت گنگوہ شریف، تاریخِ ولادت ۱۷ ربیع الاول ۹۸۷ھ، تاریخِ وصال ۹ محرم الحرام ۱۰۵۳ھ، جائے تدفین گنگوہ شریف ہندوستان۔

☆۱۳۔ حضرت خواجہ ابوسعید گنگوہی ؒ ، جائے ولادت گنگوہ شریف، تاریخِ ولادت ۱۴ شعبان المعظم ۹۵۹ھ، تاریخِ وصال یکم ربیع الثانی ۱۰۴۳ یا ۱۰۴۹ھ جائے گنگوہ شریف، ہندوستان۔

☆۱۴۔ حضرت نظام الدین بلخی ؒ جائے ولادت روزن، تاریخِ ولادت ۱۲ رجب المرجب ۹۱۲ھ، تاریخِ وصال ۷ رجب المرجب ۱۰۱۷ یا ۱۰۵۱ھ، جائے تدفین بلخ شریف۔

☆۱۵۔ حضرت شاہ جلال الدین تھانیسری ؒ ، جائے ولادت دہلی، تاریخِ ولادت یکم رجب المرجب ۸۶۷ھ، تاریخِ وصال ۱۵ یا ۲۵ ذوالحجہ ۹۸۹ھ، جائے

تدفین تھانیسر، ہندوستان۔

☆۱۶۔ حضرت شاہ قطبِ عالم عبدالقدوسؒ، جائے ولادت رودولی، تاریخِ ولادت ۲۳ جمادی الثانی ۸۴۲ھ، تاریخِ وصال ۲۳ جمادی الثانی ۹۴۴ یا ۹۴۵ھ، جائے تدفین گنگوہ شریف ہندوستان۔

☆۱۷۔ حضرت شیخ محمد عارفؒ (کمال الدین محمد)، تاریخِ ولادت ۲۵ جمادی الثانی ۸۳۷ھ، تاریخِ وصال ۲۱ شعبان المعظم ۸۹۸ھ، جائے تدفین رودولی شریف ہندوستان۔

☆۱۸۔ حضرت شاہ عارفؒ (احمد عارف)، جائے ولادت رودولی شریف، تاریخِ ولادت ۲۰ صفر المظفر ۸۱۲ھ، تاریخِ وصال ۷ اصفر المظفر یا ۲۱ شوال المکرّم ۸۸۲ھ، جائے تدفین رودولی شریف، ہندوستان۔

☆۱۹۔ حضرت شاہ مخدوم عبدالحقؒ، تاریخِ ولادت ۲۱ ذیقعد ۷۳۷ھ، تاریخِ وصال ۱۵ جمادی الثانی ۸۳۷ھ، جائے تدفین رولی شریف ہندوستان۔

☆۲۰۔ حضرت شاہ جلال الدّین کبیر الاولیاءؒ، تاریخِ وصال ۱۳ ربیع الاول ۷۶۵ھ، جائے تدفین پانی پت ہندوستان۔

☆۲۱۔ حضرت شاہ شمس الدّین ترکؒ، جائے ولادت سرخس، تاریخِ ولادت ۲۱ جمادی الثانی ۵۹۷ھ، ۱۰ جمادی الثانی ۶۹۹ھ یا ۱۹ شعبان المعظم ۷۱۸ یا ۷۱۶ھ، جائے تدفین پانی پت ہندوستان۔

☆۲۲۔ حضرت سیّد علاؤالدّین علی احمد صابر کلیریؒ، جائے ولادت ہرات تاریخِ ولادت ۱۹ ربیع الثانی ۵۹۲ھ، تاریخِ وصال ۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ، جائے تدفین کلیر شریف، ہندوستان۔

☆۲۳۔ حضرت فریدُ الدّین مسعود گنج شکرؒ، جائے ولادت کوٹھووال نزد ملتان، تاریخِ ولادت ۴ ذوالحجہ ۵۶۹ھ، تاریخِ وصال ۵ محرم الحرام ۶۶۱ یا ۶۶۴ھ، عمر ۹۵ سال، جائے تدفین پاک پتن شریف، پاکستان۔

☆۲۴۔ حضرت خواجہ قطبُ الدّین بختیار کاکیؒ، جائے ولادت اوش شریف ہندوستان، تاریخِ ولادت ۲۴ رمضان المبارک ۵۴۸ھ، تاریخِ وصال ۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ یا ۶۳۳ھ، جائے تدفین مہرولی شریف دہلی ہندوستان۔

☆۲۵۔ حضرت سلطانُ الہند خواجہ معینُ الدّین چشتی اجمیریؒ، جائے ولادت سنجر شریف تاریخِ ولادت ۹ جمادی الثانی ۵۴۲ھ، تاریخِ وصال ۶ رجب المرجب ۶۳۲ھ، عمر ۹۱ سال، جائے تدفین اجمیر شریف، ہندوستان۔

☆۲۶۔ حضرت شاہ عثمان ہاروَنیؒ، جائے ولادت ہاروَن شریف، تاریخِ ولادت ۱۳ رمضان المبارک ۵۰۰ھ، تاریخِ وصال ۶ یا ۵ شوال المعظم ۵۹۹ھ، یا ۶۱۷ھ عمر سو سال، جائے تدفین مکۂ معظمہ، سعودی عرب۔

☆۲۷۔ حضرت خواجہ مخدوم حاجی شریف زَندَنیؒ جائے ولادت قوام، تاریخِ ولادت ۲۱ رمضان المبارک ۴۵۳ھ، تاریخِ وصال ۱۰ رجب المرجب ۵۶۰ھ، جائے تدفین شہر زندان قنوج۔ بعمر ۱۲۰ سال۔

☆۲۸۔ حضرت قطبُ الدّین مودود چشتیؒ، تاریخِ ولادت ۱۳ شعبان المعظم ۴۱۹ھ، تاریخِ وصال یکم رجب المرجب ۵۳۷ یا ۵۲۷ھ، جائے تدفین چشت۔

☆۲۹۔ حضرت ناصر الدّین ابو یوسف چشتیؒ، جائے ولادت نواحِ چشت، تاریخِ ولادت ۱۳ شعبان المعظم ۳۲۵ھ، تاریخِ وصال ۳ رجب المرجب ۴۵۹ھ چشت شریف، افغانستان۔

☆۳۰۔ حضرت شاہ محمد زاہد ؒ، جائے ولادت خاص چشت، تاریخِ ولادت ۲۲ محرم الحرام ۲۹۹ھ، تاریخِ وصال ۱۵ رجب المرجب ۴۱۱ھ، جائے تدفین چشت شریف، افغانستان۔

☆۳۱۔ حضرت شاہ ابی احمد بن سلطان ابدال چشتی ؒ، جائے ولادت بدخشاں، تاریخِ ولادت ۶ رجب المرجب ۲۰۶ھ، تاریخِ وصال یکم جمادی الثانی یا ۱۴ ربیع الثانی ۳۵۵ھ، جائے تدفین چشت شریف، افغانستان۔

☆۳۲۔ حضرت شاہ ابو اسحاق شامی چشتی ؒ، جائے ولادت دمشق، تاریخِ ولادت ۷ ذوالحجہ ۲۳۷ھ، تاریخِ وصال ۱۴ محرم الحرام ۳۴۳ یا ۳۵۱ھ، جائے تدفین عکہ، ملکِ شام۔

☆۳۳۔ حضرت سیدنا شاہ ممشاد علو دینوری ؒ، جائے ولادت کوفہ، تاریخِ ولادت ۱۲ رجب المرجب ۱۹۶ھ، تاریخِ وصال ۴ یا ۱۴ محرم الحرام ۲۹۹ھ، جائے تدفین، دینور۔

☆۳۴۔ حضرت خواجہ امین الدّین ابو ہبیرہ بصری ؒ، جائے ولادت بصرہ، تاریخِ ولادت ۲۲ رجب المرجب ۱۵۲ھ، تاریخِ وصال ۷ شوال ۲۷۹ھ، جائے تدفین بصرہ، عراق۔

☆۳۵۔ حضرت شاہ حذیفہ مرعشی ؒ، جائے ولادت بدخشاں، تاریخِ ولادت ۱۳ ذوالحجہ ۱۱۷ھ، تاریخِ وصال ۵ شوال ۲۰۳ھ یا ۲۴ شوال ۲۵۶ھ، جائے تدفین مرعش پہاڑ حذیفہ۔

☆۳۶۔ حضرت شاہ ابرہیم اَدہم ؒ، جائے ولادت بلخ، تاریخِ ولادت ۹ شوال ۱۱۰ھ تاریخِ وصال ۲۶ جمادی الاول ۱۶۶ یا ۱۸۰ھ ، جائے تدفین شام بلادِ روم۔

☆۳۷۔ حضرت خواجہ فضیل ابنِ عیاض ؒ، جائے ولادت کوفہ، تاریخِ ولادت ۱۱ ذی قعدہ ۷۰ھ، تاریخِ وصال ۳ ربیع الثانی ۱۸۷ھ یا ۱۷۰ھ، جائے تدفین جنت المعلیٰ مکۃُ المکرّمہ، سعودی عرب۔

☆۳۸۔ حضرت خواجہ عبدالواحد ؒ، تاریخِ ولادت ۹ شعبان المعظم ۳ھ، تاریخِ وصال ۱۶ یا ۲۷ صفر المظفر ۱۷۷ یا ۱۷۱ھ، جائے تدفین قبرستان کعبہ شریف، سعودی عرب۔

☆۳۹۔ حضرت شاہ حسن بصری ؒ، جائے ولادت طائف، تاریخِ ولادت ۱۱ رمضان المبارک ۱۳ھ، تاریخِ وصال ۴ محرم الحرام ۱۰ یا ۱۱۱ھ، جائے تدفین بصرہ (صحرائے عراق)۔ ۷۵ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زیارت کی۔

☆۴۰۔ حضرت ابوالحسن **علی المرتضیٰ** کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ ابنِ ابی طالب، جائے ولادت خانہ کعبہ، تاریخ ولادت ۱۸ رجب المرجب، تاریخِ وصال ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ، جائے تدفین نجفِ اشرف، عراق۔

☆۴۱۔ **حضرت محمد رسول اللہ** ﷺ جائے ولادت مکۃُ المکرّمہ، تاریخِ ولادت ۱۲ ربیع الاول، تاریخِ وصال ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ، جائے تدفین سکونِ جان وایماں مدینۃُ النبی ﷺ۔

❁❁❁❁❁

نوٹ : تواریخِ ولادت ووصال میں ممکن ہے بعض اہلِ تحقیق کو اختلافِ رائے ہو جو ان کا علمی حق ہے، مگر یہاں جمہور محققین تذکرہ نگاروں کے مطابق تحریر کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ سہو معاف فرمائے آمین۔

☆☆☆☆☆

رباعی

رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی
سدّو نی مینوں دھید و رانجھا ہیر نہ آکھے کوئی
رانجھا میں وچ میں رانجھے وچ ہور خیال نہ کوئی
میں نئ او آپ ہی اپنی، آپ کرے دل جوئی

﴿بابا بلّھے شاہ﴾

رَبَّنَا تَقَبَّلُ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ، اَللّٰھُمَّ اسْتُرْنَا بِسَتْرِکَ الْجَمِیْلِ، اَللّٰھُمَّ لَا تَکِلْنَا اِلٰی غَیْرِکَ یَا رَبَّنَا طَرْفَةَ عَیْنٍ ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُوْمِنِیْنَ وَالْمُوْمِنَاتِ وَلِلْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ ، بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ، وَخَاتَمِ النَّبِیِّنَ ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی قَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ ، وَبِحُرْمَةِ اَوْلِیَآءِ الْکَامِلِیْنَ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔

اللہ جلّ جلالہٗ کی توفیق اور بزرگوں کی توجّہات کے صدقے یہ باب ٹل گیریژن (NWFP) میں بتاریخ ۲۱ فروری ۲۰۰۸ء کو پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

احقرُ العباد: ابو الاحسان مُحمّد حنیف چشتی غُفِرَ لَہٗ۔

☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا

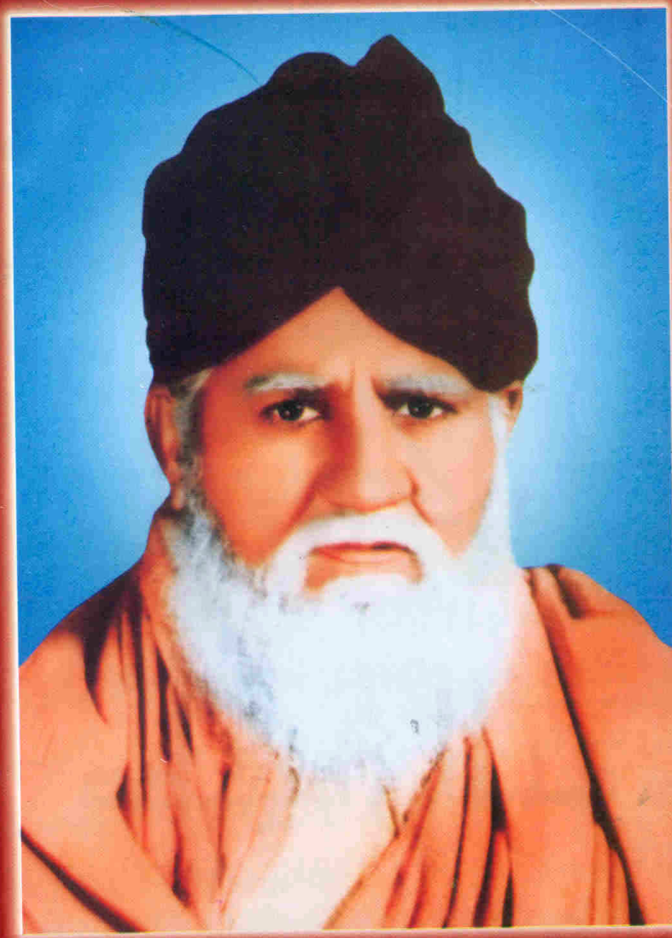
﴿باب دوم﴾

تذکرہِ

ظُہورُ الحق رحمۃ اللہ علیہ

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

﴿حکیم الاُمت ڈاکٹر محمد اقبالؒ﴾



رحمۃ اللہ علیہ

شیخ المشائخ قبلہ الشّاہ محمد ظہور الحق

چشتی صابری قلندری فیصل آباد

زُبدَةُ العَارِفِین ، عُمدَةُ الوَاصِلِین ،

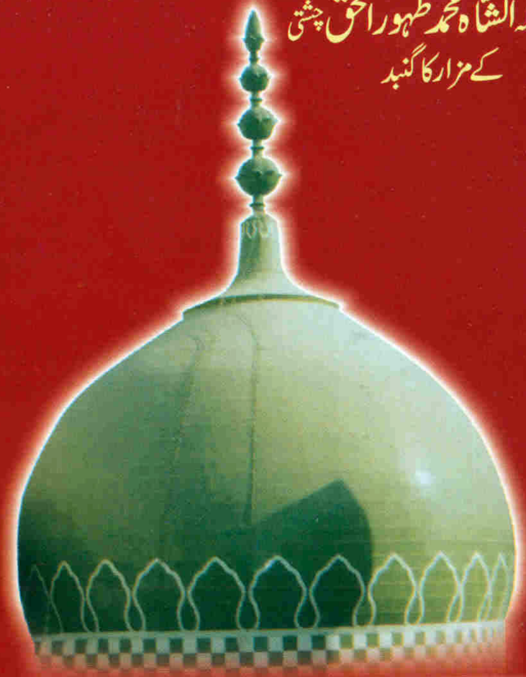
شَیخُ المَشَائِخ، قِبلَه

رحمۃ اللہ علیہ

اَلشّاہ مُحَمَّد ظُہُور الُحَق

چشتی صابری سراجی

رحمۃ اللہ علیہ
شیخ المشائخ قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق چشتی
کے مزار کا گنبد





رحمۃ اللہ علیہ
شیخ المشائخ قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق چشتی کے مزار کا اندرونی منظر

حصہ الف

حالاتِ زندگی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حصہ الف

حالاتِ زندگی

اسلام چند موہومہ رسومات وعبادات کا ہی مجموعہ نہیں، جس میں پوجا پاٹ کا تقریباً سوا چودہ سو سالہ (۱۴۳۲ھ) فرسودہ اور پرانا نظام ہی ہے، نہیں ایسا ہرگز نہیں، بلکہ یہ ایک ایسا کامل دین اور مکمل نظامِ حیات ہے، جس میں انسان کو معاشرتی ومعاشی، سیاسی وسماجی، دینی ومذہبی، اخلاقی وروحانی، علمی وعملی اور قولی وفعلی پختہ اور ٹھوس اُصولوں پر مبنی ضابطۂ حیات پر کاربند ہونے کا درس دیا جاتا ہے، جو انسان کو نجی، قومی اور بین الاقوامی زندگی کے روشن اور قابلِ عمل اُصول مہیا کرتا ہے، جو عین فطرتی ہیں، جن سے سلیمُ الفطرت انسان سرِ مُو انحراف وانکار نہیں کرسکتا۔

جس کا مقصد یہ ہے، کہ گوشت پوست کے انسان میں ایسی روح بیدار کر دی جائے، جس کی وجہ سے یہ معاشرے کا مفید رکن بن جائے، انسانیّت کے لئے فائدہ بخش اور فیض رساں بن جائے، تاکہ اس بیدار مغز شہری کی نشست وبرخاست سے اسلام کی نمائندگی ہو، یہ زمین میں اللہ کریم کا خلیفہ اور نائب بن کر رہے، اس کا قول وفعل روحِ اسلام کی حقّانیت کی دلیل ثابت ہو، اس کا وجود سراپا جود وسخا اور اس کی موجودگی سراسر یُمن وبرکت ہو، اس سے خیر اور بھلائی کے سوتے پھوٹیں، یہ نگاہ اُٹھائے تو شرم وحیا اور عفّت وپاکدامنی کی کرنیں چمکیں، اس کا دل دکھی انسانیّت کے

لئے بے چین ہو جائے، یہ ایثار وقربانی کا ایسا پتلا ہو کہ اپنا آرام وسکون بھی بے چارے پریشان اور مصیبت زدہ افراد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھنے کے لئے تج کر دے، غمزدہ لوگوں کے پژمردہ چہروں پر مسکراہٹیں بکھیر دے۔

اس پر بس نہیں بلکہ اس کا ہاتھ یتیموں کے سروں پر شفقت ومحبت کا سائبان ثابت ہو، اس کا علم عمل کے قالب میں ڈھلا ہو، اس انسان کی پیشانی حُقوقُ اللہ کی ادائیگی کی سعادت سے پرُنور ہو، اس کے اوقات حقوقُ العباد کی ادائیگی سے بھی معمور ہوں، اس کی خَلوتیں حقوقُ النفس کی بجا آوری کی برکات سے جگمگ جگمگ کر رہی ہوں، اس کی جَلوتیں مخلوقِ خدا کی خدمت کے لئے وقف ہوں، ایسا مفید انسان بنانا اسلام کے روحانی وصوفیانہ نظام کے مقاصدِ جلیلہ میں شامل ہے، ایسا قدسی صفات معاشرہ قائم کرنا دینِ حنیف اور اپنے حقیقی معنیٰ میں سلامتی رکھنے والے افراد دینِ اسلام کے اَہداف میں شامل ہیں، ایسی نورانی جماعت تشکیل دینا ہی اسلام کے اخلاقی نظام کا مطلوب ومقصود ہے، جس میں یہ کامیاب ہوا ہے۔

جن نفوسِ قدسیّہ میں یہ خصوصیّات اور اعلیٰ صفات پائی جائیں یا مکمل نہ سہی تو زیادہ تر حصہ پایا جائے، ان کے اسمائے مبارکہ جریدۂ عالم پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ثبت ہو جاتے ہیں، وہ فقط قانونِ الٰہی کے مطابق ذائقۂ موت چکھ کر دنیا سے رخصت تو ہو جاتے ہیں، مگر خلقِ خدا کے دلوں سے صدیوں محو نہیں ہوتے، اللہ کی پیاری مخلوق میں ان کے فیوضات بٹتے رہتے ہیں، ایسی پُرخلوص، بابرکت اور مفید شخصیّت راقم الحروف کے ممدوح، حضور سراجُ الملّت والدینؒ کے چشم وچراغ، خاندانِ سراجیّہ کی روحِ رواں، علم وعمل کے پیکرِ جمیل اور تصوّف وروحانیّت کے امین، قبلہ حضرت

الشاہ محمد ظہورُ الحق رحمۃُ اللہ علیہ ہیں

جن کو ایک عالم بطور مُبلّغ، مُصلح، مُفکّر، صوفی، مرشد، پیر، بزرگ اور سب سے بڑھ کر ایک دُرویش مَنش اور علم دوست انسان جانتا ہے، بلکہ یہ سارے القابات اُن کے مقامِ رفیع سے بہت ہی فروتر ہیں، وہ حقیقت میں اپنی ذات میں محو اور لگن میں مٹے ہوئے انسان تھے، جن کو بھاری بھرکم القابات سے کوئی غرض نہ تھی، نہ ہی وہ اپنی حیات میں ایسے کلمات کو پسند ہی فرماتے تھے، اس کے باوصف وہ ایک خاموش طبع مگر متحرک وفعال شخصیّت کی حیثیت سے قبلۂ عالم الشاہ محمد سراج الحق چشتی صابری گورداس پوریؒ کی جانشینی کا حق ادا کر رہے تھے، جن کی زندگی کے چند اہم گوشے ہدیۂ قارئین ومتوسلین کیے جا رہے ہیں۔ یہ مختصر مضمون اُن کی حیات وخدمات پر جامع تو نہیں، مگر ان کی حیاتِ مستعار کے چند ناگزیر پہلو ضرور ظاہر کر دے گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نگارشات ان کی قدآور، علمی وروحانی شخصیّت کے بارے میں جاننے والوں کے لئے تسکینِ قلب کا باعث بنیں گی کیونکہ: ع۔ ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

۱۔ ولادت و اسم گرامی

خواجہ سراج الملّت والدین الشاہ محمد سراج الحقؒ کے ہاں کرنال میں جو سب سے پہلے فرزندِ ارجمند متولّد ہوئے، اُن کا نام **محمد ظہور الحق** قرار پایا، آپ کی تاریخِ ولادت کے بارے میں کئی اقوال وارد ہیں۔ جس طرح ایک فقیر کی زندگی کے جملہ خدوخال بمشکل ہی ظاہر ہوتے ہیں، اسی طرح آپ کی تاریخِ ولادت کے لئے قطعی فیصلہ دینا کارے دارد ہے، چند اقوال درج کیے جاتے ہیں:

☆۱۔ آپ کی عمر ایک سو دس (۱۱۰) سال تھی۔

☆۲۔ آپ کی عمر ایک سو دو (۱۰۲) سال تھی۔

☆۳۔ جب مرزا غلام احمد قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز منگل مرا، تو اس وقت آپ

سوئم جماعت میں پڑھتے تھے۔(۱) یہ تاریخ زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

☆۴۔ آپ کی عمر تقریباً سو (۱۰۰) سال تھی۔

☆۵۔ شناختی کارڈ کے مطابق آپ کی عمر اٹھاسی سال (۸۸) سال تھی۔

۲۔ ابتدائی تعلیم

آپ نے ابتدائی مذہبی تعلیم گھر میں حاصل کی، جس میں قرآن مجید ناظرہ اور ابتدائی اسلامی کتب شامل ہیں۔ برِصغیر میں بیسویں صدی کے اوائل میں دورِ غلامی تھا، جس میں یہ تعلیم کافی سمجھی جاتی تھی، کیونکہ یہ وہ دور تھا، جب مسلمانوں کو حصولِ تعلیم کے مواقع بہت کم میسر تھے، برطانوی سامراج مسلمانوں کو تعلیم سے دور رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ آپ نے سکول میں میٹرک تک تعلیم حاصل کی تھی۔

۳۔ عملی زندگی کا آغاز

مروّجہ تعلیم میٹرک تک حاصل کی اور حکومت کے ایک عہدے پر تعیّنات ہوئے، یہ انتظامی عہدہ تھا، لہٰذا دورانِ سروس آپ نے اپنے کردار کو کرپشن کے داغ دھبوں سے بچا کر بڑا صاف اور شفاف رکھا۔ بقول قاری محمد شریف حضور خواجہ صاحبؒ کے وصالِ پُرملال تک یہ سروس جاری رہی۔ بعد ازاں مشاغلِ روحانیہ اور خانقاہی مصروفیات کے پیشِ نظر یہ سلسلہ منقطع کرنا پڑا۔ بعض حضرات کا خیال ہے، کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی حیات میں ہی آپ نے استعفادے دیا تھا۔

۴۔ ازدواجی زندگی

بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں حضرت محمد ظہور الحق کا عقدِ مسنون ہوا، اس رفیقۂ حیات سے اللہ تعالیٰ نے دو (۲) صاحبزادے عطا فرمائے:

(۱) شمیم ولایت ص: ۶۲۷۔ ابو مظہر چشتی، ناشر بزمِ چشتیہ۔ لاہور

☆۱۔ میاں محمد منصور الحق شاہ صاحبؒ (م۔۲۴ مئی ۱۹۸۸ء)

☆۲۔ میاں محمد ضمیر الحق شاہ صاحب (موجودہ سجادہ نشین اور امیر جماعت سراجیہ)

☆۳۔ چار صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔

۵۔ تصوّف و روحانیّت

حضرت قبلہِ عالم الشاہ محمد سراج الحقؒ نے ایک دن صاحبزادہ محمد ظہور الحق کو عرس کی ایک تقریبِ سعید میں بلایا، جب صاحبزادہِ والا شان آئے تو ذکر بالجہر جاری تھا، سینکڑوں ذاکرین وصوفیائے کرام نفی اثبات کے ذکر میں محو تھے، اس حال میں صاحبزادہ صاحب (محمد ظہور الحق شاہ) سرکاری یونیفارم میں آموجود ہوئے، نہایت آہستگی کے ساتھ حضور قبلہِ عالم کے گوش گزار ہوئے، ابا جان! کیا آپ نے یاد فرمایا ہے؟ میں نے یونیفارم اُتارنے کی تاخیر بھی مناسب خیال نہ کی اور اسی حال میں چلا آیا ہوں، قبلہِ عالمؒ نے ایک نظر صاحبزادہ صاحب کی طرف دیکھا اور فرمایا جاؤ، بس وہ ایک نگاہِ کیمیا اثر تھی، جو مَن میں ایسی اُتری کہ آگ لگا گئی۔ یقیناً ایسی ہی نظر کے لئے دانائے راز اقبالؒ نے فرمایا تھا:

ؔ خِرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں ﴿اقبالؒ﴾

۶۔ خانقاہِ سراجیّہ کی ذمّہ داریاں

خواجہِ خواجگاں، حضرت قبلہ الشاہ محمد سراج الحقؒ کی وفاتِ حسرت آیات ۷ مارچ ۱۹۳۲ء کے بعد حضرت صاحبزادہ محمد ظہور الحق شاہ کو سینکڑوں خلفائے کرام اور ہزاروں ذاکرین کی موجودگی میں ختمِ چہلم کی تقریبِ سعید کے موقع پر خرقہِ خلافت زیبِ تن کروایا گیا، اور دستار بندی کی گئی، سلسلہِ عالیہ چشتیہ صابریہ سراجیہ کی

تمام تر ذِمّہ داریاں آپ کے سپرد کر دی گئیں۔ پھر آپ یک سُو ہو کر میدانِ روحانیّت کے نہ صرف راہرو بنے بلکہ شہسوار بنے، بقیہ زندگی اسی خدمت کی نذر کر دی، اور:

ع ہر کہ خدمت کرد اُو مخدوم شد

کے مصداق ٹھہرے۔

۷۔ معاشرتی زندگی

معاشرہ باہمی مل جل کر رہنے سے عبارت ہے، جس میں اُمیر و غریب، شاہ و گدا، عالم و جاہل، چھوٹے، بڑے اور مرد و خواتین اشتراکِ عمل سے ایک محلے، گاؤں، شہر یا ملک میں رہتے ہیں، ایک دوسرے کے دکھ سکھ اور غمی و خوشی میں برابر کے شریک ہوتے ہیں، اسی وجہ سے معاشرہ مختلف الخیال، الگ الگ رنگ و نسل اور متعدد زبانیں بولنے والے افراد ہونے کے باوجود ایک اکائی اور وحدت کا تصور پیش کرتا ہے، یہاں ہر شخص اپنی صلاحیتوں کے مطابق بھرپور کردار ادا کرتا ہے، اسی بنا پر معاشرتی زندگی کی تمام تر ضروریات پایہِ تکمیل کو پہنچتی ہیں۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو حضور قبلہ ابا جی (الشاہ محمد ظہور الحقؒ) نے اس معاشرے میں بھرپور اور مصروف ترین زندگی بسر فرمائی، ایک مفید، معاون، مصلح، مربّی، مشفق اور محسن کے طور پر اپنا عرصہِ حیات بسر کیا، آپ نے ہر اعتبار سے پاکستانی معاشرے کی رہنمائی فرمائی۔ سیاسی و سماجی، دینی و مذہبی، علمی و عملی، معاشی و معاشرتی اور اخلاقی و روحانی طور پر اپنے فرائض کامیابی سے ادا فرمائے، کنجِ عافیت میں بیٹھ کر ہنگامہ ہائے حیات سے کوسوں دور فقط تسبیح و تہلیل اور اوراد و وظائف میں ہی اپنا قیمتی وقت خرچ نہیں فرماتے تھے، بلکہ رات اگر مصلّے پر دعا و مناجات میں بسر ہوتی تو دن معاشرے کی فلاح و بہبود کی خاطر صرف ہوتا تھا، اسی طرح زندگی کے

سارے شب و روز بسر ہو رہے تھے۔

۸۔ سیاسی زندگی

ملک و ملّت کو قانونی، عدالتی، اور انتظامی اُمور میں داخلی اور خارجی اعتبار سے صحیح سمت میں چلا کر ترقی کی معراج حاصل کی جاسکتی ہے۔ اپنی قوم کو بلند سے بلند تر مقام پر پہنچانا ہی عمدہ اور صحیح سیاست کے مقاصد و اَہداف میں شامل ہوتا ہے، ہر شہری اس میں شریک ہوتا ہے، کچھ بلا واسطہ اور کچھ بالواسطہ سیاسی خدمات سرانجام دے رہے ہوتے ہیں، ہر شخص کا اپنا کردار ہے جو اپنی جگہ پر بڑی اَہمیّت کا حامل ہے۔

اس پس منظر میں بھی امیرِ جماعتِ سراجیہ قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق ؒ نے اگر چہ سیاسی جماعت بنا کر کوئی خدمت سرانجام نہیں دی، اور سیاست سے بالکل الگ تھلگ بھی نہیں رہے، کہ اس کو شجرِ ممنوعہ خیال کرتے ہوں، بلکہ اپنے حلقۂ ارادت میں شامل لوگوں کا بالخصوص اور اُمتِ مسلمہ کا بالعموم سیاسی شعور بیدار کرنے کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں، اس قومی فریضے کو سرانجام دینے کے لئے آپ کسی حکومتی عہدے پر فائز ہونا بھی ضروری خیال نہیں کرتے تھے، بلکہ عہدے سے علیحدہ رہ کر جذبۂ حُبُ الوطنی اور پُر خلوص سیاسی خدمت کے خیال سے جب بھی آپ نے مناسب سمجھا مخلصانہ اور ہمدردانہ قوم کی رہنمائی فرمائی، الیکشن یا تعلیمی مواقع پر اس خدمت کو بے لوث اَخلاقی فریضہ سمجھ کر ادا فرمایا، نہ صرف اس پر بس بلکہ اپنے ماہنامہ ''**السراج**'' میں اپنے ارشاداتِ عالیہ اور ملفوظاتِ طیبہ کے ساتھ مناسب اور نہایت ہی اعتدال پر مبنی ہدایات جاری فرماتے تھے۔

جس طرح شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ (م۔ ۱۱۷۶ھ) نے حکومتی مناصب اور اقتدار کی داد و دہش سے الگ رہ کر برِّ صغیر کے مسلمانوں کو ہندوؤں اور سکھوں

کے دستِ تظلّم سے نجات دلانے کے لئے احمد شاہ ابدالی (م۔۱۱۸۴ھ) کو افغانستان میں کئی خط لکھے، اپنی تحریرات اور ملفوظات کے ذریعے سیاسی خدمات سرانجام دیں، بلا تشبیہ و بلا مثال قبلہ الشاہ محمد ظہور الحقؒ کی سیاسی خدمات تحریکِ پاکستان سے لے کر تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۵۴ء اور تحریکِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ ۱۹۷۷ء تک جاری رہیں، کہیں آپ کا کردار سپاہیانہ رہا تو کہیں قائدانہ، الغرض ہر طریقے سے مسلم لیگ اور پاکستانیوں کے ساتھ رہے، چنانچہ محترم پروفیسر عارف حسین عارف اپنے سوانحی مضمون میں لکھتے ہیں۔

حضرت قبلہ اباجی (الشاہ محمد ظہور الحقؒ) کی حُبُ الوطنی کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ جب بھی انتخابات کا موقع آیا، آپ نے ہمیشہ پاکستان کے بہی خواہوں، دو قومی نظریہ کے پاسبانوں، تحریکِ پاکستان کے کارکنوں اور صالح اُمیدواروں کا ساتھ دیا، آپ نے اپنے پیروکاروں کو کھل کر محبِ وطن جماعتوں کی حمایت کرنے کی تلقین کی، بغیر کسی ذات پات، برادری، یا ذاتی مفاد کے محض قومی جذبہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنی رائے (ووٹ) کے اظہار کی تعلیم دی۔(۱)

تحریکِ پاکستان میں قیامِ پاکستان کے لئے مسلم لیگ کو ووٹ دے کر کامیاب کرنے کو آپ نے نیکی قرار دیا، جب کہ اس کے مخالف کانگرس کو ووٹ دینے والوں کو بدی کا طرف دار قرار دیا، اور کانگرس سے اپنی ناپسندیدگی کا برملا اظہار کیا کرتے تھے۔ آپ سیاسی حالات کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ رکھتے تھے، اور سیاست سے بے خبری کو ناپسند فرماتے تھے۔ ۱۹۷۷ء میں قومی اتحاد کے تحت تحریکِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ چلی، آپ تبلیغی و اصلاحی دورے پر جہاں بھی تشریف لے جاتے تھے، تو ملنے والوں کو تعمیرِ پاکستان کے لئے اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے عملی نفاذ کے

(۱) ماہنامہ السراج ص: ۲۷۔ ستمبر ۱۹۹۶ء۔

لئے قومی اتحاد کے کلمہ طیّبہ والے پرچم کے سائے تلے جمع ہو کر ملک کے ایوانِ بالا تک کو نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے رنگ میں رنگ دینے کی سعی و کوشش میں مصروف ہو جاتے تھے، قومی اتحاد کے اُمیدواروں کو ووٹ دے کر کامیاب بنانے کی تلقین بھی فرماتے تھے، گویا آپ اس وقت اقبالؒ کے اِن خیالات کی عملی تصویر بن گئے تھے۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبّیری
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری ﴿اقبالؒ﴾

۹۔ جدّ و جُہد کی جہات

اقوامِ عالم میں بالعموم اور پاکستانی قوم میں بالخصوص پائی جانے والی کمزوریوں، غلطیوں اور اَخلاقی برائیوں کو دور کرنے کے لئے آپ نوکِ نشتر کا سہارا لینے کی بجائے ایک صالح اور دردمند طبیب کی طرح مرہم سے مریض قوم کا علاج تجویز فرماتے تھے، وہ نظریۂ پاکستان کے خلاف نہ ہوتا۔ وہ اپنی قوم کی پستی کی وجوہات کا ذکر کرتے، تو چار وجوہات کو کبھی نظرانداز نہ فرماتے تھے۔ ان کو دور کرنے کے لئے کوشش بھی جاری رکھتے تھے، وہ وجوہات درج ذیل ہیں:

☆۱۔ جہالت کا خاتمہ اور علم کی اِشاعت
☆۲۔ تفرقہ بازی سے نفرت
☆۳۔ تن آسانی سے بیزاری
☆۴۔ ناجائز ذرائع سے مال وزر کمانے کی ہوس کی تردید

پہلی وجہ یعنی جہالت کا خاتمہ اور علم کے نور سے اَقصائے عالم کو منور کرنے کا کام خاص کر اپنے ذِمّہ لے رکھا تھا، جو ابھی ۲۰۱۰ء تک بھی جماعت سراجیّہ کی پہچان ہے۔ آپ نے تعلیمی ادارے اور درس گاہیں قائم کیں، جن میں طلبہ کو صرف نصابی

کتب کے مطالعہ تک ہی محدود نہ رکھا جاتا تھا، بلکہ دیگر ہم نصابی سرگرمیوں کے ساتھ پاکستان کے سیاسی حالات سے بھی واقفیّت دلانے کے لئے اخبارات و جرائد اور مروّجہ رسائل کا مطالعہ بھی ضرور کرواتے تھے، اسی لئے آپ نے اپنی درس گاہوں کو قدیم و جدید کا حسین مرقع بنایا، کیونکہ آپ بے دین سیاسی بابو اور خشک ملاّ کو قومی نقصان اور ہلاکت کا باعث قرار دیتے تھے اور طلبہ کو یوں تلقین فرماتے تھے:

''ایک ہاتھ میں قدامت یعنی علومِ اسلامیہ (قرآن، حدیث، فقہِ اسلامی، تصوّف، فنونِ لطیفہ) اور دوسرے ہاتھ میں جدّت یعنی علومِ جدیدہ و متداولہ (سائنسی، طبی، معاشی، معاشرتی، اِنفارمیشن ٹیکنالوجی، میزائل ٹیکنالوجی اور ایٹم وغیرہ) کو حاصل کرنے کی ہدایت فرماتے تھے، تاکہ اسلام کو ماننے والا دین و دنیا کے حسین امتزاج کے حامل دین کو مان کر اچھا پاکستانی اور مفید شہری ثابت ہو، قبلہ الشاہ محمد ظہور الحقؒ کی تعلیمی خدمات تفصیل کے ساتھ ﴿حصہ ب﴾ میں ذکر کی جائیں گی، اور باقی تینوں وجوہات پر اپنی نشستوں میں اَخلاقی تعلیم دینا جاری رکھتے تھے۔

قبلہ اباجی حضورؒ (الشاہ محمد ظہور الحقؒ) کے نزدیک عمدہ، قابل، لائق اور با صلاحیت مُصلح سیاست دان وہ ہے، جو علومِ دنیوی کے ساتھ علومِ دینیہ پر ضروری دسترس رکھتا ہو، کیونکہ ہر شخص کو تخصّص (Specialization) کرنا ہی ضروری نہیں ہے، وہ دورِ جدید کے تقاضوں کو سمجھ کر حالات و مسائل اور واقعات کو دین کے مطابق ڈھالنے کی استعداد رکھتا ہو۔ یقیناً وہی شخص صحیح سمت میں قوم کی سیاسی خدمت کا فریضہ سرانجام دے سکتا ہے، اگر مروّجہ علوم میں کمال حاصل کر کے مال وزر ہی کمایا جائے اور سیاست سے دولت کے انبار لگائے جائیں تو وہ علم بھی باعثِ ہلاکت ہوگا اور وہ سیاسی خدمت بھی وبالِ جان بن جائے گی، قوم کی سیاسی رہنمائی

ذاتی اغراض سے الگ تھلگ ہونی چاہیے، جو فقط جذبہِ خدمتِ انسانی کے تحت ہی زیادہ ممکن ہوتی ہے، وہی اللہ تعالیٰ کے ہاں باعثِ اجر بھی ہوگی۔

۱۰۔ جدید طرزِ حیات

''امیرِ جماعتِ سراجیہ قبلہ حضور الشاہ محمد ظہور الحق ؒ کو کئی لوگ احتراماً اباجی کے عرفی نام سے پکارتے تھے، کہنے والوں کی اس سے فقط یہ مراد ہوتی تھی کہ آپ اُن کے روحانی باپ ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں جب بھی ''**ابا جی**'' کا لفظ آئے گا، تو وہاں قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق ہی مراد ہوں گے، وہاں حقیقی اور صلبی والد مراد نہیں ہوگا، کیونکہ حقیقی والد فقط وہ ہوتا ہے، جس کے بستر پر بچہ پیدا ہوتا ہے، قبلہ شاہ صاحب ؒ کے قرب و جوار میں رہنے والے اور خُدّامِ خانقاہ سراجیہ جب کبھی آپ کو اباجی کے عرفی نام سے پکارتے تو بعض اوقات نو وارد شخص کو یہ جملہ بڑا عجیب سا لگتا تھا، وہ یہ سن کر چند لمحوں کے لیے عجیب و غریب خیالات میں غوطہ زن ہو جاتا، جب کہ اس میں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

شیخِ طریقت، مرشدِ گرامی، اُستاد اور رہنما دراصل روحانی باپ ہوتا ہے، یقیناً قبلہ حضور الشاہ محمد ظہور الحق ؒ کا سایۂ عاطفت جماعتِ سراجیہ کے سر پر روحانی باپ کا سایہ تھا، آپ نے اپنی بے پایاں شفقتوں کے ساتھ روحانی باپ بن کر دکھایا، جن لوگوں کو ایک بار بھی آپ کے ہاں قیام کرنے کا موقع ملا، وہ آپ کی بے پناہ عنایتیں دیکھ کر حقیقی والد کی شفقتوں کو بھول جاتے تھے۔''

اس جملہ معترضہ کے بعد عرض یہ ہے، کہ آپ اپنی زندگی میں جدّت کے لفظ سے حیران و ششدر نہ ہوتے تھے، جدید اشیاء کو خشک مفتیوں کی طرح کفار کی اسلام کے خلاف گہری سازش قرار دے کر متروک نہ فرمادیتے تھے، بلکہ دورِ جدید کی

ایجاد شدہ چیزوں کو ترویجِ اسلام اور اِشاعتِ اقدارِ دینیّہ کے لئے استعمال کرتے تھے، آپ نے مستقل طور پر حجرہ نشینی اور چلہ کشی کی زندگی اختیار نہیں فرمائی، حالانکہ بوقتِ ضرورت عزلت گزینی کو اختیار فرمایا بھی کرتے تھے، اور جی بھر کر یادِ الٰہی کرتے تھے، گویا حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس کی ادائیگی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے، آپ نے جدید وسائل کو استعمال کر کے خلقِ خدا کی خدمت کا قومی اور اجتماعی فریضہ ادا کیا اور پوری زندگی اپنے قول و عمل سے ملّتِ اسلامیہ کو صراطِ مستقیم پر گامزن رکھنے کے لئے صحیح رہنمائی فرمائی تھی۔

راقم کے موصوف و مخدوم قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق ؒ حکام کو قابلِ نفرت خیال کر کے ان سے ملاقات کو ترک نہ فرماتے تھے، بلکہ اس ملاقات کو ان کی بے اعتدالیوں سے انہیں باخبر کرنے کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اسی مقصد سے حکام کو ملتے بھی تھے، بعض اوقات ان کو اپنے ہاں سکول کی تقریبات میں مدعو کرتے تھے، دینی و تعلیمی مقاصد میں ان کے اختیارات سے اِستفادہ بھی کرتے تھے، اَربابِ اختیار میں سے جو بھی ایک بار ان کو ملتا تو آپ کی بلند کرداری، ذاتی عاجزی و انکساری اور ملنساری جیسے اعلیٰ خصائل کی وجہ سے آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

پینٹ شرٹ یعنی انگریز کے لباس سے آپ کو نفرت نہ تھی، بلکہ اس جدید لباس میں ملبوس تعلیم یافتہ افراد کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکنے پر آمادہ کر لینا آپ کا مقصدِ ملاقات ہوتا تھا، آپ اُن کے لباس کو دیکھ کر ہدفِ تنقید اور نشانہِ تضحیک نہ بناتے تھے، بلکہ اسی لباس میں ہی ان کو یادِ الٰہی کی تڑپ سے آشنا فرمادیتے تھے، ان کو تزکیہِ نفس، تصفیہِ باطن اور روحانی بالیدگی کی تعلیم دیتے تھے، ایک بار ملاقات کرنے والا کئی بار مصلّے پر تنہا بیٹھ کر اپنے مولیٰ کے حضور رکوع و سجود سے لذتِ ایمانی اور کیفِ

روحانی حاصل کرنے والا بن جاتا تھا، رفتہ رفتہ وہ خود ہی اس فرنگی لباس کو چھوڑ کر اپنے قومی اور مہذّب لباس میں ملبوس ہو جاتا تھا، اسی طرح ضروریاتِ زندگی، سواری، تعلیم، صحت اور روزمرہ کی اچھی، عمدہ، نفیس اور جدید ترین چیزوں کو استعمال فرماتے تھے اور اُن سے بہت سے فوائد حاصل کرتے تھے۔

خود اپنا طرزِ زندگی نہایت ہی سادہ، بودوباش صاف اور پاکیزہ رکھنے کے ساتھ جدید سہولیّات اور ماڈرن ٹیکنالوجی (Modren Technology) کو استعمال کر کے نہ صرف فوائد حاصل کرنے کے خواہاں تھے بلکہ عالمِ اسلام کی طرف سے نئی چیزیں ایجاد کر کے بھی مغرب کو مات کرنا چاہتے تھے، آپ آئی ٹی (Information Technology) سائنسی ترقی (Scientific Advancement) اور میڈیکل سائنسز (Medical Sciences) میں جدید طریقہ علاج کو پسند کرتے تھے، آپ جدیدیّت کے دلدادہ ہی نہ تھے بلکہ اس کے مضرّات سے بھی خوب واقف تھے۔ اس لئے اپنے حلقہِ احباب کو جدیدیّت کے رنگ میں نئے پیدا ہونے والے فتنوں یعنی عریانی، فحاشی اور بے حیائی کے طوفانِ بدتمیزی سے احتراز کرنے کی تلقین بھی فرماتے تھے۔

گویا آپ کا طرزِ عمل گناہ سے نفرت اور گنہگار سے محبت، مرض سے نفرت اور مریض سے اُلفت سے عبارت تھا، اپنے فکر وعمل کو اَسلاف کا پیروکار رکھتے تھے، خود کو اعتدال پسندی، رواداری اور بنیاد پرستی کے قالب میں ڈھالتے تھے، روایتی تصوّف کی بجائے عملی جدّ وجُہد اور معاشرے میں گھل مل کر فعّال زندگی گزارنے کو ترجیح دیتے تھے، اپنی توانائیوں کو دیرپا مقاصد کے حصول میں صرف کرتے تھے، آپ سامعین کی نہ صرف علمی وعملی استعداد اور ذوق کو سامنے رکھ کر ان میں دین کی محبت،

ارکانِ اسلام کی پابندی، سلف صالحین سے رشتہِ اُلفت اور تعلقِ اتباع کا درس دیتے تھے، وحدتِ ملّی اور اپنے فرائض کی صحیح ادائیگی پر مشتمل موثر اور مختصر کلام فرماتے تھے، وعظِ طولانی سے گریز کرتے تھے، ماڈرن (Modren) لوگوں کو خصوصی توجّہ دیتے تھے، اُن کو روحانی فیوضات عطا فرما کر ان کی دل جوئی فرماتے تھے۔

۱۱۔ مسحور کُن نورانی شخصیّت

قبلہ الشاہ محمد ظہور الحقؒ بڑی من موہنی شخصیّت کے مالک تھے، لباس سادہ مگر صاف اور زیادہ تر سفید شلوار قمیض زیبِ تن فرماتے تھے، عام طور پر صابری کلیجی رنگ کی نسواری پگڑی باندھتے تھے، سنت کے مطابق ایک چادر اضافی کندھوں پر رکھتے تھے، جو سرخی مائل سفید چہرے پر خوب بجتی تھی، لکڑی کے دانوں کی تسبیح استعمال کرتے تھے، حکمت وطب کے ساتھ بھی شغف رکھتے تھے، مگر اس کو پیشہ نہ بنایا، سادہ اور آسان نسخوں کے ساتھ مریض کا علاج تجویز کرتے تھے۔

کھانے پینے میں بغیر نقص بتائے ہر چیز اپنی چاہت کے مطابق کھا لیتے تھے، مگر دلیہ، دودھ، شہد اور لسّی ان کی پسندیدہ خوراک میں شامل تھیں، ٹھنڈا پانی نوشِ جان فرماتے تھے، وضو میں مسواک سنت سمجھ کر ضرور استعمال فرماتے تھے، جب کسی کے ہاں قیام فرماتے تو صاحبِ خانہ پر بوجھ بن کر نہ رہتے تھے، کلام میں کبھی کبھی مسکراہٹ فرماتے تو کلام نصیحت آموز ہونے کے ساتھ شیریں اور دلچسپ بھی ہو جاتا تھا، بڑی نرمی کے ساتھ نصیحت فرماتے تھے، سامع کے فہم کی استطاعت کے مطابق کلام فرماتے تھے، گویا وہ معاشرے میں ایک معزز ترین، لائقِ صد احترام، ہر دلعزیز اور ایسی متین شخصیّت کے مالک تھے کہ جو ایک دفعہ دیکھ لیتا وہ بصد جان قربان و نثار ہونے میں فخر محسوس کرتا تھا اور انہیں کا ہو جاتا تھا۔

۱۲۔ خلیفہ محمد یوسفؒ صاحب اولاد ہوئے

۱۹۶۴ء کی بات ہے، جب خلیفہ محمد یوسف حافظ آبادی کی شادی خانہ آبادی ہوئی، چودہ (۱۴) برس ہو چکے تھے، لیکن ابھی تک وہ اولاد کی شکل دیکھنے سے محروم تھے۔ باری تعالیٰ نے اسی حکمتِ بالغہ کے پیشِ نظر اب تک ثمر بار نہیں فرمایا تھا، کہ یہ نعمت کسی کی دعا سے عطا ہونی تھی۔ قبلہ الشاہ محمد ظہور الحقؒ سے ملاقات کے دوران مولانا محمد بشیر صاحب نے عرض کی، حضور آپ کا یہ مرید وخادم کیا اسی طرح ہی رہ جائے گا؟ اور اولاد کو ترستا ہی دم توڑ دے گا؟ اسی وقت آپ نے اللہ کریم ورحیم کی بارگاہ میں دستِ طلب دراز کر دیئے، اور حاضرین کو بھی موصوف کے حق میں دعا کرنے کے لئے کہا، چنانچہ اللہ کریم نے آپ کی دعا کو شرفِ قبولیّت بخشا اور سال کے بعد خلیفہ صاحب کو فرزندِ ارجمند نصیب ہوا، پھر لگا تار چار (۴) صاحبزادے: محمد ایوب، محمد یعقوب، محمد یونس، محمد یحیٰ اور ایک دخترِ نیک اختر عطا ہوئی، اللہ تعالیٰ جب چاہے اپنے بندوں کی دعا قبول فرمالیتا ہے۔

۱۳۔ ہم صابری ہیں

انسان روحانی طور پر جس سلسلۃ الذہب میں داخل ہو اس کے سلسلہ کے صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کا روحانی فیض اسے ملتا رہتا ہے، اور خوش نصیبوں کو اس کا عرفان بھی ہو جاتا ہے، جب کہ عام اہلِ ارادت کو اس کا مشاہدہ تو نہیں ہوتا مگر حصہ ضرور حاصل ہو جاتا ہے، قبلہ اباجیؒ بھی ان باکمال مشائخ کرام میں سے تھے، جن کو اپنے حال کا عرفان بھی نصیب تھا، چنانچہ ایک بار آپؒ کی ٹانگ پر زخم ہو گیا، جس کی آپ کو بہت تکلیف محسوس ہوتی تھی مگر:

ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ڈاکٹر صاحب نے اس کا آپریشن بتادیا، مقررہ وقت پر آپ کو آپریشن تھیٹر لے گئے تو ڈاکٹر صاحب نے آپ کی ٹانگ سُن (بے حس) کرنا چاہی، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"اس کی ضرورت نہیں آپ اپنا کام کریں ہم اپنا کام (ذکرِ الٰہی میں مشاہدہِ حق) کرتے ہیں"۔

ہسپتال کا سارا سٹاف اس بات پر حیران ہوا، اُنہوں نے مکمل آپریشن بڑے اطمینان سے کیا، کسی قسم کی کوئی جلدی نہ کی، اس آپریشن کے تکلیف دہ عمل کے دوران آپ نے اُف تک بھی نہ کی، ایک لیڈی ڈاکٹر صاحبہ عرض کرنے لگیں، حضور کیا آپ یہ ٹانگ مانگ کر لائے ہیں؟ کہ اتنے بڑے آپریشن کے دوران نہ درد ہے، نہ سی، اور ہائے تک بھی آپ نے نہیں کی ہے، آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

"ہم صابری ہیں"۔

یہ ایسا ہی محسوس ہوتا ہے، کہ حالتِ نماز میں حضرت علی شیرِ خدا کرّم اللہ وجہہٗ کی ایڑھی مبارکہ سے تیر نکال لیا گیا تھا، مگر آپ کو اس کی خبر تک نہیں، بلاتشبیہ ان کے غلاموں کے آپریشنز کر دیئے جاتے ہیں، تو اُن کو درد تک محسوس نہیں ہوتا، یہ اتنی اچنبے کی بات نہیں، نہ ہی اس میں کوئی حیرانی کا دخل ہے، آقا کا فیض غلاموں اور آفتاب کی ضیاء چاند اور تاروں میں جھلکتی ہے۔

۱۴۔ خلفائے کرام

حضرت قبلہ الشاہ محمد ظہور الحقؒ نوّرَ اللہُ مرقدہٗ نے اپنی حیاتِ ظاہری میں چند ایسے افراد تیار فرمائے تھے، جن کی ظاہری علوم کے ساتھ باطنی علوم میں بھی تربیّت فرمائی تھی، ان کو سلسلہِ عالیہ چشتیہ صابریہ سراجیہ کا روحانی فیض عام کرنے کے لئے طریقہِ صوفیائے کرام علیہم رحمۃُ الرحمٰن کے مطابق خرقۂ خلافت عطا فرمایا تھا

،یقیناً وہ لوگ آپ کی جدّ وجہد اور محنت کا نچوڑ ہیں اور آپ کی روحانی امانتوں کے امین ہیں، ان کی اصلاح باطنی کے لئے آپ نے خصوصی توجّہ فرمائی، اُن کے اَسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

☆۱۔ شیخِ طریقت حضرت الشاہ میاں محمد منصور الحق شاہ چشتیؒ — کراچی

☆۲۔ شیخِ طریقت حضرت الشاہ میاں محمد ضمیر الحق مدّ ظلہٗ العالی، — فیصل آباد

☆۳۔ جناب صوفی رستم علیؒ (بابا اللہ ھُو والے) — شکر گڑھ

☆۴ جناب صوفی حیدر علی چشتی صابریؒ — ساہیوال

☆۵۔ جناب محترم احمد حسن راز چشتی — فیصل آباد

☆۶۔ جناب محترم پروفیسر عارف حسین عارف چشتی — فیصل آباد

☆۷۔ جناب محترم شیخ احمد دین چشتی — فیصل آباد

☆۸۔ جناب محترم شیخ محمد اسحاق چشتی — فیصل آباد

☆۹۔ جناب محترم حاجی محمد سلیم چشتی — فیصل آباد

☆۱۰۔ جناب محترم سیّد محمد احسان کریم شاہ چشتی — کھرڑیانوالہ

☆۱۱۔ جناب محترم سیّد عبد الحق شاہ چشتیؒ — چنڈ وڈالہ

☆۱۲۔ جناب محترم عبد الرشید ہادیؒ — فیصل آباد

☆۱۳۔ جناب محترم محمد یوسف چشتیؒ — حافظ آباد

☆۱۴۔ جناب محترم محمد صالح چشتی — رحیم یار خان

☆۱۵۔ جناب محترم غلام دستگیر چشتی — فیصل آباد

☆۱۶۔ جناب محترم علامہ غلام قاسم چشتی صابری — شیخوپورہ

☆۱۷۔ جناب محترم پیر عدنان عزیز چشتی — لاہور

☆۱۸۔ جناب محترم مولانا قاری محمد مخدوم چشتی — فیصل آباد

☆۱۹۔ جناب محترم محمد طارق چشتی — فیصل آباد

۱۵۔ وصال پُر ملال

۱۰ ذوالحجہ ۱۴۰۴ھ بمطابق ۷ ستمبر ۱۹۸۴ء کی شام تھی، جب خاندانِ فاروقی کے چشم و چراغ، سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ سراجیہ کا فیض عام کرنے والے ماہتابِ ہدایت حضرت الشاہ محمد ظہور الحقؒ نوّرَ اللہُ مرقدہٗ تقریباً ایک صدی (۹۰ سال) کے قریب عمرِ عزیز بسر فرما کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

آخری سالوں میں آپ کی طبیعت کافی ناساز رہی، مسلسل علالت کے باعث نقاہت و کمزوری کے باوجود سلسلہ اور سالکین کی خدمت کو موقوف نہیں ہونے دیا، یہ قدرتِ خداوندی کا خوبصورت کرشمہ ہے، کہ فرزندانِ اسلام محض رضائے الٰہی کے لئے عید قربان کے موقع پر اپنے جانوروں کی قربانیوں کا خون بہا رہے تھے، سنتِ ابراہیمی زندہ و تابندہ کی جا رہی تھی، مگر اس خدا کے سچے عاشق نے خداوندِ عالم کی دہلیز اِطاعت پر اپنی جانِ عزیز کی قربانی پیش کر دی، ہزاروں سوگواروں کو روتے ،بلکتے اور سسکیاں لیتے ہوئے چھوڑ کر خود داعیِ اَجل کو لبیک کہہ گئے۔

آپ کی نماز جنازہ فیصل آباد کی پیپلز کالونی کی ڈی گراؤنڈ میں آپ کے ہی شاگردِ رشید صوفی منش عالم دین، حضرت علامہ مولانا پروفیسر قاری محمد اقبال مدّ ظلہٗ العالی (ڈین آف اسلامک فیکلٹی ، زرعی یونیورسٹی فیصل آباد) نے پڑھائی، جس میں مشائخ عظام، علمائے کرام، مریدین و متوسلین اور زندگی کے ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے ہزاروں افراد نے شرکت کی، اَن گنت زبانیں بیک وقت اس عاشقِ صادق کے لئے بارگاہِ ربُّ العزت کے حضور دعائے مغفرت میں مصروف تھیں۔

۱۶۔ باقیات و صالحات

اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہِ مبارکہ اور سنّتِ مطہرہ ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں کے استعمال میں رہنے والی اشیاء سے دوسروں کو برکت عطا فرماتا ہے، اور لوگ اس سے اپنی ظاہری و باطنی محبت کے اظہار کے ساتھ فوائد وثمرات بھی حاصل کرتے ہیں ۔یہ کوئی نئی چیز اس لئے بھی نہیں ہے کہ تابوتِ سکینہ کا تذکرہ صفحاتِ قرآن میں مذکور ہے، جس میں انبیائے کرام کے پارچہ جات، عصائے موسوی، کچھ مَن وسلویٰ کے ٹکڑے اور تورات کی تختیاں موجود تھیں، وہ تابوتِ سکینہ قوم بنی اسرائیل کے لئے باعثِ صد برکات تھا، قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (۱)

اوران کے نبی نے ان سے فرمایا اس کی سلطنت (کے مِن جانب اللہ ہونے) کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس صندوق آئے گا اس میں تمہارے رب کی طرف سے سکونِ قلب کا سامان ہوگا اور کچھ آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہوں گے، اسے فرشتوں نے اُٹھایا ہوا ہوگا، اگر تم ایمان والے ہو تو بے شک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے۔

نبی مکرّم، نورِ مجسّم، ہادیِ عالم ﷺ کے تبرکات نسل در نسل منتقل ہوتے

(۱) البقرہ ۲: ۲۴۸

ہوئے ترکی کے شہر استنبول اور پاکستان کے شہر لاہور کی شاہی مسجد تک پہنچے ہیں، جن کی کئی خوش نصیبوں نے زیارت کر کے اپنے ایمان ویقین کی تازگی کا سامان کیا ہے ۔پاکستان میں کچھ خانقاہوں پر بھی موئے مبارک کے تبرکات موجود ہیں، اسلامی تہواروں پر جن کی زیارت سے لوگوں کو مشرّف ہونے کا موقع دیا جاتا ہے۔

بلاتشبیہ و بلامثال حضرت میاں محمد ضمیر الحق مدظلہٗ العالی امیر جماعت سراجیہ نے خانقاہِ سراجیہ پیپلز کالونی فیصل آباد کی مسجد کے ملحقہ بلڈنگ کے ایک کمرے کو بطور مہمان خانہ مختص کیا ہے، اس میں زائرین کے قیام و طعام کے ساتھ روحانی تسکین کا سامان یوں مہیا فرمایا ہے کہ بجلی کے خوبصورت قمقموں سے جگمگ جگمگ کرتی شیشے کی الماریوں میں اس سلسلہ کے بزرگان دین کے تبرکات، عمامے، پارچہ جات، خطوط، گورداس پور کے احاطے کی اور مزارِ پُر انوار کی تصویر، قبلہ اباجی الشاہ محمد ظہور الحق نوّر اللہ مرقدہٗ کے آخری دیدار پُر انوار کی تصویر، گودڑی، عینک، مکتوب، چمڑے کے موزے، ٹوپیاں، ذکر بالجہر کو گننے والی تسبیح اور دیگر اسلاف و صالحین چشتیہ کے زیرِ استعمال رہنے والی چیزیں بھی رکھوادی ہیں۔

اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ خانقاہ میں قیام وطعام کے ساتھ حاضرین و ناظرین اپنے اکابرین کے سادہ طرزِ زندگی سے آگاہ ہو کر خود بھی سادگی کو اپنا شعارِ حیات بنائیں، ہوسکتا ہے ان کو دیکھ کر ہم بھی اپنی زندگی سے تکلفات کو ختم کر کے قوم وملّتِ اسلامیہ کے لئے اور انسانیّت کی بہتری کے لئے کچھ اپنا حصہ ڈال سکیں، اللہ کریم ہمیں اس مقصد ومدعا کو حاصل کرنے میں کامیاب وکامران فرمائے۔

آمین بجاہِ طٰہٰ ویٰس وسیّد المرسلین ﷺ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

﴿حصہ ب﴾

علمی خدمات

حضور شیخ المشائخ، امیرِ جماعتِ سراجیّہ قبلہ **الشاہ مُحمّد ظہور الحق** نوّ رَاللہُ مرقدہٗ کی حیاتِ مبارکہ جس محور کے گرد گردش کناں رہی، وہ علم ہے، اسی کو آپ نے اپنی زندگی کا نصبُ العین قرار دیا، آپ کے وسائل کا زیادہ تر حصہ اسی پر صرف ہوتا تھا، آپ کی کوششوں کا حاصل بھی اس حصہ میں ذکر کی جانے والی علمی خدمات کے مطالعہ سے عیاں ہو جائے گا، گویا اقبالؒ کی زبان میں وہ یوں کہتے تھے:

زندگی ہو میری پروانے کی صورت یارب!
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب ﴿اقبالؒ﴾

۱۔ تعلیم و تعلّم سے دوستی

درس وتدریس اور تعلیم و تعلّم انبیائے کرام کے فرائضِ نبوّت میں سے ہے، اُنہوں نے اس کو بطور پیشہ اختیار نہیں فرمایا، وہ **مِنْ جَانِبِ اللہ** معلم بن کر آتے تھے، اور اسی کام میں اپنی زندگی صرف کرتے تھے، ختم الرسل، حضور نبی پاک، رؤف الرّحیم ﷺ بھی معلمِ کائنات بن کر تشریف لائے، آپ ﷺ کے علم کا فیض آپ کی اُمت میں جاری ہے۔ مُعلّمینِ اُمتِ مسلمہ اس فرض کو خوش اُسلوبی سے ادا کر رہے ہیں، حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ ایک ایسا اعلیٰ فریضہ ہے، جس سے انسان کے

روز و شب معاشرتی رطب و یابس اور اِفراط و تفریط کی دھندلاہٹوں سے محفوظ رہتے ہیں، تعلیم و تعلّم اور کتب بینی جہاں سینکڑوں سیّئات سے محفوظ رکھتی ہے، وہاں یہ ہزاروں حسنات و برکات کا باعث بھی بنتی ہے۔

قبلہ حضور خواجہ الشاہ محمد ظہور الحق نوّ رَاللہُ مرقدہٗ نے جو علمی محبت ورثہ میں پائی تھی، اس کو گلی گلی عام کرنے کے لئے جماعتِ سراجیہ قائم کی، گورداس پور سے لے کر فیصل آباد تک علم اور ترویجِ علم ہی اس جماعت کی پہچان رہی ہے، گویا جماعتِ سراجیّہ اور علم کا آپس میں چولی دامن اور لازم وملزوم کا ساتھ ہے، اس جماعت کے لوگ دنیا میں جہاں کہیں بھی ہوں گے، یہ علم کی خدمت واشاعت میں پیش پیش ہوں گے، کیونکہ ہر عرس اور مختلف محافل کے انعقاد میں امیرِ جماعت سراجیّہ اور سجّادہ نشین خانقاہِ سراجیہ کی طرف سے علم، تحصیلِ علم اور بلا امتیازِ جنس (مرد و زن) اشاعت علم کے لئے ضروریاتِ زمانہ کو دیکھ کر ہدایات جاری ہوتی رہتی ہیں۔

یہی جذبہ علم ہی ہے، جو انہوں نے قوم میں اور اپنے متوسلین میں بیدار کیا ہے، اسی وجہ سے ان کے حلقۂ احباب نے فیصل آباد اور اس کے گرد و نواح میں کئی سکولز صابر یہ سراجیہ کے نام سے قائم کیے، وہ پرائمری (Primery) سے شروع ہو کر ہائر سیکنڈری (Higher Secondry) کے درجے تک پہنچ چکے ہیں، آپ کی محنت اور اچھے نتائج کی وجہ سے فیصل آباد میں صابر یہ سراجیہ سکولز کا نیٹ ورک ایک خاص نام اور جماعتِ سراجیہ کی پہچان ہے۔

گویا قبلہ شاہ صاحبؒ نے امیرِ جماعت سراجیّہ کی حیثیت سے اپنے متعلقین میں صرف ادب، عقیدت و نیاز مندی ہی پیدا نہیں فرمائی، بلکہ اس کے برعکس آپ نے جذبہ تعمیرِ وطن، علم، تحصیلِ علم، اور اصلاحِ نفس کا شوق پیدا کیا، اس علم

دوستی کی جھلک فیصل آباد، حافظ آباد، شکر گڑھ، کاموںکی، ریالہ مانکا، شیخو پورہ، لاہور اور کئی دیہاتوں میں سکولز کے قیام سے نظر آتی ہے، یہ زندہ و جاوید صوفیائے کرام کی پہچان ہے، وہ معاشرتی جہالت کے خلاف کمربستہ ہو جاتے ہیں، علمی اَقدار کو دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق نہ صرف اپناتے ہیں بلکہ عام بھی کرتے ہیں۔

۲۔ شعور کی بیداری

شعور کی بیداری دراصل علم کی روشنی سے ہی جلد ممکن ہے، قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق قُدِّسَ سِرُّہٗ العزیز نے اپنی کوششوں کے لئے جس محاذ کو پسند فرمایا، جس قومی فریضہ کو سرانجام دینے کے لئے اخلاقی ذِمّہ داری کے طور پر خود ہی منتخب فرمایا، وہ مسلم قوم میں بالعموم اور پاکستانی قوم میں بالخصوص شعور کی بیداری کو عام کرنا تھا، آپ کے خیال میں اس کا صحیح اور درست طریقہ اشاعتِ علم اور سکولز کے قیام کی کاوش تھی۔

پاکستان جیسے نظریاتی ملک میں جہالت کے گھمبیر اندھیرے ختم کرنے کے لئے علم کے چراغ قوم کے ہونہار بچوں کے ہاتھوں میں تھما دینے کا دانشمندانہ اور طویل ثمرات کا حامل فیصلہ آپ نے اس وقت کیا، جب اس خداداد ملکِ پاکستان میں شرح خواندگی دس (۱۰) سے پندرہ (۱۵) فیصد کے درمیان تھی، قبلہ شاہ صاحبؒ نے ہجرت کے بعد لائل پور (فیصل آباد) میں قیام فرمایا، آپ نے کئی کمروں پر مشتمل سکھوں کا گردوارہ اپنے نام الاٹ کروالیا، آپ نے قومی بہتری کے لیے مستقبل میں جھانک کر دیکھا، تو اسی وقت سنت پورہ کے گردوارہ میں سکول قائم کر کے تعلیم و تعلّم کا کام شروع کر دیا، سکھوں کے قدیمی عبادت خانے میں حکومت کی اجازت سے شعور کی بیداری کے لئے شمعِ علم کو فروزاں کر دیا۔

آغاز میں کافی مشکلات بھی پیش آئیں، مالی وسائل اس مردِ درویش کا

راستہ روکتے رہے، مگر ان کے آہنی عزائم کے سامنے سب مصائب و مشکلات کو زیر ہونا پڑا، آپ نے نہ صرف اسی کو اشاعتِ علم کا مرکز بنایا، بلکہ وہاں ایسی تربیّت کا اعلیٰ اہتمام فرمایا کہ جو لوگ علم کا فیض پا کر میدانِ عمل میں آئے، وہ دوسرے مدارس کی نسبت ملک و قوم کا درد اور شعوری طور پر پختہ کار ثابت ہوئے، یہ خواب آپ کی حیاتِ مبارکہ میں شرمندۂ تعبیر بھی ہوا، یہی لوگ جب ترقی کرتے ہوئے صاحبِ اختیار بطور ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل بنے تو یہی جذبہ انہوں نے بچوں میں منتقل کر دیا، اور اسی سپرٹ کے تحت وہ آج تک اسی میدان میں کام کر رہے ہیں۔

۳۔ ترویج علم میں جہدِ مسلسل

ترویجِ علم کی راہ پھولوں کی سیج نہیں ہے، بلکہ یہ خارِ مُغیلاں سے اٹا ہوا کٹھن راستہ ہے، جس میں قدم قدم پر تکالیف و شدائد کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس عزمِ مصمّم کے ساتھ قبلہ شاہ صاحبؒ نے ان پیش آمدہ خطرات پر قابو پایا، اس کا اندازہ درج ذیل سطور سے لگایا جا سکتا ہے۔

ریالہ مانکا میں آپ نے ایک سکول قائم کیا تھا، وہاں کے کچھ شر پسند اور جہالت دوست لوگ اس مردِ درویش کے علمی جذبے کو ٹھنڈا کرنے اور مَن میں جلنے والے اِشاعتِ علم کے چراغ کو اپنی پھونکوں سے بجھانے کی ناکام کوشش کرنے لگے، ان شریروں کی سازش کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس کر کئی لوگوں نے اپنے بچوں کو اس سکول سے خارج کروا کر دائیں بائیں کے چکوک کے سکولوں میں داخل کروانا شروع کر دیا، رفتہ رفتہ آپ کے قائم کردہ سکول میں بچوں کی تعداد بہت کم ہو گئی، چوہدری مشتاق صاحب مرحوم لکھتے ہیں، اسی حال میں بندہ ناچیز بھی آپ کی ملاقات کے لئے حاضرِ خدمت ہوا، وہاں اسی سکول کا ذکر چھڑ گیا، تو چوہدری صاحب

جواُن دنوں وہاں ہیڈ ماسٹر کے فرائض سرانجام دے رہے تھے، انہوں نے وہاں کی موجودہ صورتِ حال عرض کی، جس کو سن کر آپؒ یوں گویا ہوئے:

''سکول میں دس (۱۰) طالب علم بھی رہ گئے، تو پھر بھی سکول چلاتا رہوں گا، میں نے کمائی کے لئے سکول نہیں بنایا''۔(۱)

۴۔ ترغیب علم کا اُسلوب

مسلمانوں میں مسجد کو شعارِ اسلام کی حیثیت حاصل ہے، اسی لئے مسجد کو تعمیر کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے، مدینہ منوّرہ میں اسلامی نظریاتی ریاست کے آغاز سے ہی وسیع تر مقاصد کے لئے مسجدِ قبا اور بعد ازیں مسجدِ نبوی ﷺ کی تعمیر عمل میں لائی گئی تھی، مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں تو سرکارِ دوعالم، روحِ دوعالم، جانِ دوعالم ﷺ بنفسِ نفیس شریک رہے، آپ ﷺ کی معاونت کے لئے حضراتِ صحابہ کرام علیہم الرضوان پیش پیش رہے، اس مسجد کو اللہ جلّ وعلا کے حضور سجدہائے نیاز کے ساتھ مرکزِ علم اور منبع فیض ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے، اس مسجد کے خاکی فرش، صُفّہ چبوترے اور کھجور کے پتوں کی شاخوں کے نیچے تربیّت حاصل کر کے بڑے بڑے نابغہ ہائے عصر اوّلیں مفسرین کرام صحابہ کرام علیہم الرضوان تیار ہوئے۔

تاریخِ اسلام میں ہر مسجد مدرسہ بھی تھی، مسجد قرطبہ کا ذکر تو تاریخِ اسلام میں جلی حروف سے لکھا گیا ہے، مگر انگریز نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اس میں تفریق پیدا کر دی، جس وجہ سے مسجد صرف سجود و تلاوت، نماز و عبادت اور قیام و قرأت تک محدود ہو کر رہ گئی، اپنے اسلامی جذبہ کے تحت مسلمان مساجد کو تسبیح و تہلیل کے لئے پختہ اور عالی شان تعمیر کرنے لگے، جب کہ مدرسہ و سکول عدمِ توجہی کی بنا پر

(۱) ماہنامہ السراج ص: ۱۵: ستمبر ۱۹۹۷ء۔

کچی اور ناپائیدار عمارتوں میں منتقل ہوتے گئے، جہاں تعلیمی سہولتوں کا اتنا فقدان ہونے لگا کہ وہ برائے نام رہ گئیں جو طلبہ کی ضروریات کے لیے ناکافی تھیں۔

حضرت قبلہ الشاہ محمد ظہور الحقؒ جب بھی سکولوں کی اس ناگفتہ بہ حالت کو دیکھتے تھے، ان کا دل نہ صرف رنجیدہ ہوتا تھا، بلکہ خون کے آنسو روتا تھا، اور افسوس کرتے ہوئے یوں کہتے کہ ہمارے سکولوں کی عمارتیں اس قدر غیر معیاری ہیں، جو خدانخواستہ اگر نونہالانِ اسلام کے سروں پر آگریں تو ہوسکتا ہے کئی شمعِ علم کے پروانے وہیں دم توڑ دیں، چمنستانِ اسلام کی یہ کونپلیں پھول بننے سے قبل ہی مسلی جائیں، ماؤں کی گودیں چاند جیسے چہروں سے خالی ہوجائیں، قضاوقدر کے فیصلوں کو تو کوئی ٹال نہیں سکتا، مگر اس اسباب وعِلل کی دنیا میں ان معصوم جانوں کی ہلاکت کا ظاہری ذِمّہ دار کون ہوگا؟ اور ان کی حفاظت ونگہداشت کا فریضہ کون ادا کرے گا؟

اسی حالتِ زار کو دیکھ کر آپ نے اپنے حلقۂ احباب میں سکولوں کو پختہ کرنے کی فکر پیدا کی، اپنے متوسلین و متعلقین کو بتایا کہ جس طرح مسجد کو پختہ بنانے کا حکم دیا جاتا ہے، اس کی زیبائش وآرائش کی ترغیب دی جاتی ہے کہ مسجد میں ضروری سہولیات یعنی صفیں، دریاں، قالین، پانی، بجلی، کشادہ صحن اور صفائی کا انتظام کیا جاتا ہے، موسم کی مناسبت سے نمازیوں کی بہتری کا اہتمام کرنے کی تلقین کی جاتی ہے، اس کے فضائل گنوائے جاتے ہیں، جنت میں گھر بنانے کی بشارتیں سنائی جاتی ہیں، آپ فرماتے کہ اسی طرح مجھے اللہ کریم کی رحمت پر یقینِ کامل ہے، کہ وہ تعلیم وتعلّم اور درس وتدریس جیسے مقدّس عمل پر لوگوں کے خرچ کیے ہوئے مال و دولت کو اِنفاق فی سبیل اللہ میں شامل فرمائے گا، کیونکہ سکول میں اشرفُ المخلوقات نسلِ انسانی جہالت سے روشنیوں کا سفر کرتی ہے، خدا تعالیٰ اس خیر کثیر اور عملِ خطیر کی وجہ سے

آپ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا، **اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تعالیٰ** ۔

یہ بھی فرمایا کرتے تھے، سکول کا صحیح وسالم، پختہ اور جدید سہولیّات سے آراستہ ہونا یعنی سمعی وبصری معاونات سے لیس ہونا اس لئے بھی ضروری ہے، مجاہد جتنا جدید ہتھیاروں سے مسلّح ہوگا اسی قدر تیزی، ہوشیاری اور بیدار مغزی سے مجاہدۂ حصولِ علم کرے گا، اور اپنے دشمن کا مقابلہ بھی اچھے طریقے سے کرے گا، اس سارے عمل (process) میں اساتذۂ کرام اور طلبہ ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتے ہیں۔ مسجد میں عبادت وریاضت کے ذریعے تو عابد وزاہد بنتے ہیں، لیکن مدرسہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے اچھے سائنس دان، انجینئر، ماہر ڈاکٹر، اچھے تاجر، جغرافیہ دان، حساب دان، اور مروجّہ علوم میں مہارت حاصل کر کے عمدہ انسان اور اچھے شہری بنیں گے، جس سے آئندہ نسلوں کا فائدہ ہوگا، اس عمل کی وجہ سے نہ صرف جنت بلکہ میرے خیال میں ربُ العزت کی طرف سے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا ہونے کی قوی اُمید ہے، **اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تعالیٰ**۔

۵۔ صُفّہ یونیورسٹی

قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق نوّر اللہ مرقدہٗ اپنے مریدین کی علمی تربیّت کے لئے جہاں اپنے افعال واعمال سے کوشاں رہتے تھے، وہاں اپنے اقوال سے بھی شکوک وشبہات کی گرد صاف کر کے طلبہ اور ان کے والدین کو علم کی طرف راغب کرتے تھے، ایک مجلس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

مسجدِ نبوی ﷺ میں صُفّہ (چبوترے) پر اُصحابِ صُفّہ ہمہ اوقات تشریف فرما ہوتے تھے، جن کا سوائے اس کے کوئی اور کام نہ ہوتا تھا، جو وحی متلو (قرآنِ پاک) یا وحی غیر متلو (حدیث پاک) کی صورت میں زبانِ مصطفیٰ ﷺ سے ظاہر ہوتا تھا،

،اصحابِ صُفّہ کے مشامِ جاں اور روحِ وجداں کو آپ ﷺ کے کلمات پھولوں سے بھی زیادہ تازگی بخشتے تھے، ایمان ویقین میں غیر معمولی اضافے کا سبب بنتے تھے، وہ ان ارشادات کو یاد کر لیتے تھے، اسی تعلیم وتعلّم کی وجہ سے اس سادہ سے چبوترے کو دنیائے اسلام کی سب سے پہلی نبوی یونیورسٹی ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

صُفّہ یونیورسٹی کے تربیّت یافتہ اور نگاہِ نبوّت کے فیض یافتگان حسبِ ضرورت مختلف مقامات پر تعیّنات کیے جاتے تھے، یہ لوگ نگاہِ محبوبِ خدا ﷺ میں اس قدر پسندیدہ تھے، کہ قرآنِ پاک میں کئی مقامات پر اللہ کریم نے ان کے فقرو فاقہ اور تنگ دامانی کا تذکرہ بڑے خوبصورت اور دلنشیں اُسلوب میں بیان فرمایا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سمیت ان کی تعداد چالیس (۴۰) سے چار سو (۴۰۰) تک پہنچ جاتی تھی، تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھے، وہ متعلم بھی تھے مجاہد بھی، وہ عابد وزاہد بھی تھے اور صوفی و پارسا بھی، گھر کی سلطنت ہو یا ایوانِ خلافت کی ذِمّہ داریاں اُن کے درجات کی بلندی میں تاسیسی کردار حصولِ علم کا ہوتا تھا، سب سے بڑی نعمت اور کائنات کی سب سے بڑی فضیلت تو یہ تھی کہ وہ محبوبانِ محبوبِ خدا ﷺ تھے، یہ نعمت نہ صرف اجر وثواب کا باعث تھی بلکہ دخولِ جنت کا سبب بھی بنے گی۔

قبلہ شاہ صاحبؒ کے ایسے ہی ارشادات کا نتیجہ تھا، کہ لوگ آپ کو دیکھ کر اور آپ کی کانوں میں رس گھولنے والی دھیمی گفتگو سن کر جو ترغیبِ علم پر مبنی ہوتی تھی، جو خاک نشینوں کو عرش تک جانے کا حوصلہ دیتی تھی، وہ خود سکول بنانے یا کم از کم اپنا بچہ سکول میں داخل کروانے کا عزم لے کر جاتے تھے اور حتی المقدور عمل کرتے تھے۔

۶۔ اشاعتِ تعلیم میں استقامت

یہ بات بھی یاد رہے، کہ قبلہ الشاہ محمد ظہور الحقؒ کے دل میں تعلیم عام کرنے کا

جذبہ جو بحرِ متلاطم کی صورت میں موجیں مارتا رہتا تھا، اس کے سامنے سرمایہ کی قلت ، وسائل کی کمی، طلبہ کی سیمابی طبیعتیں، لوگوں کی طرف سے عدمِ توجہی اور کئی بارعوام کی طرف سے بے جا پیدا کردہ پریشانیاں کبھی رکاوٹ نہ بن سکیں، یہاں تک کہ ۱۹۷۲ء میں وزیرِاعظم ذوالفقار علی بھٹو (م۔ ۱۹۷۹ء) کے دورِ حکومت میں نجی اور پرائیویٹ سطح پر چلنے والے سکول قومی تحویل میں لے لئے گئے، آپ کے زیرِ انتظام اس وقت پانچ (۵) سکول فروغِ علم میں کوشاں تھے، جن کے نام یہ ہیں:

☆۱۔ صابریہ سراجیہ ہائی سکول سنت پورہ فیصل آباد۔
☆۲۔ صابریہ سراجیہ ہائی سکول پیپلز کالونی نمبر۲ فیصل آباد۔
☆۳۔ قادریہ سراجیہ ہائی سکول چک نمبر ۱۳۰، امین پور بنگلہ فیصل آباد۔
☆۴۔ اسلامیہ سراجیہ ہائی سکول چک نمبر ۱۰۶ منشی والہ۔
☆۵۔ چشتیہ سراجیہ ہائی سکول چک نمبر ۱۷۴ ریالہ مانکا۔

ان کے علاوہ ایک سکول ڈھاکہ مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) میں بھی قائم تھا، ان کے ساتھ ایک دینی تعلیم کے لئے دارالعلوم سراجیہ بھی آپ ہی کے زیرِ نگرانی کام کر رہا تھا، جہاں ماہر اساتذہ کے زیرِ سایہ بچے علومِ دینیہ حاصل کر رہے تھے، جس میں آج سے چالیس (۴۰) سال قبل بھی تعلیمی نصاب جدید وقدیم کا حسین امتزاج تھا۔ یہ دارالعلوم موجودہ سجادہ نشین قبلہ **میاں محمد ضمیر الحق** مدّ ظلہٗ العالی کے زیرِ سایہ فیصل آباد میں کامیابی کی اعلیٰ منازل طے کر رہا ہے۔

ان سکولز کے قومی تحویل میں لیے جانے پر آپ کی پیشانی پر حیرانی و پریشانی کی کوئی شکن نہ پڑی، بعدازیں جنرل محمد ضیاء الحق (م۔ ۱۹۸۸ء) مرحوم کی حکومت نے ۱۹۸۰ء میں آپ کی قائم کردہ انجمن صابریہ کو سکول قائم کرنے کی بطورِ

خاص اجازت عنایت کی، عوام کی سہولت، اعلیٰ اور معیاری ادارے قائم کرنے کے لئے آپ پھر سے فروغِ علم میں مصروف ہوگئے۔

اس دور میں آپ پیپلز کالونی لال کوٹھی (ظہور ہال) فیصل آباد میں قیام پذیر تھے، جس کوٹھی کے بیسیوں کمرے تھے، جہاں راقم الحروف کو بھی ۱۹۸۹ء میں تدریسی خدمات سرانجام دینے کی سعادت حاصل رہی تھی، اسی میں آپ نے مڈل سکول اور دارالعلوم صابریہ سراجیہ قائم فرمادیا، جو ترقی کرتے ہوئے آج ہائی سکول کا درجہ بھی حاصل کر چکا ہے، یہ فیصل آباد کے اعلیٰ سکولوں میں شمار ہوتا ہے، واقعی دیکھنے کے قابل ہے، اس کا تعلیمی نظام مثالی حیثیت رکھتا ہے، پرنسپل اپنے آفس میں ہوتے ہوئے طلبہ اور اساتذہ کو چیک کر سکتا ہے، یہ تمام سکول غیر تجارتی بنیادوں پر محض رضائے الٰہی کے لیے اور خدمتِ خلق کے جذبے کے تحت قائم کیے گئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انجمن صابریہ کی آمدن وخرچ میں کوئی اخفاء وراز داری نہیں رکھی جاتی۔(۱)

۷۔ بچوں کی حوصلہ افزائی

حضور قبلہ **الشاہ محمد ظہور الحق نوّر اللہ مرقدہٗ** جب بھی کسی سکول کا دورہ کرتے تھے، تو بچوں کو حصولِ تعلیم کے لیے بڑے خوبصورت اور سادہ انداز میں ترغیب دیتے تھے، اعلیٰ کامیابی حاصل کرنے والوں کو انعامات سے بھی سرفراز فرماتے تھے، آپ کی یہ عادتِ کریمانہ تھی، جب کسی چک میں تبلیغی و اصلاحی دورے پر تشریف لے جاتے تو علم وحکمت کی گفتگو کو ترجیح دیتے تھے۔

راقم الحروف ۱۹۷۴ء میں پرائمری میں زیرِ تعلیم تھا، کہ بندہ کے گاؤں چک نمبر ۲۵۶/۷ گ ب بچیانہ (فیصل آباد) میں تبلیغی دورے پر تشریف لائے، لوگ

(۱) رپورٹ سالانہ سراجیہ مدارس ۲۰۰۴ء : ۲۰۰۵ء۔

بڑی عقیدت کے ساتھ رانا محمد اقبال (م ـ ۱۹۹۹ء) مرحوم کے مکان پر آپ کی زیارت، حصولِ فیض اور دُعا کروانے کے لیے حاضر ہو رہے تھے، بندۂ ناچیز بھی اپنے والدِ ماجد قبلہ الحاج **حافظ نور محمد** چشتی (م ـ ۲۰۰۳ء) کے ساتھ شرفِ پابوسی کے لیے حاضر ہوا، رسمی گفتگو میں ہی آپ تعارف کر چکے تھے، آپ نے بڑے پیار سے پوچھا، ایسا پیار اس وقت تک کبھی نہ دیکھا تھا، صاحبزادے: کیا سکول جاتے ہو؟ راقم نے جی ہاں میں جواب دیا، آپ نے فرمایا: اس سوال کا جواب کیا ہوگا؟۔

سو (۱۰۰) گز لمبی لکڑی ہے، ایک مزدور ہر روز ایک گز کاٹتا ہے، بتاؤ کتنے دنوں میں وہ کاٹ لے گا؟ راقم نے معمولی سے غور کے بعد دفعۃً جواب دیا، سو دنوں میں ہی وہ کاٹے گا، آپ نے خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ جلدی میں دیے ہوئے جواب کی تصحیح یوں فرمائی، کہ آخری گز تو ننانوے (۹۹) دن ہی نہ کٹ جائے گا؟ پھر وہ لکڑی سو دنوں میں تو نہ کٹی، بلکہ ننانوے (۹۹) دنوں میں کٹ گئی۔

آپ نے یہ ساری گفتگو عام اساتذہ کی طرح تحکمانہ لہجے میں نہ کی، بلکہ نرم لہجے میں بڑے ہی پیار سے مسکراتے ہوئے لبِ لعلیں کو جنبش دیتے ہوئے سادہ گفتگو فرماتے رہے، بندہ کے ذہن پر سوال کا ذرا بوجھ نہ آنے دیا، گویا آپ بچوں سمیت ہر کسی سے ان کی استعدادِ علمی و عقلی کے مطابق کلام فرماتے تھے۔

دورانِ سفر اپنے متعلقین کو دارالعلوم سراجیہ میں علومِ دینیہ اور سکول کی یک جا تعلیم حاصل کرنے کی تلقین فرماتے تھے، اسی اشاعتِ علمی کے شوق کا نتیجہ ہے کہ آج فیصل آباد، شکر گڑھ، حافظ آباد، لاہور، شیخوپورہ، کامونکی منڈی اور ریالہ مانکا میں آپ کے قائم کردہ سکول مع دارالعلوم یعنی قدیم و جدید کے حسین امتزاج کے ساتھ علم کی روشنی سے اسلامی معاشرے کو منور کر رہے ہیں، گویا وہ ایسے شیخِ طریقت

تھے، جن کے رواں رواں اور انگ انگ سے اُمتِ مسلمہ کی جہالت کا ازالہ کرنے کا فکر ظاہر ہوتا تھا، ان کو متعلقین و مریدین کی کثرت بنانے کا شوق نہ تھا، بلکہ مخلوقِ خدا کے گھر گھر علم کے چراغ روشن کرنے کا شوق تھا، اللہ کریم ایسا شوق تمام خانقاہوں کے سجادگان کو نصیب فرمائے۔ **آمین بجاہِ سیّد المُرسلین** ﷺ۔

۸۔ شوق مطالعہ کی ترغیب

قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق قُدِس سرُہٗ العزیز اہلِ علم و قلم کی بہت قدر کرتے تھے، کسی مسئلے کے اَسرار و رموز سے آشنا کرنے کے لئے اہلِ علم سے کئی بار خود ہی سوال کر دیتے تھے، پھر رفتہ رفتہ اس کے جواب کی طرف متوجّہ ہوتے تھے، چوہدری مشتاق مرحوم لکھتے ہیں، ایک دفعہ ناساز طبیعت کے باعث عرس پر بندہ رات کی محفلِ سماع میں حاضر نہ ہوا، علی الصبح ملاقات پر کئی لوگوں نے بزمِ سماع میں بندہ کی عدم موجودگی پر آپ کے حضور شکایت کر دی، آپ نے فرمایا:

"امام محمد بن محمد غزالی (م ـ ۵۰۵ھ) کی کیمیائے سعادت پڑھا کرو۔" (۱)

چوہدری صاحب لکھتے ہیں، اس حکم کے بعد خود کو مأمور سمجھ کر کیمیائے سعادت کا بغور مطالعہ کیا، بڑے دقیق نکات سامنے آئے، اور بڑے وقیع مسائل کی عقدہ کشائی ہوئی، علم و یقین کے ساتھ عرفان میں گراں قدر اضافہ ہوا، گویا اُنہوں نے طویل و عریض وعظ کے بغیر ہی شوقِ مطالعہ کو مہمیز لگا دی۔

پروفیسر عارف حسین عارف اپنے مضمون میں لکھتے ہیں۔ بندہ ایک دفعہ شرفِ پابوسی کے لیے حاضر ہوا، دیدار و ملاقات سے شرفِ نیاز حاصل کیا اور بھی چند آدمی آپ کی صحبت میں حاضر تھے، آپ نے روئے سخن بندۂ ناچیز کی طرف کر کے

(۱) ماہنامہ السراج ص: ۱۴، ستمبر ۱۹۹۷ء۔

پوچھا، پروفیسر صاحب حدیث کی کل کتنی قسمیں ہیں؟ آپ کا یہ سوال سن کر بندہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گیا، اپنی معلومات کے ذخیرے سے اس سوال کا جواب تلاش کرنے لگا، کئی خیالات آئے، کیا یہ سوال رُواۃ کے اعتبار سے ہے؟ ثقہ یا غیر ثقہ راویوں کے اعتبار سے ہے؟ کیا آپ صحت یا ضُعف کے اعتبار سے پوچھ رہے ہیں؟ بندہ اس گومگو کی کیفیّت میں کوئی فیصلہ بھی نہ کر سکا، دل ہی دل میں خفت محسوس کر رہا تھا، آپؒ نے میری اس اندرونی حالت کو بھانپ کر خود ہی ارشاد فرمایا:

مولانا صاحب: حدیث کی اٹھارہ (۱۸) قسمیں ہیں، وہ لکھتے ہیں، بشمول میرے سب محفل والوں کے لیے یہ جواب معلومات افزا بھی تھا اور باعثِ صد تسکین بھی، چنانچہ گھر آ کر مشکوٰۃ شریف کا مقدمہ دیکھا اور اقسامِ حدیث کو گنا تو واقعی حدیثِ پاک کی اقسام اٹھارہ (۱۸) تھیں۔(۱)

اس طرح آپ بڑی حکمت وتدبّر کے ساتھ علماء وطلبہ کو یکساں ترغیبِ مطالعہ اور شوقِ کتب بینی پیدا کرتے رہتے تھے۔

۹۔ فرسودہ رسومات کا خاتمہ

انسانی معاشرے میں حقائق کے ساتھ کچھ فاسد خیالات اور فرسودہ رسومات پروان چڑھنا شروع ہو جاتی ہیں، جو آہستہ آہستہ عقیدہ کی طرح لوگوں میں رچ بس جاتی ہیں، جلبِ زر کرنے والے اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر کمزور عقائد رکھنے والوں سے اپنی ہوسِ زر کی تسکین کرتے ہیں، حقیقت بیں لوگ نہ خود ایسی خرافات میں اُلجھتے ہیں اور اپنے ملنے والوں کو بھی ایسی فضولیات سے بچنے کی اپنے قول وفعل سے تلقین کرتے ہیں، ان کا ایک جملہ ہی ایسی بے ہودگی اور بدعقیدگی کے

(۱) ماہنامہ السراج ص:۵۔ستمبر ۱۹۸۹ء۔

بحرِ ظلمات سے نکال باہر کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔

فاضل مضمون نگار چوہدری مشتاق مرحوم لکھتے ہیں، ایک دفعہ خالی پیریڈ میں قبلہ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا، دو (۲) خواتین نے اپنے درد والم کی داستان سنا کر تعویز حاصل کیے اور ان کی نیاز پوچھی، آپ نے فرمایا: نماز پڑھا کرو انہوں نے مزید استفسار کیا، کسی شادی یا غمی سے پرہیز یا سُوتک بُوتک (جس گھر میں کوئی پیدا یا فوت ہو گیا ہو،) وغیرہ کی ممانعت تو نہیں، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

”کیا سُوتک بُوتک؟ کہاں لوگ مرتے اور پیدا نہیں ہوتے؟ مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ۱۹۴۷ء میں کیمپوں کے اندر لوگ پیدا بھی ہو رہے تھے، اور فوت بھی رہے تھے، ہر کیمپ ماتم کدہ بنا ہوا تھا، اور کئی لوگوں کو اولاد کی خوشیاں بھی نصیب ہو رہی تھیں، بعض لوگ خواہ مخواہ کی پابندیاں لگا دیتے ہیں، گھر میں کوئی پیدا ہو جائے یا فوت ہو جائے، تو کیا آپ گھر چھوڑ کر باہر چلی جاؤ گی؟(۱)

اسی طرح گاؤں میں ہوسِ زر رکھنے والے اور علم کو بدنام کرنے والے ایک شخص نے تعویز نکالنے اور ڈالنے کا کام شروع کر دیا، آئے دن وہ کسی کے تعویز نکالتا اور کسی میں ڈال کر پیسے بٹورنے کا مکروہ دھندا کرتا، گاؤں میں اس سے باہمی دشمنی اور مخاصمت کا ماحول پیدا ہو گیا، الزام تراشی اور جھگڑا وفساد کا بازار خوب گرم رہنے لگا، اس ناپسندیدہ عمل سے اُس کی تو نہ صرف تسکینِ ہوسِ زر ہو رہی تھی، بلکہ جھوٹی عزت وناموری میں بھی اضافہ ہو رہا تھا، اہلِ درد اُس کے اس عمل سے نالاں تھے، لیکن اس کا اظہار کر کے خواہ مخواہ کی مخاصمت کو حکمۃً ہوا نہیں دینا چاہتے تھے۔

چوہدری صاحب مرحوم لکھتے ہیں، کہ میں نے قبلہ اباجی (الشاہ محمد ظہور الحق

(۱) ماہنامہ السراج ص ۱۴: ستمبر ۱۹۸۹ء۔

نوَّرَ اللہُ مرقدَہٗ) سے عرض کی، کہ یہ لوگ تعویز کیسے نکال دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: آپ کے بکس (Box) سے ابھی نکال دوں۔

میں نے عرض کی، حضور ایسا کرنے کی ضرورت نہیں، اس پر آپ نے فرمایا: مداری اور شعبدہ باز آپ کی جیب سے رومال کیسے نکال لیتا ہے؟ میں نے عرض کی وہ تو نظر کی بندش وغیرہ کے عمل سے ایسا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: تعویز نکالنا بھی ایک شعبدہ بازی ہے، اولیائی نہیں، فقر سے اس دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔(۱)

گویا کسی لمبی چوڑی تقریر کی ضرورت ہی نہ پڑی، بڑی سادگی سے آپ نے ایسی بے ہودہ و فرسودہ اور غیر اسلامی رسومات کا قلع قمع کر دیا، بندۂ غریب کا ذہن شکوک و شبہات کی گرد سے صاف کر دیا، ایسے ہی دیہاتی ماحول میں جب کبھی آپ تشریف لے جاتے، تو مسجّع و مقفّع عبارت آرائی اور تصنّع کے بغیر چند جملوں میں تشکیک و ارتیاب کے غبار سے صاف کر کے حقائق کو بڑے شفاف انداز میں ذہنوں میں مرتسم فرما دیتے تھے، لوگ وقت کا ضیاع بھی نہ سمجھتے، اور اپنے مسئلے کا قابلِ فہم حل لے کر بخوشی و مسرّت واپس اپنے گھروں کو لوٹتے تھے، آپ کی ساری زندگی جہاں اشاعت علم و عمل میں گزری، وہاں موقع و مصلحت کا لحاظ کر کے دعوتِ دین یوں دیتے تھے جیسے قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔ ﴿۲﴾

(اے محبوب!) لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف بلایئے حکمت سے اور عمدہ نصیحت سے۔

---

(۱) ماہنامہ السراج ص ۱۵: ستمبر ۱۹۹۷ء۔

﴿۲﴾ **النحل ۱۶: ۱۲۵**۔

اپنی میٹھی اور دلنشیں گفتگو سے لوگوں کو ہوسِ زر رکھنے والوں سے بچنے کی تاکید کرتے تھے، پیری کے معزز نام پر اپنے دامِ تزویر میں پھنسانے والوں سے بچنے کی بڑی حکمت اور دانش سے تلقین فرماتے تھے، رحمٰن کے دوستوں اور شیطان کے دوستوں میں فرق بتا کر سادہ لوح افراد کی صحیح تربیّت فرماتے تھے۔

۱۰۔ دعوتِ دین حکمت کے ساتھ

صوفیائے کرام کا مسلک ''محبت'' ہوتا ہے، وہ عام طور پر انسانیّت کی دل آزاری کی راہ سے اجتناب کرتے ہیں۔ کسی آدمی نے آپ کی مجلس میں دیوبندی اور بریلوی کا ذکر اس انداز میں کر دیا، جس سے واضح ہوتا تھا کہ دیوبندی راہِ ہدایت سے بھٹک گئے ہیں، کہنے والے کے ان خیالات کو سن کر اباجی قبلہ (**الشاہ محمد ظہور الحق** رحمۃ اللہ علیہ، م۔۱۹۸۴ء) نے فرمایا:

یہ دونوں تو امامِ اعظم ابو حنیفہ (م۔۱۵۰ھ) کے مقلّد ہیں اور حنفی ہیں، بنیادی عقائد (اللہ جل جلالہ، رسولوں، فرشتوں، کتابوں اور آخرت پر ایمان) میں سب ایک ہیں، مسلک کے چھوٹے اور فروعی اختلافات سے کوئی گمراہ نہیں ہوتا، ایک ہی دریا سے چار نہریں نکلتی ہیں، اگر ایک نہر سے سیراب ہونے والے باقی نہروں کے پانی کو گندا اور ناپاک قرار دے دیں تو ان کی یہ سوچ درست نہیں۔

قرآن و سنت ہدایت کا منبع ہیں، چاروں آئمہ نے اپنی فقہ کو ہدایت کے اسی سمندر سے اَخذ کیا ہے، آپؒ نے مزید فرمایا:

یہ مسلک تو پھول ہیں، جو رنگ اور خوشبو کے لحاظ سے تو مختلف ہیں، مگر اصل میں ایک ہیں، اگر ہم ان پھولوں کی طرح ایک دوسرے کے خلاف نفرت کا محاذ بند کر دیں، تو ہم امن اور چین کی زندگی گزار سکتے ہیں، آج بھی اگر مسلمان اور خاص

طور پر اہلِ پاکستان مسالک کی اس جنگ میں اپنی توانائیاں ضائع کرنے کی بجائے ملک سے جہالت، افلاس، فحاشی، بدمعاشی، ڈاکہ زنی، قتل و غارت گری، مہنگائی اور دہشت گردی جیسی قوم دشمن برائیوں کو ختم کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جائیں، تو ہمارا ملک امن کا گہوارہ بن سکتا ہے، (اگر مسلسل چند سال ہم اسی راہ پر چلتے رہیں اور قومی شعور کو بیدار کریں) تو یہی ملک دنیا کے لئے ایک قابلِ تقلید نمونہ بن سکتا ہے اور اشاعتِ اسلام کا بہت بڑا مرکز ثابت ہو سکتا ہے۔(۱)

۱۱۔ اتحاد بین المسالک

وقت گزرنے کے ساتھ اِلہامی و غیر اِلہامی مذاہب میں کئی فرقے اور مسالک جنم لیتے رہتے ہیں، جیسے اسلام میں قرامطہ، معتزلہ، جبریہ اور قدریہ ہوا کرتے تھے، عصرِ حاضر میں ان کا فقط نام رہ گیا ہے، ان کا اصل وجود تو نقشۂ عالم سے ناپید ہو گیا ہے، یا ہو سکتا ہے کسی مسلک میں ان کی کچھ باقیات موجود ہوں گی، لیکن یہ حقیقت ہے کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ لوگ اپنے اپنے مسالک و مذاہب میں افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں، مرکز و محورِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے دوری، کم علمی، قلّتِ مطالعہ اور تنگ نظری کے باعث کئی بار اصل حقائق بھی مستور ہو جاتے ہیں، یا اصل حقیقت پر غبار پڑنے کی وجہ سے اس کی پہچان ہی مشکل ہو جاتی ہے۔

جس ماحول میں کسی نے آنکھ کھولی ہو، **الا ماشاء اللہ** اس کے ذہن کی تختی پر اسی کے خدوخال، رسم و رواج، مذہبی اقدار اور مسلکی افکار کی چھاپ ہوتی ہے، اسی بنا پر وہ خود کو حق اور دوسروں کو باطل پر سمجھنے لگتا ہے، جب اسی ماحول میں رہتے ہوئے اس میں مزید پختگی آ جائے، تو فطرتی طور پر انتہا پسندی کی طرف بڑھ جائے گا، بالآخر

(۱) ماہنامہ السراج ص ۱۷: ستمبر ۱۹۹۷ء۔

وہ خود کو اسلام کا اصل نمائندہ اور علمبردار خیال کرنے لگتا ہے، اور دوسرے مسالک سے تعلق رکھنے والوں کو کفر و شرک، ارتداد و اِلحاد یا پھر ضلالت و گمراہی کا طرف دار قرار دیتے ہوئے کافر ہونے کا فتویٰ لگا دیتا ہے۔

یہ سوچ دراصل غلطی، کج فکری، کم علمی اور تنگ نظری کی آئینہ دار ہوتی ہے، یہ بجائے خود ایک فتنہ ہے، ایسے ناگفتہ بہ حالات میں قوم کے دردمندوں کا ایک گروہ معاشرے کے رستے ہوئے ناسوروں کا بڑی حکمتِ بالغہ کے ساتھ علاج کرتا ہے۔ یقیناً جس طرح بیمار شخص کے لئے پہلے مرہم پٹی کے ساتھ یا پھر اگر ضرورت پڑ جائے تو عملِ جراحی (Opration) کے ساتھ اس کا علاج کیا جاتا ہے، اسی طرح انفرادی یا اجتماعی اور نظری و فکری اصلاح کی جاتی ہے، تاکہ اُمتِ مسلمہ کا اجتماعی وجود اس زہر کے مُضر اثرات سے صحیح و سالم رہ سکے۔

یہ بڑے دکھ کی بات ہے، کہ اسلامی جمہوریۂ پاکستان جیسے نظریاتی ملک میں بھی اُمتِ مسلمہ کئی فرقوں اور جماعتوں میں بٹی ہوئی ہے، ایک خدا جلّ جلالہٗ، ایک عظیم رسول ﷺ، ایک کتاب، ایک قبلہ اور ایک اِلہامی آخری دین پر یقین رکھنے والے خود کو مسلمان کہلوانے کی بجائے بریلوی، دیوبندی، اہلِ حدیث یا اہلِ تشیّع کہلوانے پر نہ صرف مُصر ہیں بلکہ فخر محسوس کرتے ہیں، عین ممکن ہے انہوں نے بریلی شریف یا دیو بند دیکھا ہی نہ ہو، ہاں بات تو اتنی ہے کہ یہ دونوں شہر علم کے مراکز ہونے کی وجہ سے بہت شہرت رکھتے ہیں، حقیقت میں کوئی مسلک نہیں ہیں۔

صحت مند اور تعمیری اختلافِ رائے کو اہلِ علم ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اُمت میں ایسا ہی اختلاف رائے رحمت ہوتا ہے، یعنی نیک نیتی کے ساتھ مسلمانوں کے جس فقہی مسلک کو بھی اختیار کیا جائے، بس کسی کی تکفیر و تفسیق نہ کی

جائے، کسی مسلک کے مشاہیر کی کردار کشی کرنے سے احتراز کیا جائے، حتی المقدور قرآن وسنت پر عمل کرنے کی کوشش ہو تو اختلافِ رائے میں کیا حرج ہے؟ غلو اور انتہا پسندی کسی صورت میں بھی محمود ومحبوب اور پسندیدہ عمل نہیں ہے۔ سب مسلمانوں کی منزلِ مقصود ایک ہے، جہاں وہ اللہ کریم کے فضل واحسان اور محبوبِ خدا ﷺ کی کامل اور مخلصانہ اتباع کے صدقے پہنچ جائیں گے۔

یہ بات طے شدہ ہے، کہ اُمتِ مسلمہ کے چاروں فقہی مسالک میں رفعِ یدین کرنے یا نہ کرنے، آمین بالجہر، سورۂ فاتحہ خلف الامام، ارسالِ یدین، ہاتھ اوپر یا زیر ناف باندھنے، دعا بعد از نمازِ جنازہ، جلوس ومحافلِ میلاد النبی ﷺ، معراج النبی ﷺ، تیجے، ساتویں، چالیسویں کی فاتحہ خوانی اور دیگر کئی فقہی موضوعات پر فروعی اختلاف دلیل کی بنیاد پر رہا ہے، یہ اختلاف ماضی میں بھی تھا اور مستقبل میں بھی ختم ہوتا دکھائی نہیں دیتا، مگر فروعی اختلاف میں ہر محقق کی کوشش تلاشِ حق کی ہی رہی ہے، پھر جتنا کسی کو فہم دین نصیب ہوا، اس نے نیک نیتی کے ساتھ اس پر عمل کیا، اور اسی کی تبلیغ کی، مگر ہمارے اکابر ہٹ دھرم تھے نہ انتہا پسند، وہ دلیل کی بنیاد پر اختلافِ رائے رکھنے والے کو فوراً بغیر سوچے سمجھے کافر قرار نہ دیتے تھے اور دین سے خارج ہونے کا سرٹیفکیٹ بھی جاری نہ کرتے تھے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضاؒ (م۔۱۳۴۰ھ) انتہائی غور وفکر کے بعد فتویٰ دیتے تھے۔

امام محمد بن ادریس شافعیؒ (م۔۲۰۴ھ) امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ (م۔۱۵۰ھ) کے مزارِ پُر انوار پر نماز ادا کرتے ہوئے رفعِ یدین ادباً ترک فرمادیتے تھے، اس لئے کہ مجھے امام الآئمہ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ رحمۃ الرحمٰن کے سامنے اپنی فقہ پر عمل کرتے ہوئے شرم آتی ہے، جو ایک مستقل فقہی مسلک کے بانی وامام ہیں، وہ انتہا پسند نہیں، بلکہ لچک دار رویّہ کے قائل ہیں، دلیل کی بنیاد پر اختلافِ رائے کو

قبول کرتے تھے، اپنی رائے کو حرفِ آخر قرار نہیں دے رہے، اسی رواداری، میانہ روی، برداشت، تحمّل، اور حلم وبردباری کی اُن آئمہ رضوان اللہ علیہم کے پیروکاروں میں اَشد ضرورت ہے، تاکہ مخلوقِ خدا بھی اس سے فیض حاصل کرے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ ہمیشہ یہ کہتے تھے، جو صحیح حدیث ہے، وہی ابوحنیفہ کا مذہب ہے، فقہی اختلاف کے باوجود سب کی منزل رضائے الٰہی کا حصول اور اتباعِ سنتِ رسول ﷺ ہے۔ ایسے فقہی اور مسلکی اختلاف حضرت قبلہ الشاہ محمد ظہور الحقؒ کی حیاتِ مبارکہ میں بھی علمائے عصر کے مابین موجود تھے، مگر کچھ لوگوں نے ان فقہی اختلافات کو عوام کے اجتماعات میں عام طور پر بیان کرنا شروع کر دیا، لوگ ایسے بیانات سن کر اور کسی حد تک ان سے متاثر ہو کر آپ کی مجلس میں بھی اختلافی باتیں بطور سوال پیش کر دیتے تھے، لیکن آپ نے ہمیشہ تفریق کی بجائے اتحاد کی کوشش کی، قینچی کا کام کرنے کی بجائے سوئی کا کردار ادا کیا۔ علمائے کرام کے ان اختلافات کو لفظی نزاعات قرار دیا کرتے تھے، اسی لیے آپ تمام مسالک کے علمائے کرام کا بے حد احترام کرتے تھے، مگر خود پختگی سے حنفی فقہ پر عمل کرتے تھے، کسی اور فقہ پر عمل کرنے والے کو برا خیال نہ فرماتے تھے، مشرباً چشتی صابری سراجی معمولات پر عمل کرتے تھے۔

ماہر مضمون نگار چوہدری مشتاق مرحوم لکھتے ہیں، ایک مسلکی اختلاف سے متاثر شخص نے آپ کی مجلس میں رفعِ یدَین (تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ کانوں تک لے جانا) کا ذکر کیا، چوہدری صاحب مرحوم سوچ رہے تھے، کہ ہوسکتا ہے آپ رفعِ یدَین کو نزاعی، فروعی اور فقہی مختلف فیہ مسئلہ قرار دے کر اس کی تردید میں حنفی فقہ کے مطابق کثیر دلائل دیں گے، مگر آپ نے جو راہِ اعتدال اختیار فرمائی وہ یہ تھی۔

"بھائی نماز پڑھو خواہ ہاتھ کھڑے کر کے پڑھو۔"

اسی طرح کسی نے آمین بالجہر (نماز میں بلند آواز سے آمین کہنا) کا ذکر چھیڑ دیا، شاید وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا، کہ آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، آپ نے صرف یہ فرمایا: کہ حضور ﷺ کی مسجد میں کئی لوگ اونچی آواز میں آمین کہتے ہیں ،اور بڑے ہی رقّت آمیز انداز میں فرمایا:

"سہاگن سوھے جسے پیا چاھے"۔(۱)

آپ کے ان کلمات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، آپ مذہبی اختلافات کو ہوا نہیں دینا چاہتے تھے، بلکہ اس کو اُمت کے اتحاد میں سمِ قاتل قرار دیتے تھے، آپ نے ایک جملہ ارشاد فرما کر مسلکی مخاصمت و منافرت کی جڑ کاٹ دی اور سادہ عابد و ساجد مسلمان کو روحِ عبادت کی طرف متوجّہ کیا۔

۱۲۔ باھمی روا داری

حضرت الشاہ محمد ظہور الحق نوّرَ اللہُ مرقدہٗ کے باہمی موافقت و مفاہمت کے اس کردار کو تمام مسالک کے درمیان قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، مگر انتہا پسندوں کو یہ طرزِ عمل قابلِ قبول نہ تھا، لیکن مسلکی و گروہی نزاعات سے الگ رہنے والا انسان جب آپؒ سے مل کر جاتا تو آپ کے خیالات سے بہت مطمئن ہوتا تھا اور آپ کے معتدل اُسلوب سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا، اس کو دینِ اسلام کی حقیقی روح کی کوئی جھلک نظر آتی تھی، بحمد اللہ تعالیٰ یہ فیض بدستور جاری ہے۔

ظہور ہال میں ۱۹۹۷ء میں طلبہ کی ایک تقریب منعقد ہوئی، جس میں جماعت اسلامی کے ماہر مضمون نگار چوہدری محمد یعقوب صاحب بطورِ خاص مدعو تھے، انہوں نے ساری تقریب سنی، اس میں بیان ہونے والے تمام موضوعات بغور

(۱) ماہنامہ السراج ص ۱۶: ستمبر ۱۹۹۷ء۔

سماعت کیے، تو صدارتی خطبے میں بطور اختتامی کلمات فرمانے لگے:

"کاش کہ اللہ تعالیٰ سب پیروں کو اشاعتِ تعلیم کی توفیق دے، تا کہ پاکستان کا مسئلہِ تعلیم حل ہو جائے اور قوم کو جہالت سے نجات مل جائے"۔(۱)

۱۳۔ اہلِ حدیث ہیڈ ماسٹر کے تأثرات

۱۹۶۰ء سے قبل لائل پور میں پرتاب نگر کے ہائی سکول میں مولوی محمد دین بٹ ہیڈ ماسٹر تھے، جو اہلِ حدیث (غیر مقلّد) مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے تھے، اپنے مسلک میں کافی حد تک سخت واقع ہوئے تھے، وہ نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لئے سراجیہ سکول سنت پورہ میں آیا کرتے تھے، ایک بار چوہدری مشتاق مرحوم نے ان سے کہا، آپ اہلِ حدیث ہو کر بھی اِدھر آتے ہیں، انہوں نے کہا جہاں بھی جاؤ وہاں ایک دوسرے کے خلاف لاؤڈ سپیکروں کے دہانے کھلے ہیں، اور یہاں (مرکز جماعتِ سراجیہ میں) صرف دین کی بات بتائی جاتی ہے، اور کسی کو بُرا بھلا نہیں کہا جاتا۔(۲)

(یہی طرزِ صوفیائے کرام ہے، کہ وعظ ایسا پُرکشش ہو کہ کسی کا دل نہ دکھے، چشتی)

۱۴۔ ماھنامہ السراج

دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت میں جہاں مبلغینِ اسلام کے مواعظِ حسنہ نے اَنمٹ نقوش قائم کیے ہیں، وہاں شعبہ نشر و اشاعت کی خدمات سے بھی سرِ مو انکار نہیں کیا جا سکتا، اسلامی رسائل کی طویل فہرست میں ایک رسالہ "**ماھنامہ السراج**" بھی ہے جو ہر ماہ مرکز جماعتِ سراجیہ فیصل آباد سے شائع کیا جاتا ہے، یہ

(۱) ماہنامہ السراج ص ۱۸: ستمبر ۱۹۹۷ء۔

(۲) ماہنامہ السراج ص ۱۳: ستمبر ۱۹۹۷ء۔

تجارتی بنیادوں پر نہیں بلکہ اشاعتِ دین کے جذبے کے تحت محض ترغیبِ علم و عمل اور اخلاص کے ساتھ صوفیانہ اندازِ تربیت کو عام کرنے کے لیے شائع کیا جاتا ہے، اس کے نام سے ہی ظاہر ہوتا ہے، یہ قبلۂ عالم، حضور خواجۂ خواجگاں، سراج السالکین، **الشاہ محمد سراج الحق نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ** کے نام سے موسوم ہے، اس کا آغاز تقریباً ۱۹۳۸ء میں قبلہ اباجی (الشاہ محمد ظہور الحقؒ) نے کیا، اس کی ترتیب میں درج ذیل باتوں کا خاص خیال رکھا جاتا ہے:

☆ قرآن وسنت پر مبنی مضمون شائع ہوں۔

☆ مسلمانوں کو علم و عمل کی ترغیب دی جائے۔

☆ اُمتِ مسلمہ میں صوفیانہ حالات وواقعات عام کیے جائیں۔

☆ تذکارِ سالکین اور افکار واعمالِ صالحین کا شوق پیدا کیا جائے۔

☆ اتحادِ اُمتِ مسلمہ کی کوشش کی جائے اور نفرتوں کا خاتمہ کیا جائے۔

☆ سلسلہ چشتیہ میں شامل ہونے والوں کی فکری رہنمائی کی جائے۔

☆ سراجیہ مدارس کی شاندار کامیابی کا تذکرہ بھی شامل کیا جاتا ہے۔

☆ امیرِ جماعتِ سراجیہ کے تبلیغی دورہ جات کی تفصیل بھی اس میں شائع کی جاتی ہے۔

یہ ماہنامہ بہت مشکل حالات سے گزر رہا ہے، مگر اُفتاں وخیزاں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے جاری رہا، یہ رسالہ تقسیم برِ صغیر سے قبل "**الفقیر**" کے نام سے جاری ہوا، بعد ازیں اسی کو "**السراج**" کے نام سے موسوم کر دیا گیا، جو تاحال جاری ہے، **انوار سراجیہ** کے باب اول اور دوم کی تیاری میں کئی مقامات پر ماہنامہ السراج کے حوالہ جات پیش کیے گئے ہیں، جو اس امر کی دلیل بھی ہیں، کہ یہ ماہنامہ

تاریخِ سراجیہ کی عظیم علمی دستاویز ہے، اس کے مطالعہ کے بغیر تاریخِ سراجیہ کے متعلق کچھ کہنا درست نہیں ہے، یہ ایسا روحانی ماہنامہ ہے، جس کا وابستگانِ سلسلہ کو انتظار رہتا ہے، مریدین اس کو بڑے شوق سے اپنے پیر خانہ کا پیامبر سمجھ کر پڑھتے ہیں، اس کے مطالعہ سے جہاں روحانی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، وہاں اپنی روحانی وایمانی کمزوریوں کو دور کرنے کا نادر موقع نصیب ہوتا ہے، اس کے مطالعہ سے اعمال و احوال میں اخلاص پیدا کرنے کے لئے بہت نمایاں تبدیلی پیدا ہو رہی ہے۔

☆☆☆☆☆

"دنیائے دنی (کمینی) کے واسطے کوئی وظیفہ نہ پڑھا کرو کتبِ تعویذات و عملیّات سالکوں کے لئے راہزن ہیں۔"

(فرمان حضرت خواجہ احمد میرویؒ)

❁❁❁❁❁❁

قبولیت دعا کا راز

اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ" بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَا یَصْعَدُ مِنْهُ شَیْءٌ" حَتّٰی یُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّکَ ط (ترمذی)

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دعا زمین وآسمان کے درمیان روک لی جاتی ہے جب تک آپ اپنے نبی ﷺ پر درود شریف نہ پڑھیں۔ ☆☆☆

مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ

﴿حصہ ج﴾

خانقاهی خدمات

نظامِ خانقاہی میں قبلہ الشاہ محمد ظہورُ الحق نوّرَ اللہُ مرقدہٗ کا کردار

نظامِ خانقاہی کیا ہے؟ اس کو سادگی کے ساتھ یوں کہا جا سکتا ہے، ایک اللہ کا بندہ اپنے رب کی عبادت و ریاضت اور خلقِ خدا کی تعلیم و تربیّت کے لیے جہاں اپنا اکثر وقت بسر کرتا ہے، شب و روز اپنے خالق و مالک کے حضور نیاز مندی میں صرف کرتا ہے، اس کے واصل باللہ ہونے اور پیامِ اَجل کو لبیک کہنے کے بعد بالعموم اس مقام پر اس نیک آدمی کو سپردِ خاک کیا جاتا ہے، اسی مقام کو عام طور پر اسی کے نام سے ایک خانقاہ کا نام دیا جاتا ہے، جیسے خانقاہِ چشتیہ، خانقاہِ نقشبندیہ وغیرہ۔

شیخ طریقت اپنی حیاتِ مستعار کی جو گھڑیاں یادِ الٰہی کے جس مرتب شدہ نظام کے تحت بسر کرتا ہے، وہاں اسی سلسلۂ ذکرِ الٰہی اور اوراد و وظائف کو جاری رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے، اُن کے جانشین اور خلفائے کرام بالعموم اسی مقام پر ارکانِ اسلام، قرآن پاک کی تلاوت، حفظ و ناظرہ، تعلیم و تعلّم، ذکر و فکر، مراقبہ و مجاہدہ، محاسبۂ نفس، مشاغلِ روحانیہ، اصلاحِ حال و قال کا جو سلسلہ جاری رکھتے ہیں، جس نظام کے تحت ان خانقاہوں کے چراغ سے چراغ جلتے ہیں، اس مرتب شدہ نظام کو نظامِ خانقاہی کے نام سے موسوم کر دیا جاتا ہے۔

عام طور پر ہر خانقاہ کا یہ نظام اور معمول اپنا ہی ہوتا ہے، ایک خانقاہ کے

معمولات کا دوسری خانقاہ کے معمولات کے ساتھ ملنا کوئی ضروری نہیں، ہاں کچھ بنیادی اقدار یعنی وصلِ الٰہی، ذکر و فکر اور احتسابِ نفس وغیرہ مشترک ہوتی ہیں۔

دراصل مخلوقِ خدا کی خدمت اور انسانیّت کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہی ایک کامیاب صوفیانہ کوشش ہے، بغداد، سمرقند، بخارا، تاشقند، اجمیر، دہلی، پاکپتن، ملتان، اور لاہور وغیرہ میں ایسا ہی اصلاحِ نفس کا نظام قائم تھا، وہاں کی ضروریات کے پیشِ نظر ربانی علماء اور صوفیائے کرام نے جاری کیا تھا، جہاں علم کے ساتھ تربیّت پر بھی خاص زور دیا جاتا تھا، تب ہی تو وہاں سے عظیم لوگ تیار ہوتے تھے، نبّاضِ عصر ایسی جگہوں پر تربیّت پاتے تھے، فقر کے شہباز وہاں طریقِ شہبازی سیکھتے تھے۔ اگر اس کو یوں کہہ دیا جائے تو بات اور آسانی کے ساتھ سمجھ آسکتی ہے کہ مدارس میں دماغ تیار کیے جاتے تھے اور خانقاہوں میں دل صیقل یعنی پالش کیے جاتے تھے۔

رفتہ رفتہ اِمتدادِ زمانہ نے ان پر بھی اثر کیا، کئی غیر اسلامی رسمیں اور قباحتیں ان میں در آئیں، حقائق رسومات کی شکل اختیار کرنے لگے، ہدایت کے مفہوم سے بھی نا آشنا افراد ان مراکزِ ہدایت پر براجمان ہونے لگے، زاغوں کے تصرّف میں عقابوں کے نشیمن پروان چڑھنے لگے، خلوص و وفا اور صدق و صفا کے ان مراکز میں کسی حد تک ہوسِ دنیا اور حرصِ مال رکھنے والوں نے پنجے گاڑھنے شروع کر دیئے، **اِلّا مَا شاءَ اللہ** خود تربیّت سے تہی دامن اور علم و آگہی سے بے بہرہ جب کاملین کے نا خلف سجادگان بنے، تو حضرت اقبالؒ جیسے صوفی مزاج، ذی شعور، قادری مردِ قلندر کو بھی ان کا یہ طریقہ کار پسند نہ آیا، اُنہوں نے بڑے دکھ کے ساتھ یہ کہا:

ہم کو تو میسّر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

نذرانہ نہیں سُود ہے پیرانِ حرم کا
ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن
میراث میں آئی ہے اِنہیں مسندِ اِرشاد
زاغوں کے تصرّف میں عُقابوں کے نشیمن ﴿اقبالؒ﴾

درج ذیل سطور میں ان چند اَہم اقدامات کا ذکر کیا جا رہا ہے، جن پر جانشینِ مسندِ سراج الاولیاء **قبلہ الشاہ مُحمد ظہور الحق نَوَّرَ اللّٰہُ مَرقَدَہٗ** (م ۱۹۸۴ء) نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں پابندی کے ساتھ عمل کیا۔

الف ۔ ایفائے عہد

امیرِ جماعت سراجیہ، جانشینِ خانقاہِ سراج الاولیاء حضرت **قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق** نوّرَ اللہُ مرقدہٗ انسانیت کے لئے ایسے پُر درد انسان تھے، جنہوں نے اس خانقاہی نظام کا حصہ بن کر اس کی تمام تر روایات کی مِن وعَن اتباع نہیں کی، بلکہ جہاں مناسب خیال کیا اصلاح کرنے کی کوشش کی، اس نظام کی عروقِ مُردہ میں اصل روح ڈالنے کے لیے اپنی توانائیاں خرچ کیں، وہ اپنے تربیّتی اور خالصۃً اصلاحی دوروں میں اس امر کا خاص خیال رکھتے تھے کہ پُر تپاک رسمی استقبالات سے صرفِ نظر کیا جائے، متعلقین میں دینی وملّی اور علمی وعملی جذبہ فروغ دیا جائے۔ اس کے لیے ان کو خود وقت دے کر خانقاہی ذِمّہ داریوں سے سبکدوش ہوتے تھے، اپنے دیئے ہوئے وقت کی حتی الوسع ایفائے عہد کرتے تھے، اگر کبھی علالتِ طبع یا کسی مجبوری کی بنا پر وقتِ مقررہ پر پہنچنے کا امکان نہ ہوتا، تو میزبان کو پیشگی اطلاع بھجوا دیتے تھے، تاکہ منتظرین انتظار کی کوفت سے بچ جائیں۔ کیونکہ:

اَلْاِنْتِظَارُ اَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ ۱

انتظار موت سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔

یہ بات بھی طے ہے، آج سے پچاس (۵۰) سال قبل مقررہ مقام پر پہنچنے کے لیے ذرائع رسل ورسائل کی موجودہ بہتات نہ تھی، بلکہ کئی دفعہ آپ کو دیکھا گیا، کہ بیل گاڑی (گڈا)، ریڑھی یا تانگہ وغیرہ پر بیٹھ کر جانا پڑتا تو کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتے تھے، اپنی سادہ طبیعت کی وجہ سے دوسروں کو بھی سادگی اپنانے کی تلقین فرماتے تھے، ''گویا حدیثِ رسول ﷺ کے مطابق جو خود اپنے لیے پسند فرماتے تھے، وہی دوسروں کے لیے بھی پسند فرماتے تھے۔''

ب۔ خود داری

شروع دن سے ہی طلبہ میں خود داری اور عزتِ نفس کی پاسداری پیدا کرنے کے لیے قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق نوّرَ اللہُ مرقدہٗ یہ اہتمام فرماتے تھے، کہ مدرسہ سراجیہ کے طلبہ کسی کے دستر خوان پر نہ جائیں، کیونکہ انہوں نے ہی مستقبل میں محراب ومنبر کا وارث بننا ہے، اگر بچپن سے ہی دعوتوں اور دوسروں کے دستر خوان کے خوگر بن جائیں گے تو ہوسکتا ہے قناعت اور صبر وشکر جیسی خوبیوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں، اور دوسروں کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے کے عادی بن جائیں، یہ عادات اچھا اور خود دار انسان بننے میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ تربیّت سے جب طبیعت میں توکل وقناعت اور صبر واستقامت رچ بس گئی ہو، روکھی سوکھی پر قناعت کرنا ظاہر وباطن کا وظیفہ بن جائے تو دعوت قبول کرنا منع بھی نہیں بلکہ سنت ہے۔

آپ طلبہ کی تربیّت کے لیے یہ عملی درس دیتے تھے، کہ سنت نبوی ﷺ کے مطابق دستر خوان پر بیٹھ کر تمام طلبہ کھانا کھائیں، ہاتھ دھو کر **بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ** پڑھ کر کھانا شروع کریں۔ ظاہر بات ہے اس تربیّت سے طلبہ اور

مریدین وحاضرین کے خوددار ذہن تیار ہوتے تھے، جو واقعی مستقبل میں حق کے علم بردار بن کر اُبھرتے تھے، یہ اَمر درست دکھائی دیتا ہے، ماہرینِ نفسیات کے مطابق بچوں میں حق گوئی و بے باکی پیدا کرنے کے لیے یہ ایک کامیاب کوشش ہے، جو اس نظامِ خانقاہی سے آسانی کے ساتھ معاشرے میں منتقل ہوسکتی ہے، یقیناً ایسے لوگوں کی حسنات وبرکات اوران کے قول وفعل سے معاشرہ فیض یاب ہوتا ہے۔

آپ نہ تو خود کسی کی جیب کی طرف دیکھتے تھے اور نہ ہی اپنے متعلقین میں سے کسی کو دوسروں کی جیب کی جانب دیکھنے کی اجازت دیتے تھے، بلکہ اس کی نفی کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے تھے کہ:

”کسی غیر کے دروازے کی طرف تو کوئی بندہ تب دیکھے، جب اس کے مالک وخالق کا بابِ کرم بند ہو چکا ہو، یا اس میں کوئی کمی ہو، اس کا دسترخوانِ کرم تو اتنا وسیع ہے، جس کا دوسرا کنارہ نظر ہی نہیں آتا، ہر وقت بچھا رہتا ہے، لہٰذا بندے کو اپنے ملجاء وماوٰی رب کریم کی کرم نوازیوں پر کامل توکل و بھروسہ رکھنا چاہیے“۔

قبلہ اباجی ؒ کی زندگی اس بات کی عملی تصویر تھی، جب آپ نے گورداس پور سے لائل پور (فیصل آباد) میں قدم رکھا، کہتے ہیں ایک سادہ سی چادر آپ کے کندھوں پر تھی، اس کمالِ سادگی اور قناعت کے حال میں سنت پورہ میں سکول کا آغاز فرمادیا، اللہ کریم نے ایسا کامیاب فرمایا، کہ ان کے ہاتھ سے ایک نہیں پانچ (۵) سکول بنوائے، جو قومی تحویل میں لیے جانے تک آپ کی سرپرستی میں کامیابی کے ساتھ چلتے رہے، بعدازیں اب تک ان کو حکومت چلارہی ہے۔

اس خانقاہی نظام کے ساتھ وابستہ رہ کر آپ نے سلسلہ رشد وہدایت اور تعلیم وتعلّم کو آمدنی کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ اَسلاف وصالحین کے طریقے کے مطابق

فقر وفاقہ اور توکل علی اللہ، خلوص وایثار اور صبر ورضا کے جذبے سے سرشار ہوکر اس خانقاہی نظام کی خدمت کرتے رہے اور اُمتِ مسلمہ کی اصلاح کی کوشش کرتے رہے، آپ نے اس نظام کی نوک پلک سنوارنے میں اپنا خوب کردار ادا کیا۔

ج۔ رسم و رواج سے اجتناب

قبلہ حضرت الشاہ محمد ظہورُ الحق قدِّس سِرُّہٗ العزیز کے ہاں صرف رسمی صوفیانہ عقیدت اور ایسے افعال کی نفی کی جاتی تھی جس میں ریاکاری کا شبہ پیدا ہو، ان رسمی افعال کو عدمِ خلوص کی بناپر راہِ نجات میں رکاوٹ خیال کیا جاتا تھا، اس درگاہ میں رسومات سے صرفِ نظر کرکے اصلیّت پر مبنی محبتِ خدا جلّ وعلا اور اتباعِ سنتِ مصطفیٰ، محبت وعشقِ مصطفیٰ ﷺ، ذاتِ مصطفیٰ سے حقیقی اُلفت کا درس دیا جاتا ہے۔

خلوص کسی ملمّع کاری کی حاجت محسوس نہیں کرتا، یہ وہ حقیقی خوشبو ہے، جو خودبخود ہی مَشامِ جاں کو مُعطّر کردیتی ہے۔ عطّار کے گن گانے کی ضرورت نہیں ہوتی، خلوص حقیقت کا رُخِ زیبا خود بخود آشکار کردیتا ہے، جعل سازی کا طلسم وقت گزرنے کے ساتھ خود ہی ٹوٹنا شروع ہوجاتا ہے، لہٰذا دیکھادیکھی دست بوسی اور خواہ مخواہ کی عاجزی وانکساری کو فرسودہ رسم ورواج سمجھ کر نہ صرف ترک کردیا جاتا ہے، بلکہ ان کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے، تاکہ اعمال میں لِلّٰہیّت پیدا ہوجائے۔

جب شیخ کے حقیقی ادب سے دل تہی دامن ہو، تو یہ افعال غیر اسلامی اور ہندوآنہ رسومات کا حصہ نظر آتے ہیں، جو دراصل یادِ الٰہی اور حصولِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں رکاوٹ ثابت ہوتے ہیں، اسی چیز کا نام منافقت ہے، کہ ظاہر میں کچھ اور باطن میں کچھ اور ہو، حقیقت میں اسلامی تصوّف توہمات پر مبنی عادات واطوار کا ہرگز مجموعہ نہیں، نہ ہی رسومات لائقِ اتباع سمجھی جاتی ہیں، خانقاہِ سراجیہ میں اللہ اللہ کرکے

ذکر بالجہر کی ضربوں سے دلوں کے میل صاف کرنے کی عادت ڈالی جاتی ہے۔ ذکر و فکر، شب بیداری، اورادو وظائف، مجاہدۂ نفس اور محاسبۂ باطن کے ذریعے قربتِ الٰہی حاصل کرنے کا عملی پروگرام بنایا جاتا ہے۔ سب متعلقین و حاضرین مجاہدہ و مراقبہ کی عادت سے اپنا روحانی نصیب اور فیضان حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اللہ کریم کے فضلِ عمیم اور شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ کے اُمیدوار ہوتے ہیں۔

خانقاہِ سراجیہ میں اعراس و محافل میں اورادو وظائف کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے، خاص مواقع اور اسلامی تہوار جیسے شب برأت، شبِ قدر، میلادُ النبی ﷺ، معراجُ النبی ﷺ اور خانقاہِ سراجیہ کے بزرگانِ دین کے اعراس جیسی بابرکت راتوں میں تہجد باجماعت کا اہتمام بھی اس امر کی عکاسی کرتا ہے، کہ راہِ وفا کے راہرو خود کو عمل کی بھٹی سے گزار کر کُندن بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، سحر خیزی کی عادت ڈال کر اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں اور شفقتوں کے منتظر رہتے ہیں کیونکہ:

عطارؒ ہو، رومیؒ ہو، رازیؒ ہو، غزالیؒ ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحرگاہی ﴿اقبالؒ﴾

د۔ عمل کی ترغیب

اُمیرِ جماعت سراجیہ قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق ؒ اپنے اصلاحی دوروں کے دوران مریدین کے اعمال میں اخلاص کی طرف خاص توجّہ دیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ صرف دعاؤں اور تعویزوں پر ہی انحصار کر کے ہاتھوں پہ ہاتھ رکھ کر فالج زدہ شخص کی طرح بیٹھ نہیں جانا چاہیے، حالانکہ تعویزات حق ہیں، باذنِ الٰہی موثر بھی ہیں، ان کو استعمال کرنا اتباعِ سنت ہے، شیخ کامل جو سنت پر عامل ہو یقیناً ہادی برحق ہے، اس کی ایک لمحہ کی صحبت صد سالہ بے ریا عبادت سے افضل ہوتی ہے۔

شیخ کے دستِ بیعت ہو جانے کے بعد یہ سمجھ لینا کہ اب ہر گناہ کی تلافی ہو گئی ہے، بیڑا پار ہو گیا ہے، جائز و ناجائز جو جی چاہے کرتے پھرو، بیعت کا ہرگز یہ مطلب نہیں اور نہ ہی یہ اسلامی و روحانی سوچ ہے، آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

''بیعت تو سابقہ گناہوں سے توبہ ہے، شیخ اس توبہ پر گواہ ہے، ایک طرف شیخ کامل اور دوسری طرف مُرید ہے، دونوں اللہ کریم اور اپنے مالک و مختار کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا کریں، اظہارِ ندامت کے لیے آنسو بہائیں، پھر بخشش کی اُمید رکھیں۔ یقیناً ربِ کائنات کے بحرِ لطف و کرم میں ایک رحمت کی موج اُٹھے گی، جو عصیاں شعار کے گناہوں پر قلمِ عفو پھیر دے گی، ان شاء اللہ العزیز توبہ کرنے والے کے دامن سے گناہوں کے تمام داغ دُھل جائیں گے''۔

ہمّت ہے تو پیدا کر فردوسِ بریں اپنا
مانگی ہوئی جنت سے ہے دوزخ کا عذاب اچھا ﴿اقبالؒ﴾

توبہ، ندامت، خلوص، مسلسل اعمالِ صالحہ اور ترکِ معصیّت ہی طالبانِ حق کے لیے زادِ راہ ہیں، یہ ان کی روحانی قوّتوں کو تیز تر کر دینے کے لیے موثر ہیں، کیونکہ اصل یہ ہے کہ جو طالب علم شب زندہ دار ہوتا ہے، راتوں کو جاگ کر سبق یاد کرتا ہے، کتابیں اپنے اسرار و رموز بھی اسی کے سامنے کھولنا شروع کرتی ہیں، امتحان کے وقت اسے ہی عزت و سرفرازی نصیب ہوتی ہے، علمِ لدنّی کی صورت بالکل الگ ہے، خدا کا کرم تو پھر خدا کا کرم ہے، جس کو انسان اپنی خواہشات کا پابند نہیں کرسکتا، بلکہ محنت کے بعد خود کو اس کے فضل و کرم کا اُمیدوار بنانا ہی انسانیت کا تقاضا ہے۔

انسان کے دل و دماغ پر بے اعتدالیوں کے باعث حرص و ہوس کا زنگ چڑھ جاتا ہے، کدورت اور بغض کی میل کچیل جم جاتی ہے، جس کو دور کرنے کے لیے

اصلاحِ نفس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اُمتِ مسلمہ کے صلحائے کرام نے رذائل کی کثافتوں کو صاف کرنے کے لیے کامل توبہ، نیاز مندی، خلوص، عفوو درگزر اور صدق وصفا کے ساتھ خدا کی بندگی کرنے کو ضروری سمجھا ہے، رواداری اور مثبت سوچ کے ساتھ بے لوث خدمتِ خلق کو بہت ہی کارگر پایا ہے۔

خانقاہِ سراجیہ میں بِحَمْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی یہ چیزیں بکثرت پائی جاتی ہیں، ناموری سے اجتناب اور صالحین ومتقین کی صحبت بھی تربیّت کے لیے کیمیاء کا درجہ رکھتی ہے، یقیناً اس کے ثمرات بھی مریدین کی زندگیوں میں دیکھنے کو ملتے ہیں، صاحبِ سجّادہ کی زندگی اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ر۔ انفاق فی سبیل اللہ بھی خدمتِ خلق ہے

خانقاہِ سراجیّہ کی ایک منفرد خصوصیّت یہ بھی ہے، جو امیر جماعت سراجیّہ کی اعلیٰ تربیّت کا اثر ہے، یہاں دوسروں پر خرچ کرنے کو بڑا محبوب سمجھا جاتا ہے، اس کے لیے ایصالِ ثواب، صدقہ وخیرات اور سخاوت وایثار شاملِ تربیّت ہیں، یہی وجہ ہے کہ سائل کے دستِ سوال دراز ہونے کے بعد اس کو خالی لوٹا دینا قبلہ حضور اباجیؒ کو قطعاً پسند نہیں تھا، بلکہ کئی بار سائل کو سوال کرنے کی نوبت ہی نہ آتی تھی۔ آپ اس کی اندرونی کیفیّت کو بھانپ کر عطا فرمادیتے تھے، عطاو بخشش کا دروازہ نہ صرف کھلا رکھنے کی تاکید کرتے تھے، بلکہ اپنے عمل سے بھی ترغیب دیتے تھے، اللہ کریم کی کرم نوازیاں قدم قدم پر دکھائی دیتی ہیں، جس وجہ سے یہاں اسلامی تعلیمات عمل کے قالب میں ڈھلی ہوئی ہیں، جس کا اعتراف اپنے تو رہے اپنے اغیار بھی کرتے ہیں، چنانچہ پیکرِ وفا پروفیسر عارف حسین عارف چشتی ایک سوانحی مضمون، جو قبلہ اباجیؒ کی حیاتِ مبارکہ پر تحریر کیا گیا تھا، اس میں لکھتے ہیں کہ:

ہمارے فاضل عربی کے اُستاد تھے، جو بزرگوں اور مروّجہ خانقاہی نظام کے قائل نہ تھے، لیکن قبلہ اباجیؒ (الشاہ محمد ظہور الحق نوّرَ اللّٰہُ مُرقدَہٗ) کو نہایت عقیدت کے ساتھ ملتے تھے، اُنہوں نے بڑے حضرت **الشاہ محمد سراج الحق قُدِّسَ سرّہٗ العزیز** کا دیدارِ پُرانوار بھی کیا ہوا تھا، وہ کہا کرتے تھے، کہ:

"اس خاندان کی بات الگ ہے، یہاں حقیقت ہی حقیقت ہے، تصنّع نہیں ہے۔"

قبلہ حضور اباجیؒ فرمایا کرتے تھے کہ نظامِ خانقاہی کو برا کہنے کی بجائے اس کو اِفراط وتفریط اور رطب ویابس سے پاک کرکے صحیح خطوط پر ڈالنے کی ضرورت ہے، اس ذریعے سے اُمتِ مسلمہ کی فلاح وبہبود کا بہت بڑا کام لیا جاسکتا ہے۔(۱)

ز۔ مایوس نہ ہو

جماعتِ سراجیہ نے نظامِ خانقاہی کو بہت حد تک صحیح رُوپ میں دکھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اِفراط وتفریط سے بچ کر اعتدال کی راہ پر ڈالنے میں اس نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اِجمالی طور پر شروع میں عرض کیا جاچکا ہے، کہ جب نظامِ خانقاہی پر بات کی جاتی ہے، تو اس سے مراد اس قسم کا نصاب نہیں ہوتا جو سکول وکالج میں باقاعدگی کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے۔ جس کا دورانیہ آٹھ بجے سے تقریباً ایک بجے تک ہوتا ہے، اس سے فقط یہ مراد ہے، کہ ارکانِ اسلام کے ساتھ جن اوراد ووظائف، ذکر وفکر، مجاہدہ ومراقبہ، عبادت وریاضت، ملنساری ورواداری، تحمّل وبردباری، عفوو درگزر اور دیگر اَخلاقیات کو اختیار کرکے صاحبِ خانقاہ نے قربِ خداوندی اور منازلِ سلوک طے کی ہیں، ان کو بطورِ خاص اپنایا جاتا ہے۔

(۱) ماہنامہ السراج ص ۸: شمارہ نمبر ۹ ستمبر ۱۹۸۹ء۔

اس سے لوگوں کی اصلاح کا عمل اور صدقۂ جاریہ کے طور پر ایصالِ ثواب کا طویل سلسلہ جاری رہتا ہے، اس حقیقت سے سرِ موانکار نہیں، جس طرح دنیا کا کوئی شُعبہ نقالی وجعل سازی سے خالی نہیں رہا، اسی طرح تصوّف وروحانیّت کے میدان میں بھی جعل سازوں، شُعبدہ بازوں، تعویز فروشوں، اور روحانیّت کے نام پر مادیّت کے پجاریوں کی کوئی کمی نہیں رہی۔

ان جعل سازوں اور نقالوں کو دیکھ کر یہ خیال کر لینا کہ اصل ہی مفقود ہو چکی ہے اور حقیقت صفحۂ ہستی سے محو ہو چکی ہے، یہ قرینِ انصاف نہیں ہے، علم دوست وارثانِ تصوّف جہاں بھی زیبِ سجّادہ ہیں، اُنہوں نے وہاں علم کے چراغوں کو فروزاں کرنے میں آخری دم تک کوشش کی ہے، اگر ہم آنکھیں کھول کر دیکھیں تو پوری دنیا میں ان کا فیضان بٹ رہا ہے۔ بغض وعناد کی عینک اُتار کر صرف پاکستان میں ہی دیکھا جائے تو نظامِ خانقاہی کے اصلی اور حقیقی سینکڑوں وارث مل جائیں گے، اُن کے وجود سراپائے جود وسخا ہونے کے ساتھ مرکزِ علم وعمل اور فکر وعرفان بھی ہیں اور اَقصائے عالم کو نورِ علم اور ضیائے معرفت سے منوّر کر رہے ہیں۔

امیرِ جماعت سراجیہ قبلہ **الشاہ محمد ظہور الحق** قُدِّسَ سِرُّہٗ العزیز (م۔۱۹۸۴ء) نے بھی قوم کو توہّمات، رسومات، لغویات، اور شعبدہ بازیوں سے نکال کر علم وعمل کی راہ پر ڈالا ہے، خود بھی اسی کی خدمت کو مقصدِ زیست بنایا ہے، مگر اپنے آپ کو سامنے نہیں آنے دیا، دانائے راز اقبالؒ نے شاید ایسے ہی باکمال افراد کے لیے کہا تھا جو اپنے نام کی ہر مقام پر نفی کرتے ہیں:

؎ مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل وگلزار ہوتا ہے ﴿اقبالؒ﴾

خلاصۃً یوں کہا جا سکتا ہے کہ قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق نوَّرَ اللہُ مُرقدَہٗ خدا کی بارگاہ میں نیاز مندی، فقرِ خود آگہی، اَسرارِ خودی، دلق پوشی اور عاجزی وانکساری کے راز دان تھے، دنیا ومافیہا میں رہتے ہوئے بھی اس سے قلبی طور پر بے تعلق رہے تھے، ہر حال میں یوں گویا ہوتے تھے کہ:

؎ کاگا سب تن کھائیو، چُن چُن کھائیو ماس
دو نین مت کھائیو، مورے پیا ملن کی آس ﴿بابا فرید گنج شکرؒ﴾

س۔ خانقاہِ سراجیہ کے اقدامات

زندہ وجاوید خانقاہوں کی طرح خانقاہِ سراجیہ میں بھی سالکین وطالبین اور مریدین ومتوسّلین کی علیٰ حسبِ حال روحانی تربیّت کے لیے سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ سراجیہ کے شیوخ کے اعراس کی محافل کا اِہتمام کیا جاتا ہے، بالخصوص عرس بابا فریدالدّین مسعود گنج شکرؒ، شیخ بوعلی قلندرؒ، مرشدِ پاکاں حضرت صوفی سیّد محمد حسین نوَّرَ اللہُ مُرقدَہٗ، قبلۂ عالم الشاہ محمد سراج الحقؒ، قبلہ الشاہ محمد ظہور الحقؒ کے عروس منائے جاتے ہیں، ان عروس کے انعقاد میں خاص بات یہ ہے کہ میلے کا گمان تک نہیں ہوتا، جیسا کہ بعض مقامات پر حاضری دینے سے یہ گمان ہوتا ہے، بلکہ یہاں سالانہ سراجیہ کانفرنس، اسلامی تقریبات واجتماعات کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے، ہر جمعرات بعد از نماز مغرب تا عشاء محفلِ ذکر ونعت خوانی کا اہتمام بھی شاملِ تربیّت ہے۔

ان محافل میں متعلقین ومتوسّلین حاضر ہو کر ذکرِ خدا جلّ وعلا اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کی برکات حاصل کرتے ہیں، یقیناً اس شرکت سے حاضرین کے دلوں کے زنگ اُترتے ہیں، سالکین ومریدین کی مذہبی وروحانی اصلاح ہوتی ہے، اصلاحی بیانات سے فکری ونظری بالیدگی نصیب ہوتی ہے، مقصدِ عرس اور روحانی محافل میں

شرکت پر زور دیا جاتا ہے، تاکہ عملی زندگی میں اس کا عکس نظر آئے۔ وہاں ہونے والے بیانات میں فرقہ واریت کی نفی کی جاتی ہے، عملِ صالحہ کا جذبہ بیدار کیا جاتا ہے، ان پُر درد تربیتی خطابات کا اثر دیکھنے کو یہ ملتا ہے، اندر کا انسان پھر سے ردائے غفلت اُتار کر ارکانِ اسلام کی پابندی پر کمر بستہ ہو جاتا ہے، ان اقدامات سے معاشرے میں امن وامان کی فضا پیدا کرنے میں بھی مدد حاصل ہوتی ہے۔

۲۔ ساحلِ چناب پر چلہ گاہ کا قیام

شہرِ چنیوٹ سے پانچ میل کے فاصلے پر سرگودھا روڈ پر دریائے چناب کے دونوں پلوں کے درمیان وادی عزیز شریف کے بالمقابل حضرت شیخ شرف الدّین بُو علی قلندرؒ (م۔۷۲۴ھ) کی چلّہ گاہ ہے، منازلِ سلوک طے کرتے ہوئے یہاں آپ نے چلّہ کیا تھا۔ قبلہ اباجیؒ (الشاہ محمد ظہور الحقؒ) کے دادا محمد منیر صاحبؒ کرنال میں قلندر پاکؒ کے دربار کے منتظم اعلیٰ تھے، یہ نظامت نسل در نسل آپ کے خاندان میں چلی آرہی تھی، قبلہ اباجیؒ بھی کرنال میں قلندر پاک کے عرس کا انعقاد کرواتے تھے، آپ نے وہاں سے کئی غیر اسلامی رسومات کا خاتمہ کیا، جو ہندوؤں اور سکھوں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی شروع کردی تھیں۔

تقسیمِ برِصغیر کے بعد آپ پاکستان تشریف لائے، اسی نسبت سے آپ چنیوٹ چلّہ گاہِ قلندر پاکؒ پر خود حاضر ہوتے تھے، وہاں قیام فرماتے تھے، ہر سال وہاں ۱۱ رمضان المبارک کو قلندر پاکؒ کے سالانہ عرس کا اہتمام کرتے تھے، قبلہ اباجیؒ کے قیام کی وجہ سے وہاں کی رونق میں خاطر خواہ اضافہ ہوا، لوگوں کی سہولت کے لیے آپ نے تعمیر کا کام شروع کروادیا، چاردیواری اور ایک کمرہ بنوایا، آپ کے خلفائے کرام اور متعدد مریدین بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ آپ کے خلیفہ پٹواری

صالح محمد اور خلیفہ محمد یوسفؒ حافظ آبادی، شیخ حاجی محمد اسحاق صاحب، محترم دستگیر صاحب اور کئی مریدین وخلفاء بھی شریکِ سفر ہوتے تھے، مختلف اوقات میں دیگر احباب بھی اس سعادت سے بہرہ یاب ہوا کرتے تھے۔

۳۔ دریائے چناب پیچھے ہٹ گیا

دسمبر ۱۹۸۳ء کی ایک سرد رات تھی، ٹھنڈی یخ ہوا چل رہی تھی، دریائے چناب کا کنارہ تھا، دریا کی موجوں میں طغیانی آئی، تو دریا کے پانی میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا، موجیں ساحلِ چناب سے اٹھکیلیاں کر رہی تھیں، پٹواری صالح محمد (رحیم یار خاں) نے قبلہ اباجیؒ (الشاہ محمد ظہور الحقؒ) سے عرض کیا، حضور دریا کا پانی آہستہ آہستہ بڑھ رہا ہے اور عنقریب چلّہ گاہ میں داخل ہونے والا ہے، پانی کے مسلسل بڑھنے سے خدشہ ہے، کہ پانی کہیں نئی تعمیر کی بنیادوں کو نقصان نہ پہنچائے، چنانچہ اسی وقت آپ نے دریائے چناب کے نام ایک رقعہ لکھا، فاروقی چشم وچراغ نے ایک بار پھر مصر کے دریائے نیل کی فاروقی سنت کو زندہ کردکھایا۔

پٹواری صالح محمد کہتے ہیں، میں رقعہ دریا میں رکھ کر واپس آگیا، اپنی پہلی تشویش کے باعث تھوڑی دیر کے بعد پھر دریا میں پانی کا حال دیکھنے گیا، تو میں حیران رہ گیا کہ دریا مخالف سمت بیس (۲۰) کرم یعنی ایک سو دس (۱۱۰) فٹ پیچھے ہٹ چکا تھا، اس وقت خلیفہ محمد یوسفؒ حافظ آبادی بھی دریا کی دوسری سمت مغرب کی جانب بیٹھے تھے، پٹواری صاحب مشرق کی جانب تھے۔

پٹواری صاحب کو یہ سعادت بھی نصیب رہی ہے، قبلہ اباجیؒ کے ارشاداتِ عالیہ بھی تحریر کیا کرتے تھے، دریا کے کنارے پر ایک بار آپ نے **بسم اللہ** (تسمیہ شریف) کے فضائل پر گفتگو فرمائی تھی، جو پٹواری صاحب نے لکھی، اس باب کے

آخر میں دیگر تحریرات کے ساتھ وہ بھی شاملِ اشاعت کی گئی ہے، تاکہ عام سالکینِ عظام اور قارئین کرام ان سے اِستفادہ کرسکیں۔

۴۔ یادِ الٰہی جل جلالہ

زمین و آسمان کو تخلیق سے آراستہ کرنے والا، زیریں و بالا اور آبی و خاکی ہر مخلوق کو رزق دینے والا، حروفِ اَبجد سے نا آشناؤں کو علمِ لدُنّی سے آشنا فرمانے والا، ہر اوّل سے اوّل ہوکر بھی اوّل سے پاک رہنے والا، ہر آخر سے آخر ہوکر بھی آخر سے پاک رہنے والا، وہ اپنی شان کے لائق، **فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ** ۔(۱) "وہ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے"۔ کی لاریب شان رکھنے والا ہے۔

ہر غیب سے غیب ہوکر بھی شہود میں ہونے والا، ہر چیز کے اندر بھی، باہر بھی، ظاہر بھی، باطن میں بھی اپنی شان کے لائق قائم رہنے والا، **کُلَّ یَوۡمٍ ہُوَ فِیۡ شَاۡنٍ** ۔(۲) "ہر روز وہ نئی شان سے تجلی فرماتا ہے"۔ کی صفت رکھنے والا ہے۔

لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ (۳) "اس کی مانند کوئی چیز نہیں"۔ عقل و فہم اور اِدراک سے بالاتر ذات فقط اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ہے۔ ہر چیز اس کی تسبیح و تہلیل میں رطبُ اللسان ہے، اس پر قرآن مجید شاہد ہے:

☆۱۔ **سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ** ۔ (۴)

اللہ کی تسبیح کرتی ہے جو چیز آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔

---

(۱) البروج ۸۵: ۱۶

(۲) الرحمٰن ۵۵: ۲۹

(۳) الشوریٰ ۴۲: ۱۱

(۴) الصف ۶۱: ۱

☆۲۔ **یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ الۡمَلِکِ الۡقُدُّوۡسِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ** (۱)

ہر وہ چیز جو زمین و آسمانوں میں ہے اللہ کی پاکیزگی بیان کرتی ہے، (جو حقیقی) بادشاہ ہے، ہر نقص و عیب سے) پاک ہے، عزت و غلبے والا ہے، بڑی حکمت والا ہے۔

عندلیبانِ چمن ہوں یا پاسبانِ ملائے اعلیٰ، حشرات الارض ہوں یا آبی مخلوق، نوری مخلوق ہو یا خاکی مخلوق، تلاطم خیز موجیں ہوں یا درختوں کی کمر دھری کرنے والی ہوائیں، مرغ و ماہی ہوں یا درختوں پر چہچہانے والی قمریاں، الغرض مہر و ماہ سے لے کر ذرّۂ کائنات تک ہر چیز اپنے مالک کی یاد میں منہمک رہتی ہے، تھوڑا سا غور کرنے سے ہی یہ بات انسان کو معلوم ہوجاتی ہے کہ وہ انسان جس کو عقل و شعور کی نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز فرمایا گیا ہے، جس کو مسجودِ ملائکہ بنا کر خلیفۂ زمین کا اعزاز بخشا گیا ہے، وہ اپنے مُنعم و مُعطی کو کیسے فراموش کرسکتا ہے؟ جس کو یاد کرنے کا متعدد آیات میں باری تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے:

☆ **فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ** ۔ (۲)

سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا۔

☆ **وَاذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلًا** ۔ (۳)

اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو۔

---

(۱) الجمعہ ۶۲: ۱

(۲) البقرہ ۲ : ۱۵۲

(۳) المزمّل ۷۳: ۸

☆ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا۔(۱)

اے ایمان والو! تم اللہ کا کثرت سے ذکر کیا کرو۔

اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو کثرت کے ساتھ اپنا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے، جس کا انعام یہ ہوگا، کہ انسان اگر اللہ کریم کا ذکر پستیوں میں کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کا ذکر آسمان کی بلندیوں میں فرمائے گا، اسی طرح انسان اگر مخلوقِ خدا میں بیٹھ کر ذکرِ خدا کرے گا، تو باری تعالیٰ اس سے بہتر مخلوق ملائکہ میں اس کا ذکر فرمائے گا، پھر یہی بندہ اگر قدموں کے ساتھ چل کر بارگاہِ ربُّ العزت میں حاضر ہوگا، تو اس کریم و رحیم کی رحمت دوڑ کر اس بندے کا استقبال کرے گی، اس حدیثِ پاک کو امام بخاریؒ اور دیگر محدّثین نے یوں بیان فرمایا ہے:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِيْ فَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاءٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً۔ ☆(۲)

(۱) الاحزاب ۳۳: ۴۱

☆(۲) الف بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۹۴، رقم ۶۹۷۰۔

ب۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ۹: ۲۷۔

ج۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۲: ۲۵۲، رقم ۲۲۸۶۔

د۔ صنعانی، سُبل السلام، ۴: ۲۱۳۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ میرا بندہ میرے متعلق جیسا خیال رکھتا ہے، میں اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتا ہوں، جب وہ میرا ذکر کرتا ہے، میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرے، (ذکرِ خفی) تو میں بھی اپنے دل میں اس کا (ذکرِ خفی) کرتا ہوں، اور اگر وہ جماعت میں میرا ذکر (ذکرِ جلی) کرے، تو میں اس کا ذکر (ذکرِ جلی) اس کی جماعت سے بہتر جماعت میں کرتا ہوں، اگر وہ ایک بالشت میرے نزدیک آئے تو میں ایک بازو کے برابر اس کے نزدیک ہو جاتا ہوں، (اپنی شان کے لائق) اگر وہ ایک بازو کے برابر میرے قریب آئے، تو میں دو (۲) بازو کے برابر اس کے نزدیک ہو جاتا ہوں، اور اگر وہ میری طرف چل کر آئے، تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

جماعتِ سراجیہ تو ذکر بالجہر کی انتہائی خوگر ہے، مبارک راتیں، شبِ قدر، شبِ برأت وغیرہ ہوں یا عرس کی محافل، تبلیغی دورے ہوں یا اصلاحی پروگرام وہ سب اپنے اپنے مقام پر ذکر بالجہر کی آواز سے گونج رہے ہوتے تھے، اس ذکر کی بابت امیرِ جماعت سراجیہ قبلہ اباجی (الشاہ محمد ظہور الحقؒ) کا طریقۂ کار یہی ہوتا تھا، خانقاہِ سراجیہ میں تو یہ محافل سجتی ہی تھیں، آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے، وہاں ایک دن کا قیام ہوتا یا چند دنوں کا، ہر روز نمازِ مغرب کے بعد حلقۂ ذکر بالجہر منعقد ہوتا تھا، جو بدستور تا حال جاری ہے، مسجد کی چار دیواری ہو یا کمرہ رہائش وہ ذکرِ بالجہر اور ذکرِ نفی اثبات سے گونجتا ہے، ذاکرین دنیا و مافیہا کی لذّتوں سے بے نیاز ہو کر روحانی مشاغل میں گم ہو جاتے ہیں، تو تب ذکر کچھ یوں ہوتی ہے:

تین تین بار استغفار، کلمہ طیبہ اور درودِ ہزارہ پڑھ کر نفی اثبات لا الٰہ الا اللہ کی تسبیح پڑھی جاتی ہے، پھر نعت خوان کو ثنائے مصطفیٰ ﷺ کا موقع دیا جاتا ہے، وہ سرکارِ دو عالم، نبیِ رحمت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے حضور ہدیہِ عقیدت پیش کرتا ہے یادِ الٰہی کی چاشنیوں کے ماحول میں جب حسنِ مصطفیٰ ﷺ کی دل آویز رعنائیوں کا ذکر چھڑ جاتا ہے، یادِ خدا جلّ وعلا اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کا یہ حسین امتزاج قلوب میں رقتوں سے لبریز نغماتِ محبت چھیڑ دیتا ہے، پھر کسی کی گردن اِطاعت کے لیے خمیدہ ہو جاتی ہے، تو اپنے حال کے مطابق کسی کی آنکھیں محبتِ مصطفیٰ ﷺ میں اشک افشانی کر رہی ہوتی ہیں، کوئی بحرِ توحید میں ذکرِ الٰہی سے سیراب ہو رہا ہوتا ہے، تو کوئی عشقِ محبوبِ خدا ﷺ سے فیض یاب ہو رہا ہوتا ہے، الغرض دو اڑھائی گھنٹے اسی اِستغراق و اِنہماک میں یوں بیت جاتے ہیں کہ وقت گزرنے کا احساس تک بھی نہیں ہوتا، جی چاہتا ہے یہ محفل اور طویل ہو جائے۔

ذکر کے دوران ایک ایسی تسبیح آتی ہے، جس میں ذاکرین **اللّٰہ ھو اللہ ھو** کرتے ہیں، اس کی کیفیت سب سے جدا ہوتی ہے، کئی لوگوں پر وجدانی حالت طاری ہو جاتی ہے، بعض لوگوں کے ہوش اُڑ جاتے ہیں، **ھو ھو** کرتے کرتے گلے تھک جاتے ہیں، آوازیں بھرا جاتی ہیں، اس تسبیح کے دوران جو خاص صوتی ترنّم پیدا ہوتا ہے، وہ بھی بعض اوقات متغیّر ہو جاتا ہے، کبھی آواز کا تقدّم و تأخر بھی رونما ہو جاتا ہے، مگر اس جذب و مستی کے عالم میں کون کسی کی طرف متوجّہ ہوتا ہے، صاحبِ حال صوفیائے کرام کے لئے یہ تسبیح عرفان و مشاہدہ کا سبب بھی بنتی ہے۔

اللہ اللہ کرتے کرتے ھُو نظر آیا مجھے
ھُو میں جب میں گم ہوا پھر تو نظر آیا مجھے

اس تسبیح کے دوران عارفانہ کلام میں سے حضرت سلطان العارفین سلطان باھوؒ (م۔۱۱۰۲ھ) کی رباعیات کا انتخاب بھی پڑھا جاتا ہے، نعت خوان ایک رباعی پڑھتا ہے، تو پھر اُسی جنون کے ساتھ **اللہ ھو** کا ذکر شروع ہو جاتا ہے، یہی وہ ذکر ہے جس میں ذاکر کی توجّہ اس قدر مذکور کی طرف مائل ہو جاتی ہے، کہ وہ اسی کی جلوہ سامانیوں سے حظّ روحانی حاصل کرتا ہے اور واقعی محسوس کرتا ہے کہ خود ذکر کرنا بھی مفید سہی مگر صحبتِ شیخ میں ذکر کرنے کے فوائد و ثمرات دو چند ہی نہیں بلکہ اَن گنت ہو جاتے ہیں، جب یہ آواز کان میں پڑتی ہے:

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد مَن میرے وچ لائی ھُو
نفی اثبات دا پانی ملیا ہر رگے ہر جائی ھُو
اندر بوٹی مشک مچایا جان پھلن پر آئی ھُو
جگ جگ جیوے میرا مرشد باھوؒ جئیں اے بوٹی لائی ھُو

﴿سلطانُ العارفین حضرت سلطان باھوؒ﴾

یہ ذکر کرتے ہوئے **ھو ھو** کے مقام کا عرفان اپنی روحانی استطاعت کے مطابق نصیب ہو سکتا ہے، ایسی کئی رباعیات جو عارفانہ کلام پر مشتمل ہوتی ہیں، ان کو مترنّم آواز سے پڑھنے سے شوق و ذوق میں گراں قدر اضافہ ہو جاتا ہے، جس جگہ پر یہ محفلِ ذکر ایک بار منعقد ہو جاتی ہے، تو کافی عرصہ تک لوگ اس ذکر کی روحانی کیفیتوں سے سرشار رہتے ہیں۔

قبلہ اباجیؒ (**الشاہ محمد ظہور الحق**ؒ) کے تبلیغی و اصلاحی دوروں کے دوران شب زندہ دار لوگ تہجّد کی ادائیگی کے لیے جب بیدار ہوتے تھے، تو آپ کے پاس آجاتے تھے۔ وہ مل کر تہجّد کے نوافل پڑھتے تھے اور ذکرِ الٰہی کی محفل سجتی تھی

، یہ اُسلوبِ ذکر و تہجّد اور نعت خوانی مصطفیٰ ﷺ تاحال موجودہ سجّادہ نشین قبلہ میاں محمد ضمیر الحق مدّ ظلہٗ العالی کے ہاں بھی جاری وساری ہے۔

راقم الحروف کو بھی کئی بار ایسی محافل میں بوقتِ تہجّد حاضری کا شرف نصیب ہوتا رہتا ہے، احساس کی دولت کے ساتھ وہ کیفیت محسوس تو کی جا سکتی ہے، مگر اس کو الفاظ و حروف کے قالب میں ڈھالنا راقم جیسے ہیچ مدان کے لیے بہت مشکل ہے، اگر نصیب ہو تو باطن کی آنکھ سے بھی اس کو دیکھا جا سکتا ہے، اللہ کریم ورحیم ہے، ایسی نیک صحبتیں مسلسل مجھ رُوسیاہ کو بھی نصیب فرمائے:

اٰمین بجاہ طٰہٰ و یٰس وبحر مۃِ سیّدِ الْمُرْسَلِیْن ﷺ

۵۔ طریقہِ ذکر الٰھی

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ تین بار

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تین بار

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِّائَۃَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّۃٍ۔ تین بار

نظم:
ابتداء لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ — انتہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
ہر بلا سے جو چاہے اپنی نجات — پڑھ دلا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
دن قیامت کے بخشوانے کا — برملا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
بلبلوں کی زبان پہ گلشن میں — ہے صدا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
صاحبِ فقر با سمجھتے ہیں — کیمیاء لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
پہلے مرشد سے سیکھ اور پھر پڑھ — بامزا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

دم بدم ہے مست کے دل کا — شغلہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کلامِ اقبالؒ

☆ حضرت قبلہ میاں محمد ضمیر الحق مدّ ظلہٗ العالی امیر جماعتِ سراجیہ، سجادہ نشین خانقاہِ سراجیہ نے اس مقام پر درج ذیل کلام اقبالؒ شروع کروایا ہے۔

خودی کا سرِّ نہاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
خودی ہے تیغ فساں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یہ مال و دولتِ دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا
فریبِ سود و زیاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زُنّاری
نہ ہے زماں نہ مکاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اس کلام کے بعد یہ ذکر شروع کیا جاتا ہے۔

۱۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ — دو (۲) سو بار
۲۔ اِلَّا اللّٰہُ اِلَّا اللّٰہُ — چار (۴) سو بار
۳ ا للّٰہُ ا للّٰہُ — چھ (۶) سو بار
۴۔ اللّٰہ ھُو اَللّٰہ ھُو — دو (۲) سو بار
۵۔ حق حق — دو (۲) سو بار
۶۔ اَ للّٰہ اَللّٰہ — دو (۲) سو بار

یا جس قدر زیادہ اور آسانی سے ممکن ہو سکے تو یہ ذکر کرے۔

۶۔ زندہ دل اور مردہ دل

(از خواجہ الشاہ محمد ظہور الحق ؒ)

دل کی دو (۲) قسمیں ہوتی ہیں:

☆الف۔ دل اہلِ قلب
☆ب۔ دل اہلِ سلب

دل اہلِ قلب ذکر اللہ سے پُر ہوتا ہے، اور زندہ دل کہلاتا ہے، دل اہلِ سلب ذکر اللہ سے مسلوب ہوتا ہے، اور مردہ دل کہلاتا ہے، اور دونوں جہاں میں شرمندگی اُٹھاتا ہے، جس شخص کو ذکرِ قلبی حاصل ہو، حجاب اللہ اکبر اس کے سامنے پارہ پارہ ہو جاتا ہے، اور وہ بے حجاب ہو کر ذاکر و **دائمُ الیُسر** ہوتا ہے، اور عرش تک پہنچتا ہے، شب و روز ذوق و مشاہدہ میں رہتا ہے، نہ یہ کہ وہ سرگرداں و پریشاں رہے، مینڈک کی طرح ٹرایا کرے اور لوگوں کے کان پھوڑے:

ترا شرمندگی زیں ذکر باید
کہ دم بستن نہ حبِ ذکر شاید

جو تو ذکر کر رہا ہے، تجھے اس سے شرمندگی ہونی چاہیے، کہ ذکر کا تقاضا تو یہ ہے، ایک سانس بھر بھی تو خاموش نہ رہے۔

ذاکر اسے کہتے ہیں کہ ذکر اس پر مؤکل ہو جائے، اور ذکر و فکر اسے بے قرار و بے آرام کر دے اور بے قراری کی وجہ سے دنیا ہی اس پر حرام ہو جائے اور اسی سے اہلِ صبر و شکر ہی صابر و شاکر بھی بن جاتے ہیں، وہ خطراتِ نفس سے الگ ہو کر صاحبِ حضوری ہو جاتے ہیں، جیسا کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ۔

نماز فقط حضورِ قلب سے ہے۔

بود معدہ چو خالی از طعامے
شود معراج آں ساعت تمامے

جب معدہ عفونتِ طعام سے خالی ہو تو اس وقت معراج حاصل ہوا کرتی ہے۔

اس طرح ذکر بے حضور اور خام لوگوں کا ہوتا ہے، اور ایسا صبر و شکر بیوہ عورتوں کے صبر و شکر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ جس عورت کا شوہر مر جاتا ہے، تو محلے کی عورتیں اس کے ارد گرد جمع ہو کر اس کے ساتھ رونے لگتی ہیں، اور اسے سمجھاتی ہیں، کہ صبر و شکر کر، رونے کا کیا فائدہ؟ بلاتشبیہ خدا تعالیٰ تو حی و قیّوم ہے، وہ تو نہیں مرتا، اس طرح کا صبر و شکر حقیقت میں صبر و شکر نہیں کہلاتا، صبر و شکر یہ ہے کہ فقیر دنیا اور حبِ دنیا سے صابر و شاکر ہو کر کہے **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ**، خدا تعالیٰ مجھ کو وہ فقر عطا کرے، جو پیغمبروں کی میراث ہے، ایسے صابروں کے لیے فرمایا گیا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱﴾

بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ایسے ہی شکر کرنے والوں کی پیروی کا حکم ہوا ہے۔

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا ط وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ ﴿۲﴾

اے آلِ داؤد! شکر گزاری کیا کرو اور ہمارے شکر گزار بندے کم ہوتے ہیں۔

کوئی فقیر صابر و شاکر نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ وہ سچا ذاکر حقیقی صابر نہ بن جائے، اور ایسے فقیر کے نزدیک ان تمام نعمتوں کا جو دنیا میں موجود ہیں شمار نہیں ہوتا، بلکہ اس کے نزدیک یہ سب نعمتیں رحمت ہیں، اور قیامت کے روز سب کو تلخ محسوس ہوں گی، اسی لیے ارشاد ہوا ہے:

وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ج اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۔ ﴿۳﴾

کھاؤ پیو اور بے جا اسراف نہ کرو، کیونکہ وہ بے جا اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

عشق فقرش نہ راہ دانش و بند   ہر کہ رسوا عشق تمام دانش مند
علم آنست کند بحق واصل   گرچہ رسوا ملامت ہم حاصل
این نہ علم است آنچہ مے خوانی   عزِ دنیا بجاہِ ذلہ دانی
دلق پوشی بہ است گرچہ نمد   ہم نشینی دوام با یا صمد

☆۱ عشقِ حقیقی میں فقر کی ضرورت ہوتی ہے، عقل و دانش کی نہیں، جس

﴿۱﴾ البقرہ ۲: ۱۵۳ ﴿۲﴾ السبا ۳۴: ۱۳

﴿۳﴾ الاعراف ۷: ۳۱

شخص کو عشق حاصل ہے وہی بڑا دانش مند ہے۔

☆۲۔ علم و عقل بھی وہی ہے جو حق کی طرف واصل کر دے، اگر چہ رسوائی و ملامت بھی کیوں نہ اُٹھانی پڑے۔

☆۳۔ اس کا نام علم نہیں جو لوگ پڑھتے ہیں، اور نادان ہو کر اس سے دنیاوی عزت و شوکت حاصل کرتے ہیں۔

☆۴۔ اس سے تو فقیر کی دلق (گودڑی) پوشی بہتر ہے اگر چہ ثابت کیوں نہ ہو، کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے ہم نشیں رہتا ہے۔

جیسا کہ: **جُعِلَتْ فِی النَّفْسِ طَرِیْقَ الزُّهْدِیْنَ ۔**

نفس میں زُہد و تقویٰ کی راہ رکھی گئی ہے،

وَجُعِلَتْ فِی الْقَلْبِ طَرِیْقَ الرَّغِبِیْنَ ۔

اور قلب میں رغبت و محبت کی راہ رکھی گئی ہے۔

وَجُعِلَتْ فِی الرُّوْحِ طَرِیْقَ الْکَافِیْنَ ۔

اور روح میں کمال کی راہ رکھی گئی ہے۔

وارد ہوا ہے، بیت از سلطانُ العارفین حضرت سلطان باھوؒ

نماند پردہ از نفس و ہوائے
چو باشد دولت ذکرِ خدائے

جب ذکرِ خدا تیرے دل میں جلوہ گر ہوگا تو نفس و خواہش کا پردہ درمیان میں نہ رہے گا۔(۱)

(۱) ماہنامہ السراج لائل پور (فیصل آباد) ۳۸: دسمبر ۱۹۵۳ء۔

۷۔ برکاتِ تسمیہ شریف

﴿از خلیفہ محمد صالح پٹواری﴾

یہ وہ گفتگو ہے جو قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق نوّ رَ اللہُ مرقدہٗ (م۔۱۹۸۴ء) نے دریائے چناب کے کنارے چلّہ گاہ شیخ بوعلی قلندر ؒ نزد چنیوٹ پر ایک سردرات میں فرمائی تھی۔ محمد صالح صاحب قبلہ حضور اباجی ؒ کے خلیفہ ہیں، اس وقت چلّہ گاہ میں موجود تھے، یہ اُنہوں نے تحریر کی تھی، افادئے عام کے لئے ماہنامہ السراج کے شکریہ کے ساتھ اس مضمون کی زینت بنائی جارہی ہے، یہ تحریر ماہنامہ السراج ستمبر ۱۹۸۹ء میں چھپ چکی ہے، معمولی سے ترتیبی تغیّر کے ساتھ ہدیہِ قارئین کی جارہی ہے۔

کلمہ طیّبہ : جو کوئی صحیح العقیدہ مسلمان اپنے فرائض دینیہ ادا کرتا ہے اوراس نے زندگی میں سوالاکھ بار کلمہ طیّبہ پڑھا ہو، خواہ وہ کتنا ہی گنہگار ہو، اس کی **اِنْ شَاءَ اللّٰہُ الْعَزِیْز** ضرور بخشش ہوجائے گی۔ (ختمِ قل شریف میں یہ راز ہے)

تسمیہ شریف : آپ نے فرمایا: تم بسم اللہ شریف ہردم وردِ زبان رکھو، اگر اپنے نام کے اعداد میں بسم اللہ شریف کے اعداد جمع کر کے اوراس کو دوگنا کر کے ان اعداد کے مطابق روزانہ وقتِ مقررہ پر وظیفہ میں رکھیں گے، تو اسمِ اعظم کا کام دے گی، جس کو دنیا ڈھونڈتی پھر رہی ہے۔

☆ آپ ؒ نے فرمایا: اگر کوئی مسلمان بسم اللہ شریف کو کسی رات میں بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) مرتبہ اس طرح پڑھے کہ بعداز نماز عشاء غسل کر کے دو (۲) رکعت نماز نفل ادا کرے اور ہر ایک ہزار پر دو (۲) نفل پڑھے اور ہر دوگانہ پر اپنی حاجت مانگے، اس طرح بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) پورا کرے، کیسی بھی حاجت ہوگی ان شاء اللہ ضرور

پوری ہوگی۔ پھر آپ خاموش ہوگئے اور میں متذبذب سا ہوگیا، کہ آپ نے اس کی ابتدا تو بتائی ہے، یہ ترتیب شریف میں روزانہ پڑھتا ہوں، انہیں خیالات میں تھا ابا جان حضور فرمانے لگے:

آج لوگ بسم اللہ شریف کو معمولی سمجھنے لگے ہیں، بہت ہی بارعب آواز میں فرمایا: کہ جب اللہ تعالیٰ نے لفظِ کُنْ سے ہر چیز کو پیدا فرمایا، تو اَبر چھا گیا، پھر بسم اللہ کو نازل فرمایا تو اَبر (بادل) چھٹ گیا، قلم کو حکم ہوا کہ عرش پر بسم اللہ لکھ دے، ایک ہزار سال تک قلم لکھتا رہا، ہر مرض کی شفا اس میں ہے، اس کی عظمت بیان کرنے سے انسان عاجز ہے، زمین پر نازل فرمائی تو اولادِ آدم علیہ السلام نے تمام زمین پر تسلّط قائم کیا، طوفانِ نوح علیہ السلام کے وقت نزول ہوا، جب نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہوئے تو غرق ہونے سے بچنے کے لیے:

بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا (۱)

اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔

پڑھا اور کشتی روانہ ہوئی، اس آدھی بسم اللہ کی برکت سے کشتی جُودی پہاڑ جو عراق کے قریب ہے، (غوثِ اعظمؒ کی پیدائش اس کے دامن میں گیلان وادی میں ہوئی) پر سلامتی کے ساتھ ٹھہری۔

جن اقوام پر بسم اللہ شریف کا نزول نہ ہوا، وہ تباہ و برباد ہوئیں، نوح علیہ السلام کی قوم پانی میں غرق ہوئی، ھود علیہ السلام کی قوم پر ہوا کا عذاب آیا، ابراہیم علیہ السلام کے دور میں نارِ نمرود نے وہ جلن دی کہ پرندے اُوپر سے نہ گزر سکتے تھے۔ خود کو خدا کہنے والے نمرود و شداد تباہ ہوئے، موسیٰ علیہ السلام کے دور میں فرعون، قارون، اور ہامان تباہ ہوئے، غرض یہ کہ جن قوموں سے بسم اللہ کو اُٹھا لیا گیا وہ تباہ

(۱) ھود ۱۱: ۴۱۔

ہوئیں۔قرآن کریم کو دیکھو تمام سورتوں کے شروع میں بسم اللہ ہے، مگر سورہِ برأۃ (توبہ) کے شروع میں بسم اللہ نہیں، کیونکہ اس سورت میں مشرکوں اور اسلام دشمن طاقتوں پر قہرِ الٰہی کا بیان ہے، تسمیہ شریف رحمت ہے، قہر اور رحمت ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔(یہ عدمِ تسمیہ شریف کی ایک توجیہ ہے، چشتی)

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ کریم کی طرف سے دنیا کی بادشاہت عطا ہوئی، اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ بادشاہت کی انگوٹھی سلیمان علیہ السلام کو دے دو، جبرائیل علیہ السلام ملائکہ کی معیّت میں بسم اللہ شریف کا ورد کرتے ہوئے سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے، تو انگوٹھی پیش کی، وہ سجدہِ شکر بجا لائے، انگوٹھی پر درج ذیل تین سطور تھیں:

☆ پہلی سطر: **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ**

☆ دوسری سطر: **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ**

☆ تیسری سطر: **مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ**

لکھا ہوا تھا، اس کی برکت سے تمام جن وانس اور روئے زمین کی مخلوق آپ کے تابع ہوئی، ان کی وفات کے بعد بسم اللہ کی انگوٹھی اصل مقام پر عروج کر گئی، جس قوم پر بھی اس کا نزول نہ ہوا، انہیں پر قہر نازل ہوا۔

☆ اللہ تعالیٰ کے چار ہزار (۴۰۰۰) نام ہیں، ایک ہزار (۱۰۰۰) نوح علیہ السلام پر اُتارے گئے، ایک ہزار (۱۰۰۰) نام اسرافیل علیہ السلام کے حافظہ میں محفوظ ہیں، ایک ہزار (۱۰۰۰) نام ملائکہ کے وظائف میں ہیں، تین سو (۳۰۰) زبور میں ہیں، تین سو (۳۰۰) تورات میں ہیں، تین سو (۳۰۰) انجیل میں ہیں، ننانوے (۹۹) نام قرآنِ پاک میں ہیں، اور ایک (۱) نام پوشیدہ ہے جو اللہ کریم جلّ وعلا اور اس

کے پیارے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں، ان کے علاوہ کسی کے علم میں نہیں ہے، جو کوئی خلوصِ دل کے ساتھ ایک مرتبہ بسم اللہ شریف کا ورد کرے، تو چار ہزار (۴۰۰۰) کا ثواب پائے گا۔

☆ خدائے ذوالجلال نے ہر ایک کی اصلاح کی ہے، **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ** کے چار (۴) نکتے ہیں، اور چار ہی تشکیلِ انسانی کے عناصر ہیں، آگ، پانی، ہوا اور مٹی۔نفوس کی اصلاح نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سے ہوتی ہے۔باطن کی اصلاح عقل، علم، رجا اور خوف سے ہوتی ہے۔ملائکہ مقرّبین چار ہیں، جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام۔نبوّت کی اصلاح خلیلُ اللہ، کلیمُ اللہ، روحُ اللہ اور حبیبُ اللہ علیہمُ الصلوٰۃ والسلام سے ہوئی ہے۔خلافت کی اصلاح ابوبکر صدیق، عمرِ فاروق، عثمانِ غنی اور علی حیدرِ کرار علیہمُ الرضوان سے ہوئی ہے۔

☆ بسم اللہ کے اُنیس (۱۹) حروف ہیں اور مؤکلانِ دوزخ بھی اُنیس ہیں، قیامت کے دن ہر حرف ہر مؤکل کے آگے آجائے گا، اور بسم اللہ شریف پڑھنے والے کو دوزخ سے بچالیا جائے گا۔

پٹواری صاحب! آپ کو کیا بتاؤں؟ یہ ایک طویل تفصیل ہے، جس کو لوگ معمولی سمجھ بیٹھے ہیں، یہ بات ضرور ہے، کہ ان کلمات کو زبان سے پڑھنا آسان ہے، لیکن بدقسمتی سے عام طور پر بے توجّہی سے پڑھ دیا جاتا ہے، مگر یہ قیامت کے دن وزن میں سب سے بھاری ہوں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ایک سے ایک کو زینت دی ہے، جیسے طورِ سینا سے پہاڑوں کو، ذوالقرنین سے بادشاہوں کو، مکہ مکرّمہ سے شہروں کو، بیتُ المقدّس سے مکانوں کو، خانہ کعبہ سے عبادت گاہوں کو، مدینہ منوّرہ سے زیارت گاہوں کو، حوضِ کوثر سے

نہروں کو، طوبیٰ سے درختوں کو، جبرائیل امین علیہ السلام سے فرشتوں کو، چاند ستاروں سے آسمان کو، حسنین کریمین علیہم الرضوان سے شہدا کو، حضرت علیؓ سے شجاعوں کو، حضرت عثمان غنیؓ سے سخیوں کو، حضرت عمرِ فاروق سے عادلوں کو، صدیقِ اکبرؓ سے صدّیقوں کو، حضور تاجدارِ کائنات رہبرِ اعظم سرورِ دو عالم ﷺ سے تمام نبیوں اور رسولوں کو عزت بخشی ہے۔ اسی طرح سے قرآنِ پاک سے تمام آسمانی کتابوں کو، سورہِ فاتحہ سے قرآن کو، بسم اللہ شریف سے سورہ فاتحہ کو اور **ب** سے تسمیہ یعنی بسم اللہ شریف کو تکریم دی ہے۔

☆ الف جلالی ہے، **ب** جمالی ہے، الف فخر ہے، **ب** فقر ہے، کیونکہ **ب** نے روزِ اول نیچے نکتہ قبول کیا، فقر میں رہا، اس واسطے **ب** کو نکتے نے محترم کیا، قرآنِ پاک **ب** سے شروع ہو کر سین پر ختم ہوا، لہٰذا اس کا مجموعہ اردو میں ہے ''بس''، جس میں ایک راز کی بات ہے، جس کو سمجھنے کے لئے سالہا سال درکار ہیں، کیونکہ روزِ میثاق تمام روحوں کے منہ **بَلٰی** کی **ب** سے کھلے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا:

☆ **اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔** ﴿۱﴾

کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟

تمام روحوں نے اقرار کیا تھا: **بَلٰی** ''کیوں نہیں''۔

پٹواری صاحب لکھتے ہیں، میرے آقا قبلہ اباجیؒ (الشاہ محمد ظہور الحق نوّرَ اللہ مُرقدہٗ) اس روانی سے فرماتے جا رہے تھے کہ میں کئی الفاظ لکھ نہ سکا، بہت تیزی سے لکھتا گیا، مگر پھر بھی کئی کلمات رہ گئے، ایک دم میرے خیالات منتشر ہونے لگے، ھُو کا عالَم، رات کا سناٹا، چناب کی روانی، ایک بارُعب آواز میرے کانوں میں آ رہی

﴿۱﴾ **الاعراف ۷: ۱۷۲۔**

تھی، ان سب سے جو تاثر مل رہا وہ سمجھ سے بالاتر تھا، معلوم نہیں کون بول رہا تھا؟

آپ نے فرمایا: بس اتنا ہی کافی ہے۔ (۱)

۸۔ ترکیب ختم خواجگانِ چشتیہ

☆ **سُوْرَہ فَاتِحَہ**	سات (۷) بار
☆ **سُوْرَہ اَلَمْ نَشْرَحْ**	اناسی (۷۹) بار
☆ **سُوْرَہ اِخْلَاص**	ایک ہزار (۱۰۰۰) بار
☆ **اَلْحَمْدُ شریف**	سات (۷) بار
☆ درود شریف چشتیہ	سو (۱۰۰) بار
☆ **یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ**	سو (۱۰۰) بار
☆ **یَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ**	سو (۱۰۰) بار
☆ **یَا مُجِیْبَ الدَّعْوَاتِ**	سو (۱۰۰) بار
☆ **یَا کَافِیَ الْمُهِمَّاتِ**	سو (۱۰۰) بار
☆ **یَا دَافِعَ الْبَلِیَّاتِ**	سو (۱۰۰) بار
☆ **یَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ**	سو (۱۰۰) بار
☆ **یَا حَلَّ الْمُشْکِلَاتِ**	سو (۱۰۰) بار
☆ **یَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ**	سو (۱۰۰) بار
☆ **یَا شَافِیَ الْاَمْرَاضِ**	سو (۱۰۰) بار
☆ **یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ**	سو (۱۰۰) بار

اس کا ثواب ہفت خواجگان کی ارواحِ مطہرات کو پہنچائیں، اس کے بعد

(۱) ماہنامہ السراج ص ۱۶: جلد نمبر ۳۷: ستمبر ۱۹۸۹ء

☆ **سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ** سو(۱۰۰) بار

☆ **یَا سَلَامُ** سو(۱۰۰) بار

پڑھ کر دعا فرمائیں، بڑی عاجزی کے ساتھ، قبولیّت کی اُمید پر، یقینِ کامل کے ساتھ، اول آخر درود شریف پڑھ کو دعا کریں، رزقِ حلال کی پابندی کے ساتھ دعا کریں گے تو اِن شاءَ اللہ ان پاکباز ہستیوں کے توسّل سے وہ کریم و رحیم مالکُ الملک ضرور کرم فرماتے ہوئے شرفِ قبولیّت سے نوازے گا۔ آمین ثم آمین

۹۔ قبلہ حضور ابا جیؒ کی دعائیں

﴿مشتاق احمد چوہدریؒ﴾

دعا کا انسانی زندگی سے گہرا تعلق ہے، انسان جب کبھی خود کو کسی کام میں مجبور پاتا ہے، وہ اپنے قادرِ مطلق کے حضور ہاتھ پھیلا دیتا ہے، جو اتنا رحیم و کریم ہے، کسی کی دعا بھی مسترد نہیں فرماتا، کسی حکمت کے تحت کچھ موخر اور کبھی قیامت تک موٴخر کر دیتا ہے، یا پھر کبھی اس کا بدل عطا فرما دیتا ہے، اس کے خزانے اس قدر وسیع ہیں اگر ساری مخلوق اپنی اپنی حاجت پوری کرے، تو اس کے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی، جتنی ایک سوئی سمندر میں ڈبو کر نکال لینے سے کمی آتی ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ دعا مانگنے کا ڈھنگ سکھا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنا سخی ہے ہمارے مانگنے سے کہیں زیادہ عطا فرما دیتا ہے۔ ہم اپنی حیثیّت سے مانگتے ہیں، وہ ہمیں اپنی حیثیّت سے عطا فرماتا ہے۔

ایک صحابیؓ کے پاس ایک عورت ایک پیالی شہد مانگنے آئی، اُنہوں نے پورا مشکیزہ اس عورت کو دے دیا، ساتھی نے عرض کی عورت نے پیالی بھر شہد مانگا تھا،

آپ نے پورا مشکیزہ دے دیا، اُنہوں نے فرمایا: عورت نے اپنی حیثیّت سے مانگا تھا، میں نے اپنی حیثیّت سے دے دیا۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمیں تو ڈھنگ سے مانگنا بھی نہیں آتا، تو آیئے! بزرگوں سے مانگنے کا ڈھنگ سیکھتے ہیں۔

حضور قبلہ ابا جیؒ (الشاہ محمد ظہور الحق نوَّرَ اللہُ مرقدہٗ) جب دعا مانگتے تھے، اُن پر ایک عجیب کیفیّت طاری ہو جاتی تھی، وہ پورے عجز و اِلحاح، زاری اور خشوع وخضوع سے دعا مانگتے تھے، ان کی آواز بھرا جاتی تھی، آپ حمد وصلوٰۃ کے بعد دعا کا آغاز کرتے تھے، آپ کی دعا کا انداز اجتماعی ہوتا تھا، آپ نہ صرف نماز کے بعد دعا مانگتے تھے، بلکہ موقع کی مناسبت سے دعا کا خوب اہتمام کرتے تھے۔

ان تفصیلات میں جانے سے قبل زیادہ ضروری معلوم ہوتا ہے، کہ قرآن کی آیات واحادیث نبوی ﷺ سے دعا کی ضرورت واہمیّت معلوم کر لی جائے، تا کہ ہم بھی یہ جان سکیں کہ دعا کس شان کی چیز ہے؟ ہم دعا کو غیر معمولی نعمت اور اپنے مالک وخالق سے مانگنے کے نادر موقع کو غنیمت جان کر اس کی قدر کریں اور پوری توجّہ اور اِنہماک سے دعا کریں، بعد ازیں قبلہ حضور ابا جیؒ کی مانگی ہوئی قرآنی دعائیں پھر کچھ احادیثِ نبوی ﷺ میں مروی دعائیں ذکر کی جائیں گی، آخر میں چند دعائیہ اشعار بھی ذکر کیے جائیں گے جو آپؒ اکثر پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

☆۱۔ **وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ۔** (۱)

(۱) البقرہ ۲: ۱۸۶۔

اور (اے رسول ﷺ!) جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں (تو آپ فرما دیں کہ) میں بے شک ان کے قریب ہوں، دعا کرنے والا جب دعا کرتا ہے، تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں، تو چاہیے کہ وہ بھی میرا حکم مانیں، اور مجھ پر ایمان برقرار رکھیں تاکہ وہ کامیابی حاصل کریں۔

☆۲۔ **اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۔** ﴿۱﴾

اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے سے دعا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

☆۳۔ **بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ** ﴿۲﴾

بلکہ تم اسی سے دعا کرو گے اور اگر وہ چاہے گا تو وہ اس مصیبت کو دور کر دے گا، جس کے لیے تم اس سے دعا کر رہے ہو۔

حدیث پاک میں ہے جس کو حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت فرمایا ہے:

☆۱۔ **لَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ الدُّعَا ۔** ﴿۳﴾

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا سے زیادہ کوئی چیز محترم و مکرم نہیں ہے۔

☆۲۔ حضرت انس بن مالک (م۔۹۳ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ الاعراف ۷: ۵۵
﴿۲﴾ الانعام ۶: ۴۱
﴿۳﴾ المنہاج السوی من الاحادیث النبوی ص ۲۷۲: ۲/۳۲۸

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ ﴿۱﴾

دعا عبادت کا مغز (یعنی جان، خلاصہ و نچوڑ) ہے۔

☆۳۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (م۔۳۳ھ مزار شریف مدائن سلمان پاک بغداد سے ۱۷ کلومیٹر) سے روایت ہے، نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمْرِ اِلَّا الْبِرُّ ۔ ﴿۲﴾

دعا کے علاوہ کوئی چیز تقدیر کو رد نہیں کرتی، اور نیکی کے علاوہ کوئی چیز عمر میں اضافہ نہیں کرتی۔

﴿الف﴾ قرآنی دعائیں

☆۱۔ **اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۔** ﴿۳﴾

(اے پروردگار) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔

☆۲۔ **رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج**

☆۳۔ **رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج**

☆۴۔ **رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقف وَاغْفِرْ لَنَا وقف وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۔** ﴿۴﴾

﴿۱﴾ المنہاج السوی من الاحادیث النبوی ص ۲۷۳: ۴/۳۳۰
﴿۲﴾ المنہاج السوی من الاحادیث النبوی ص ۲۷۳: ۵/۳۳۱
﴿۳﴾ الفاتحہ ۱: ۴
﴿۴﴾ البقرہ ۲: ۲۸۶

اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے، تو ہماری گرفت نہ فرما۔

اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بھاری بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا۔

اے ہمارے رب! ہم پر ان احکام کا بوجھ نہ ڈالنا جن کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہمیں معاف فرما۔

اور ہمیں بخش دے، اور ہم پر رحم فرما، تو ہمارا مالک ہے، تو کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما۔

☆۵۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔〈۱〉

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرما، اور آخرت میں (بھی) بھلائی سے نواز، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

☆۶۔ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔〈۲〉

اے ہمارے پروردگار! ہم پر صبر میں وسعت ارزانی فرما اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہمیں کافروں پر غلبہ عطا فرما۔

☆۷۔ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ

〈۱〉البقرہ ۲: ۲۰۱۔

〈۲〉البقرۃ ۲: ۲۵۰۔

الْاَبْرَارِ۔〈۱〉

اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری خطاؤں کو ہمارے (نوشتۂ اعمال) سے محو فرما دے اور ہمیں نیک لوگوں کی سنگت میں موت عطا فرما دے۔

☆۸۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔〈۲〉

(یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں اللہ کو پکارا) تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تیری ذات پاک ہے، بے شک میں ہی (اپنی جان پر) زیادتی کرنے والوں میں سے تھا۔

☆۹۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔〈۳〉

اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرما، اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے۔

☆۱۰۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔〈۴〉

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا اور ہم پر رحم (نہ) فرمایا، تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے،

☆۱۱۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى

〈۱〉آل عمران ۳: ۱۹۳ 〈۲〉الانبیاء ۲۱: ۸۷۔

〈۳〉الفرقان ۲۵: ۷۴۔ 〈۴〉الاعراف ۷: ۲۳۔

رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۔〈۱〉

(سواری کی نشت پر بیٹھ جاؤ تو یہ کہو) وہ ذات جس نے اس کو ہمارے تابع کر دیا حالانکہ ہم اسے قابو میں نہیں لا سکتے تھے، اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ☆☆☆☆☆

〈ب〉

مسنون دعائیں

طہارت و پاکیزگی حاصل کرنا نہ صرف نفاستِ طبع کا تقاضا ہے، بلکہ اسلام اور بانیٔ اسلام ﷺ کی اتباع ہے۔ آپ ﷺ کی طبعِ مبارک نفاست وطہارت کی اعلیٰ مثال ہے۔ آپ ﷺ نے زندگی کے ہر معاملے میں اپنی سنت قائم فرمائی ہے، تاکہ اُمتِ مسلمہ مسنون اور خیر و عافیت سے معمور زندگی بسر کرے اور اُمت کو اپنے معظم ومکرّم نبی اور ربِ کائنات کے محبوب ﷺ کی سنت ادا کرنے کا ثواب ملے۔ خدا تعالیٰ کی محبوبیّت کا شرف حاصل ہو، اور طہارت کا طبعی تقاضا پورا ہونے کی وجہ سے طبیعتیں ہشاش بشاش ہو جائیں اور کئی مہلک بیماریوں سے بچ بھی جائیں۔

مسنون دعاؤں کی تعداد بے شمار ہے، ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دستِ سوال دراز کرنے کا سنت طریقہ موجود ہے۔ وہ کلمات بھی کتبِ احادیث میں محفوظ ہیں، ان میں سے چند ایک جن کی قبلہ **الشاہ محمد ظہور الحق** نوّر اللہ مرقدہٗ (م۔۱۹۸۴ء) پابندی فرمایا کرتے تھے، وہ درج ذیل ہیں۔

〈۱〉 الزخرف ۴۳:۱۳

بیت الخلا جانے کی دعا وہ پڑھتے تھے جو حضرت انس؄ سے مروی ہے:

☆۱۔ **بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔**〈۱〉

اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ (بیتُ الخلا میں داخل ہوتا ہوں) اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں، ناپاک جنوں اور جنیوں (جن کی مؤنث) سے۔

☆۲۔ جب آپ بیتُ الخلا سے باہر آتے تو وہ دعا پڑھتے جو حضرت عائشہ صدّیقہ (م۔۵۸ھ) رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

غُفْرَانَکَ۔ 〈۲〉

اِلٰہی میں آپ سے بخشش چاہتا ہوں۔

یا جب نبی پاک صاحبِ لولاک ﷺ جائے ضرورت سے باہر تشریف لاتے تو کبھی وہ دعا بھی پڑھتے تھے، جو حضرت انس؄ (م۔۹۳ھ) سے مروی ہے:

☆۳۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔** 〈۳〉

تمام تعریفیں اس اللہ کریم کے لیے ہیں جس نے مجھے اذیّت سے نجات عطا کی ہے، اور مجھے آرام عطا فرمایا ہے۔

جب چھینک آتی تو اپنے رب کی بارگاہ میں وہ عرض کرتے جو حضرت ابو ہریرہ؄ (م۔۵۹ھ) سے مروی ہے۔

☆۴۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔** 〈۴〉

〈۱〉 مشکوٰۃ، باب الآداب الخلا۔

〈۲〉 مشکوٰۃ، باب الاداب الخلا۔

〈۳〉 مشکوٰۃ، باب الآداب الخلا۔

〈۴〉 مشکوٰۃ، باب العطاس والتثائب۔

تمام تعریفیں اللہ جلّ وعلا کے لیے ہیں۔

سننے والا کہے:

☆۵۔ **یَرْحَمُکَ اللّٰہُ**

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔

اور پھر جس کو چھینک آئے تو وہ کہے:

☆۶۔ **یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ ۔**

اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت عطا فرمائے اور تمہاری حالت درست رکھے۔

جب کوئی چیز کھاتے یا پیتے تو وہ دعا پڑھتے جو کثیر صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اُمّہات المؤمنین سے مروی ہے:

☆۷۔ **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔**(۱)

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت بڑا مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

☆۸۔ یا آپ یہ دعا پڑھتے:

بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ (۲)

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں وہ کھانے پر اپنی برکتیں عطا فرمائے،

☆۹۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد اللہ معطی کی بارگاہ میں وہ دعا عرض کرتے تھے، جو میزبانِ رسول ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ (م۔۴۹ یا ۵۰ھ جہادِ قسطنطنیہ، مزارِ پُر انوار شہر استنبول کی فصیل کے پاس ترکی میں ہے) سے روایت ہے:

---

(۱) مشکوٰۃ باب الاطعمۃ

(۲) مستدرک حاکم ص: ۴/۱۰۷

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔(۱)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، اور پلایا، اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا۔

☆۱۰۔ جب کسی کے ہاں مہمان ہوتے تو اس دعا میں وُسعت فرماتے، صاحبِ خانہ کو اور تیار کرنے والوں کو بھی دعا میں شامل فرما لیتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنَا وَاسْقِ مَنْ سَقَانَا ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاٰکِلِہٖ وَمُوْکِلِہٖ. وَلِمَنْ اَعَانَ فِیْہِ ۔(۲)

اے اللہ کریم! تو اس کو کھلا جس نے ہمیں کھلایا ہے، اور تو اس کو پلا جس نے ہمیں پلایا ہے، اے اللہ! تو کھانے والوں کو اور کھلانے والوں کی بخشش فرما دے، اور جس نے اس کی مدد کی ہے (اس کی بھی بخشش فرما دے)

☆۱۱۔ جب آپ دودھ پیتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ ۔(۳)

(باختلافِ کلمات ابوداؤد)

اے اللہ! تو ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما اور اس کو مزید زیادہ فرما دے۔

☆۱۲۔ جب آپ گھر سے روانہ ہوتے تو وہ دعا پڑھتے جو ابوداؤد اور ترمذی میں

---

(۱) مشکوٰۃ کتاب الاطعمۃ

(۲) صحیح مسلم شریف ۳/۱۲۶

(۳) مشکوٰۃ باب الاشربۃ

بھی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔〈۱〉

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، میں نے اللہ پر بھروسہ کیا، نیکی کرنے کی توفیق اور برائی سے بچنے کی طاقت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

☆۱۳۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ ۔〈۲〉**

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے وہ چیز پہنائی جس کے ساتھ میں اپنے ستر کو چھپا سکوں اور اس سے میں اپنی زینت حاصل کروں۔

☆۱۴۔ جب آپ مسجد میں داخل ہوتے تو وہ دعا پڑھتے جو حضرت فاطمۃ الزّہرا (م۔۱۱ھ، مدفن جنت البقیع) رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ ۔〈۳〉

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، درود وسلام ہوں اللہ کے رسول ﷺ پر۔ اے میرے پروردگار! میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

☆۱۵۔ جب وضو فرماتے تو اثنائے وضو یہ دعا پڑھتے:

〈۱〉 مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات

〈۲〉 مشکوٰۃ کتاب اللباس

〈۳〉 مشکوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ ۔〈۱〉

اے اللہ جلّ وعلا! تو میرے گناہ بخش دے، اور میرے لیے میرا گھر کشادہ فرمادے، اور میرے لیے میرے رزق میں برکت عطا فرمادے۔

☆۱۶۔ جب آپ وضو فرماتے تو وہ دعا پڑھتے جو حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم عمر بن خطاب (م۔۲۳ھ) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

الف: **اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔〈۲〉**

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

☆۱۷۔ **ب: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ۔〈۳〉**

اے اللہ جلّ جلالہٗ! مجھے کثرت سے توبہ کرنے والا بنادے، اور مجھے پاکیزگی اختیار کرنے والا بنادے۔

☆۱۸۔ **ج۔ سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ**

〈۱〉 کتاب الاذکار ص: ۱۵

〈۲〉 مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ

〈۳〉 ترمذی ص: ۱/۹ : زاد المعاد۔ ص ۴۹/ج ۱

اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ ۔〈۱〉

اے اللہ کریم! تو پاک ہے، اور تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں تجھ سے گناہوں کی معافی طلب کرتا ہوں اور میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

☆۱۹، جب آپ سونے لگتے تو وہ دعا پڑھتے جو حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاُحْیٰ ۔〈۲〉

اے اللہ جلّ جلالہٗ! میں تیرے نام سے سوتا ہوں، (مرتا ہوں، یعنی نیند موت کی بہن ہے) اور صبح کو بیدار ہوں گا۔

☆۲۰۔ جب آپ بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے جو حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ ۔〈۳〉

تمام تعریفیں اس جلّ جلالہٗ کے لیے ہیں، جس نے ہمیں زندہ کیا، (بیدار کیا) مارنے (سونے) کے بعد اور پلٹ کر اسی کی طرف جانا ہے۔

☆۲۱۔ اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَۃِ ۔〈۴〉

〈۱〉 مجمع الزوائد ص: ۲۳۹/ج ۱

〈۲〉 مشکوٰۃ باب ما یقول عند الصباح والمساء والمنام

〈۳〉 مشکوٰۃ باب ما یقول عند الصباح والمساء والمنام

〈۴〉 مسند امام احمد بن حنبل ص: ۱۸۱/ ۴

اے اللہ کریم! تمام کاموں میں میرا انجام اچھا کردے، دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب سے ہمیں پناہ عطا فرما۔

☆۲۲۔ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ ۔〈۱〉

اے اللہ تعالیٰ! حلال روزی سے میری حاجتیں پوری فرما، حرام سے بچا کر، اور مجھے اپنے فضل سے اپنے سوا ہر ایک سے بے پرواہ کردے۔

حضرت انسؓ (م۔۹۳ھ) فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم ﷺ غزوۂ بدر کی بے قراری کے وقت یہ دعا فرماتے تھے۔

☆۲۳۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ ۔〈۲〉

اے بذاتِ خود زندہ! اے بذاتِ خود قائم! (اور دوسروں کو زندہ و قائم رکھنے والے) میں تیری رحمت سے مدد طلب کرتا ہوں۔

☆۲۴۔ ستاروں کو دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط〈۳〉

اے اللہ تعالیٰ! ہمارے پروردگار! تو نے اس کو بے کار پیدا نہیں فرمایا، تیرے لئے پاکیزگی ہے، پھر تو ہمیں دوزخ کی آگ سے بچالے۔

☆☆☆☆☆☆

〈۱〉 مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات

〈۲〉 مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات

〈۳〉 اٰل عمران ۳: ۱۹۱

آہ ! کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے
راہ تو ، رہرو بھی تو ، رہبر بھی تو ، منزل بھی تو
کانپتا ہے دل تیرا اندیشہء طوفاں سے کیا
ناخدا تو ، بحر تو ، کشتی بھی تو ، ساحل بھی تو
وائے نادانی! کہ تو محتاجِ ساقی ہو گیا
مے بھی تو ، مینا بھی تو ، ساقی بھی تو ، محفل بھی تو
(اقبالؒ)

﴿ج﴾ دعائیہ اشعار

مذکورہ بالا دعاؤں کے علاوہ قبلہ ابا جی (**الشاہ محمد ظہور الحق** م۔۱۹۸۴ء) نوّرَ اللہُ مرقدہٗ کبھی کبھی درج ذیل اشعار بھی دعائیہ اور مناجات کے انداز میں پڑھتے تھے، فارسی کی درج ذیل رباعی بطور خاص پڑھتے تھے:

رباعی

یا رب ! کشا برمَن درہائے بستہ را
محتاجِ غیراں نہ کنی مَن شکستہ را
کس نیست در جہاں کہ کند نازِ من قبول
یارب! قبول ساز ، من ناقبول را

اے اللہ! مجھ پر تمام بند دروازے کھول دے، اس شکستہ حال کو اپنے سوا کسی کا محتاج نہ کر، دنیا میں کوئی نہیں جو میرے ناز قبول کرے، اے میرے رب! مجھ جیسے نامنظور کو تو ہی قبول فرمالے۔

ایک فارسی رباعی جو آپ کئی بار دعا میں پڑھتے تھے، وہ یہ ہے:

الٰہی بحقِ بنی فاطمہ — کہ برقولِ ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی بر قبول — منم دست و دامانِ آلِ رسول ﴿شیخ سعدیؒ﴾

اے اللہ تعالیٰ ! حضرت فاطمۃ الزہرا (م۔۱۱ھ سلام اللہ علیہا) کی اولادِ مطہرہ کے واسطے سے تیری بارگاہ میں عرض کرتا ہوں کہ تو میری زندگی کا خاتمہ ایمان کے ساتھ فرما دینا، اگر تو میری دعا کو (گناہوں کی کثرت اور شامتِ اعمال کی وجہ سے) قبول کرنے سے انکار کر دے تو میرے ہاتھ میں آلِ رسول ﷺ کا پاک

☆۱۰۔ ان تمام وظائف کے مؤثر ہونے کے لئے رزقِ حلال سالک کے لئے کیمیاء کا درجہ رکھتا ہے۔

اورادووظائف کے بعد بالعموم دعا کی جاتی ہے، جس کے بارے میں درج ذیل سطور کو پڑھنا اور اپنی دعا پر غور کرنا بیسیوں سوالات اور عدمِ قبولیّت کی شکایات کے جوابات کے لیے کافی ہیں، حضرت ابراہیم بن نصر کرمانیؒ یکے از ابدال ہیں، وہ بیان کرتے ہیں، دس وجوہات کی بنا پر لوگوں کی دعا (بالکل اسی طرح) قبول نہیں ہوتی، (جس طرح وہ دعا کی قبولیّت چاہتے ہیں۔)

☆۱۔ اللہ کا اقرار کرتے ہیں اس کا حکم نہیں مانتے۔

☆۲۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی سنت کی اتباع نہیں کرتے۔

☆۳۔ قرآن مجید پڑھتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے۔

☆۴۔ جنت کو پسند کرتے ہیں اور اس کے راستے پر نہیں چلتے۔

☆۵۔ جہنم کو ناپسند کرتے ہیں اور اس کے راستے پر دھکم پیل کرتے ہیں۔

☆۶۔ ابلیس کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور اس کی موافقت کرتے ہیں۔

☆۷۔ لوگوں کو دفن کرتے ہیں اور اپنی موت کو یاد نہیں کرتے۔

☆۸۔ اپنے بھائیوں کے عیوب تلاش کرتے ہیں اور اپنے عیوب نہیں دیکھتے۔

☆۹۔ مال جمع کرتے ہیں اور حساب کے دن کو یاد نہیں رکھتے۔

☆۱۰۔ قبریں کھودتے ہیں، پھر بھی عالیشان محل بناتے ہیں۔(۱)

’’ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے‘‘ کے مصداق ہی صوفیائے کرام اور

---

(۱) تبیان القرآن ص:۷۳۶/ ج۱، علامہ غلام رسول سعیدی، فرید بکسٹال، لاہور۔

صلحائے اُمتِ مسلمہ کے احوال و واقعات، قلبی کیفیّات اور باطنی واردات صفحۂ قرطاس پر منتقل کی جاتی ہیں، اس طرح نہ صرف ماضی کے بزرگوں سے ایک روحانی نسبت قائم ہو جاتی ہے، بلکہ ان کے حالاتِ زندگی کے مطالعہ سے صحبتِ صالحہ کے حصول کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے، ان کے مطالعہ سے ایسی تڑپ پیدا ہو جاتی ہے، جس سے انسان نیک و پاکباز لوگوں کی صحبت وسنگت کا متلاشی ہو جاتا ہے، یہ ایک مسلمہ حقیقت بھی ہے کہ جب خوب پیاس لگ جائے اور ہونٹ خشک ہونے لگیں تو انسان جلد یا بدیر پانی کی تلاش کر ہی لیتا ہے۔

اس اَمر سے کسی کو مجالِ انکار نہیں کہ یہ پُر نور شخصیّات اور نفوسِ قدسیّہ فیضِ الٰہی کے چشمے ہیں، یہ حفاظتِ ایمان کے قلعے ہیں، یہ شرابِ توحید کے گھاٹ ہیں، یہ ہدایت کے آفتاب و ماہتاب ہیں، یہ اللہ کریم کی قربت کا باعث ہیں، یہ رسولِ مقبول، نبی مکرّم، شفیع المذنبین، رحمۃ للعلمین، حضرت مُحمّد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع کے کامل نمونے ہیں، یہ علم وعرفان کا منبع ہیں، خدا تعالیٰ ہمیں ان کی صحبت، سنگت، محبت اور اتباعِ کاملہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ سیّدِ الْمُرْسَلِیْن و طٰہٰ و یٰس ﷺ

وَبِحُرْمَةِ اَوْلِيَاءِ الْكَامِلِيْنَ ۔وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم

درودِ خضری

صَلَّ اللّٰهُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

☆ ہر حاجت کے لئے اَن گنت بار یہ درود شریف پڑھیں۔

☆ سو(۱۰۰) بار یہ درود شریف پڑھ کر دعا کریں ان شاء اللہ قبول ہوگی۔

☆ پانچ سو(۵۰۰) مرتبہ روزانہ پڑھنے سے رزق کی محتاجی ختم ہوگی۔

☆ ایک ہزار(۱۰۰۰) بار روزانہ پڑھنے سے موت سے پہلے حرمین شریفین کی یا سرکارِ دو عالم ﷺ کی اِن شاءَ اللہ زیارت ہوگی۔

﴿ باب سوم ﴾

خانقاہِ چشتیہ صابریہ سراجیّہ کے مُقتدر

خلفائے کرام



1960ء میں قبلہ حضرت میاں شیر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شیخ طریقت اور اہل محبت کے درمیان جلوہ گر ہیں
شیخ المشائخ قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چک نمبر 656/7 پچھانہ میں مریدین کے درمیان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَهُوَ الَّذِیۡ جَعَلَكُمۡ خَلٰٓئِفَ الۡاَرۡضِ
وَرَفَعَ بَعۡضَكُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ
دَرَجٰتٍ لِّیَبۡلُوَكُمۡ فِیۡ
مَآ اٰتٰكُمۡ ؕ الانعام ۶: ۱۶۵

اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں نائب بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجات میں بلند کیا تا کہ وہ ان (چیزوں) میں تمہیں آزمائے جو اس نے تمہیں (امانتاً) عطا کر رکھی ہیں۔



مرکزی جامع مسجد سراجیہ ظہور ہال فیصل آباد کا اندرونی منظر



مرکزی جماعتِ سراجیہ میں ظہور ہال کا اندرونی منظر

صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سر بجیب ، ایک کلیم سر بکف !
مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لَا تَخَف
خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

(حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبالؒ)

خانقاہ چشتیہ صابریہ سراجیہ کے مُقتدر

خلفائے کرام

اس باب میں خانقاہِ چشتیہ صابریہ سراجیہ کے اُن مقتدر اور ذی احترام خلفائے کرام کا ذکر کیا جانے والا ہے، جنہوں نے برصغیر میں بالخصوص اور پاکستان کی سرزمین میں بالعموم گرانقدر دینی و مذہبی، نظری و فکری، علمی و تبلیغی، اخلاقی و اصلاحی خدمات سرانجام دی ہیں، اور انسانی ہمدردی کے تحت دکھی اور درد کی ٹیسوں سے بلکتی ہوئی انسانیّت کے زخموں پر مرہم رکھا ہے، نابیناؤں کی آنکھوں کے آپریشن کا مسئلہ ہو یا فالج زدہ جسموں کا علاج، دم اور دعا کے ذریعے باری تعالیٰ کی بارگاہ میں صحت یابی کی درخواست کرنی ہو، یا جسموں کے دکھوں کی دوا، باطنی و روحانی پریشان حال لوگوں کی رہنمائی کرنی ہو، یا جاہل اور اَن پڑھ قوم کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنا ہو، دینی و مذہبی تعلیم دے کر اپنی اور انسانی معاشرے کی عاقبت سنوارنے کا مسئلہ ہو، یا فکرِ آخرت دینے کی بات ہو، الغرض مشکل کوئی بھی ہو تاریخِ انسانی ان درویش و خدامست افراد کی خدمات کو فراموش نہیں کرسکتی۔

سراجُ السالکین، شیخُ المشائخ، قبلۂِ عالم **الشاہ محمد سراج الحق نوّر اللہُ مرقدہ**، (م۔۱۹۳۲ء) کی طرح ان کے جانشیں اور وارثِ مسندِ سراجیہ، زبدۃُ العافین، قبلہ **الشاہ محمد ظہور الحق قُدّسَ سِرُّہ، العزیز** (م۔۱۹۸۴ء) نے انسانیّت کی بھلائی کے لئے کسی پس و پیش اور لیت و لعل سے کام نہیں لیا۔ اُمید ہے آپ گزشتہ ابواب میں مطالعہ فرما چکے ہوں گے، ان کی سیرت کے احوال میں خانقاہی اور علمی خدمات کا تفصیلی تذکرہ گذر چکا ہے، ان نقوش ہائے مبارکہ

کی اتباع کرتے ہوئے آپ کے خلفائے کرام نے بھی اس خدمت کو دینی جذبے سے سرشار ہو کر جاری رکھا ہے۔ ان صاحبِ عظمت خلفائے کرام کی خدمات سے آشنا ہونے سے قبل یہ معلوم کر لینا ضروری خیال کیا جاتا ہے، کہ خلافت کیا ہے؟ اس کا اسلامی تصوّر کیا ہے؟ یہ کہاں سے شروع ہوئی؟ اور اس کی ذِمّہ داریاں کیا ہیں؟ یہ سب باتیں ذہن نشین کر کے اس مضمون کو پڑھیں گے تو ان شاء اللہ زیادہ فائدہ ہوگا۔

خلافت کیا ہے؟

خلیفہ کا لغوی معنیٰ ہے نائب، قائم مقام، جانشین، بعد میں آنے والا، شیخ یا اُستاد کا بیٹا بھی خلیفہ کہلاتا ہے۔ سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام کو **خَلِیْفَۃُ اللّٰہ** کہا جاتا ہے، دنیا میں حضرت آدم علیٰ نبیّنا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے خلیفہ ہیں، یہ عظیم المرتبت منصب یقیناً اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بطور کرامت و شرافت اور تمام مخلوقات پر عزت افزائی کے لئے عطا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کو اپنا نائب و قائم مقام اور جانشین بنانے کی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ وہ فوت ہونے، غائب ہونے، کہیں آنے یا جانے، کسی کام کو سرانجام دینے میں ہر قسم کے نقص اور کمزوری سے پاک ہے، اس کے ہاں کسی تھکاوٹ اور اکتاہٹ کا بھی کوئی دخل نہیں ہے:

☆ **وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا** ج(۱)

اور اس پر ان دونوں (یعنی زمین و آسمان) کی حفاظت ہرگز دشوار نہیں۔

لہٰذا اس نے محض انسان کی عزت افزائی اور فرشتوں کے سامنے انسان کے مقام و مرتبے کو واضح کرنے کے لئے اس کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔

قرآن پاک میں ہے، اللہ کریم جلّ وعلا نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں

---

(۱) **البقرہ ۲:۲۵۵**

زمین میں اپنا خلیفہ یعنی نائب مقرر کرنے والا ہوں۔

لفظِ خلیفہ قرآن میں

یہ کلمہ خلیفہ، خلائف اور خلفاء قرآن پاک میں نو (۹) بار استعمال ہوا ہے، کچھ مقامات یہ ہیں:

☆ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۔〈۱〉

اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

☆ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ 〈۲〉

اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں (اپنا) نائب بنایا۔

☆ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ 〈۳〉

اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں نائب بنایا۔

☆ وَاذْکُرُوْٓا اِذْ جَعَلَکُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ 〈۴〉

اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قومِ نوح کے بعد (زمین پر) جانشین بنایا۔

خلافتِ راشدہ

حدیثِ پاک کے مطابق آپ ﷺ کے وصالِ ظاہری کے بعد تیس سال تک خلافت رہی، بالترتیب پہلے خلیفہ امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ

〈۱〉 البقرۃ ۲: ۳۰
〈۲〉 ص ۳۸: ۲۶
〈۳〉 الانعام ۶: ۱۶۵
〈۴〉 الاعراف ۷: ۶۹

عنہ (م۔۱۳ھ) ہیں، دوسرے خلیفہ امیر المؤمنین سیّدنا فاروقِ اعظم عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ (م۔۲۳ھ) تیسرے خلیفہ امیر المؤمنین سیّدنا ذوالنورین عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ (م۔۳۵ھ) چوتھے خلفیہ امیر المؤمنین سیّدنا علی المرتضیٰ کرّم اللہُ وجہہٗ (م۔۴۰ھ) پانچویں خلیفہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ (م۔۵۰ھ) کی چھ (۶) ماہ کی خلافت شامل کر کے خلافت کے تیس سال مکمل ہوتے ہیں، یہ خلافتِ راشدہ اور کاملہ ہے، خلافت پھر امارت وملوکیت میں تبدیل ہوگئی۔

خلافت صوفیاء میں

تزکیۂ نفس کے عمل کو جاری رکھنے کے لئے یہ خلافت بطور روحانی امانت آگے منتقل ہونے لگی، اللہ کریم نے تصفیۂ باطن کے اس عمل کو صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کے ذریعے تواتر کے ساتھ قائم رکھا، تمام سلاسل صوفیاء میں یہ خلافت بلا انقطاع جاری ہے، جس طرح انسان کے روحانی ارتقاء کے لئے بیعت (یعنی مرید ہونا) کی سنّت برقرار ہے، اسی طرح صوفیائے کرام کے تمام سلاسل میں خلافت کا سلسلہ بھی بدستور قائم ہے۔ دیگر شرائطِ بیعت کے ساتھ یہ بھی ایک شرط ہے کہ شیخ کا روحانی سلسلہ کہیں منقطع نہ ہو، وہ شیخ در شیخ بغیر کسی انقطاع کے نبی پاک ﷺ تک جاتا ہو، وہ شیخ طریقت شریعتِ مطہرہ یعنی قانونِ اسلامیہ کا پابند ہو۔

تمام سلاسلِ صوفیائے کرام یعنی سلسلۂ عالیہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، اویسیہ اور قلندریہ میں خلافت کا سلسلہ جاری ہے، شیخِ طریقت دنیا سے پردہ فرمانے سے قبل اس روحانی امانت کو اور صوفیائے کرام سے وصول ہونے والی دیگر امانتوں کو اپنی حیات میں ہی منتقل کر کے جاتے ہیں، اپنی زندگی میں بعض صوفیاء کرام نے بیسیوں اور سینکڑوں لوگوں کی روحانی تربیت فرما کر یہ باطنی امانت ان

کے سپرد کی، ان کی محنتوں سے فیضِ سلسلہ آگے منتقل ہوتا رہا ہے، یا شیخ طریقت داعیٔ اَجل کو لبیک کہتے ہوئے وصیّت فرمادیتے ہیں کہ میرے بعد یہ امانتیں فلاں کو پہنچا دینا، جس میں بالعموم خرقۂ خلافت، تسبیح، عصا، دستار یا ٹوپی، جائے نماز، قرآن مجید، اور دیگر وظائف شامل ہوتے ہیں۔

خلافت کے حقدار شیخِ طریقت کی تربیّت یافتہ اولاد بھی ہوسکتی ہے، اور دیگر خادمین، تربیّت یافتہ تلامذہ اور شاگردوں میں سے کوئی اہلیّت رکھتا ہو تو اس کو بھی خلافت منتقل کردی جاتی ہے، اپنے عزیز واقارب میں سے اگر شیخ طریقت کو کسی کی تربیّت کرنے کا موقع ملا ہو تو اس روحانی امانت کو اس کے سپرد کردینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ کبھی ایسا بھی ممکن ہے کہ شیخ پر تمام زندگی بے نیازی غالب رہی، یہ امانت سپرد کرنے کا کبھی خیال ہی نہیں کیا، یادِ خدا میں ہی مست و دم بخود رہے، شیخ کی دورانِ سفر طبیعت اچانک زیادہ خراب ہوئی تو وصال پُر ملال کے آثار نظر آنے لگے، تو اس شیخ طریقت نے قربِ وصال راہ جاتے کسی شخص کو یہ امانت سپرد کی، اس کو دینی وروحانی اذکار و وظائف کی وصیّت فرمائی، ضروری ہدایات دے کر اس کو اللہ کریم کے سپرد فرمایا، اس کے لئے علم کی دعا فرما کر اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کردی۔

بہر کیف یہ روحانی امانت آگے منتقل کرنا یہ صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کا اُسلوب قرآن وسنّت کی اتباع ہے، قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا (۱)

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے امانتیں انہیں کے سپرد کرو جو ان کے اَہل ہیں۔

(۱) النساء ۴: ۵۸

صاحبِ نور العرفان اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امانت خواہ مال کی ہو یا اعمال کی، علم کی ہو یا اَسرارِ الٰہی کی جو اس کے اَہل ہوں انہیں کے سپرد کی جاوے۔(۱)

خلیفہ (شیخ طریقت) کی ذِمّہ داریاں

یہ بات یاد رہے کہ یہ روحانی خلافت مال ودولت کی طرح وارثت نہیں ہے کہ خواہ مخواہ ملے گی، یہ امانت اور بہت بڑی ذِمّہ داری ہے، یہ صرف اہلیّت کی بنیاد پر عنایت فرمائی جاتی ہے، یہ اہلیّت وہبی بھی ہوتی ہے اور کسبی بھی، لیکن اندازِ تربیّت میں فرق ہوتا ہے، کبھی خلافت عنایت فرمانے سے پہلے تربیّت کردی جاتی ہے اور کبھی یہ بوجھ پڑنے کے بعد شیخ کو احساس ہوتا ہے تو وہ کسی کامل سے تربیّت حاصل کرے۔ پہلے تو اپنے فرائض کو پابندی اور دل جمی سے ادا کرنا اس کا اہم ترین تقاضا ہے، بعد ازیں اپنے مریدین ومتوسّلین اور متعلقین ومُحبّین کو دینی ومذہبی، روحانی واخلاقی اور علمی وعملی فرائض کی نشاندہی کرنا، ان کی ظاہری اور باطنی مشکلات کا حل عطا فرمانا، ان کی مشکل کشائی کرنا اور ان کو اپنے خالق کے جوارِ رحمت تک رسائی حاصل کرنے والا بنا دینا دراصل روحانی شیخ طریقت کا منصبی تقاضا اور گراں قدر ذمہ داری ہے۔

درج ذیل سطور میں چندان باکمال اشخاص کا ذکر کیا جانے والا ہے جو سراجُ السالکین حضرت **الشاہ محمد سراج الحق چشتی صابری نوّر اللّٰہ مَرقَدہٗ** (م۔۱۹۳۲ء) کی زیرِ تربیّت رہے یا پھر ان کو شیخ المشائخ حضرت **الشاہ محمد ظہورُ الحق قُدّس سرّہٗ العزیز** (م۔۱۹۸۴ء) نے اپنی زیرِ تربیّت رکھ کر درجۂ کمال تک پہنچایا، ان کی علمی وعملی تربیّت فرمائی، ان میں اوصاف

(۱) کنز الایمان تفسیر نور العرفان، از مفتی احمد یار خان نعیمی، پیر بھائی کمپنی لاہور۔

حمیدہ پیدا فرمائے، رطب ویابس سے بچنے کا سبق دل کی تختی پر رقم کر دیا، میانہ روی ان میں کوٹ کوٹ کر بھر دی تو خلافت کی ذِمّہ داری عنایت فرمائی ہے، اختصار کے ساتھ ان کے احوال وواقعاتِ زندگی تحریر کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ صاحبزادہ الشاہ محمد منصورُ الحق ؒ چشتی

☆الف۔ ولادت اور عملی زندگی کا آغاز

شیخ المشائخ حضرت الشاہ محمد ظہور الحق نوَّرَ اللہُ مرقدہٗ کے سب سے بڑے صاحبزادے محمد منصور الحق شاہ تھے، جو ۱۹۲۴ء میں گورداس پور میں پیدا ہوئے، روحانی اور مذہبی ماحول میں آنکھ کھولی، اطراف واکناف سے صبح وشام کانوں میں **اللّٰہ ھو۔ اللّٰہ ھو** کی صدائیں سنائی دیتی تھیں، دینی تعلیم کے ساتھ سکول کی تعلیم حاصل کی، ایف اے (FA) کیا، دورانِ ملازمت بی اے (BA) کر لیا، تخلیقِ پاکستان کے ساتھ ہی آپ اپنے دیگر افرادِ خانہ کے ساتھ راولپنڈی میں مقیم ہوئے اور پاکستان میں محکمۂ اطلاعات ونشریات میں ملازمت اختیار کر لی۔

☆ب۔ تدریسی زندگی

۱۹۶۵ء میں ملازمت کو خیر آباد کہہ کر لائل پور (فیصل آباد) میں تشریف لائے، صابریہ سراجیہ ہائی سکول نمبر ۱ میں بطور صدر معلّم تدریس کا آغاز کر دیا، آپ کے ہی دور میں تعلیمی اداروں کو قومی تحویل میں لیا گیا، لیکن آپ ریٹائرمنٹ یعنی ۳۰ جولائی ۱۹۸۱ء تک اسی شعبہ کے ساتھ وابستہ رہے۔ آپ ایک کامیاب، مخلص، بے لوث، محنتی اور روحِ تعلیم سے آشنا اُستاد تھے، یہی سپرٹ اور جذبہ اپنے طلبا میں کوٹ کوٹ کر بھر دیتے تھے، سبق پڑھاتے ہوئے یوں محسوس ہوتا تھا کہ بچوں کے دلوں و دماغ پر دستک دے رہے ہیں، ان کے زیرِ نگرانی اس سکول میں تعلیم تلاشِ معاش

کے لئے فقط نہیں بلکہ قومی اور اسلامی ارتقاء میں مقدور بھر حصہ ڈالنے کی غرض سے تعلیم دی اور حاصل کی جاتی تھی، جس میں وہ کسی بخل سے کام نہیں لیتے تھے۔

☆ج۔ روحانی زندگی

ذکر وفکر کی طرف بھی ان کا رجحان بہت تھا، صبح ومسا اور آستانہ عالیہ کے عروس پر جب خصوصی مجلس ذکر منعقد ہوتی تو دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ صاحبزادہ حضرت میاں محمد منصور الحق شاہؒ دیوانہ وار ذکر کرتے تھے، اور اسی طرح ذکر کرنے کی تلقین کرتے تھے، دیکھنے والا ذاکر کو اللہ کے ذکر میں دیوانہ خیال کرے، اِنہماک ذکر اس حد تک ہوتا تھا، کہ ان کو دورانِ ذکر آس پاس کی کوئی خبر نہیں ہوتی تھی، یوں محسوس ہوتا تھا کہ جس کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ مولائے کائنات خود ذاکر کے سامنے ہے۔

میاں صاحب طبعی اعتبار سے نہایت سادگی کا پیکر تھے، معصومیّت ان کے چہرے سے عیاں ہوتی تھی، صاف ستھرا مزاج ہونے کی وجہ سے ہر دلعزیز شخصیّت کے مالک تھے، کسی کا دل نہیں دکھاتے تھے، ان کی عمدہ صفات میں یہ بھی داخل تھا کہ وہ کسی قسم کی ہیرا پھیری نہ کرتے تھے اور نہ ہی کسی ہیرا پھیری کرنے والے کو پسند کرتے تھے، غلط بیانی سے سخت نفرت تھی، اپنے فرائض منصبی کو دیانت داری اور محنت سے ادا کرتے تھے، ہر محنتی شخص سے دلی محبت رکھتے تھے، اور اس کے ساتھ ہر ممکن تعاون کرتے تھے، ایک بار ان کو ملنے سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ جس طرح وہ دیرینہ واقف ہیں، جس طرح وہ ایک محنتی اور شفیق معلم تھے اسی طرح وہ انسانیّت کے باوفا، مخلص اور قریبی دوست بھی تھے۔

☆د۔ متانت اور آخری دیدار

اگرچہ آپ کی طبیعت میں جلال اور جمال کے دونوں رنگ نمایاں تھے، مگر

دل میں بات نہیں رکھتے ،فطرتی خوش مزاجی کی وجہ سے بہت جلد گھل مل جاتے تھے، اپنی زبان، ہاتھ اور قلم سے کسی کا نقصان نہیں کرتے تھے، دردِ دل رکھنے کے ساتھ گہری سوچ کے مالک تھے، حیاتِ مستعار کے آخری ماہ وسال میں آپ پر گہری سنجیدگی اور متانت نمایاں تھی، زیادہ تر سکوت فرماتے تھے، معاملاتِ حیات سے مستغنی ہو گئے تھے، تعلیمی ریٹائرمنٹ کے بعد بچوں کی خواہش کے مطابق کراچی میں ہی سکونت اختیار کرلی، زندگی کی آخری سانس تک وہیں قیام کیا، بالآخر وہاں ۲۴ مئی ۱۹۸۸ء میں واصل بحق ہو گئے، آپ کو کراچی کے قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا، ہر سال مئی میں ان کے ایصالِ ثواب کی محفل آستانہ عالیہ صابریہ سراجیہ ظہور ہال فیصل آباد میں منعقد کی جاتی ہے۔

☆ذ۔ علم دوستی

یہ ان کی علم دوستی کی دلیل ہے کہ انہوں نے اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلوائی ہے ،اس مرحلے کو طے کرنے کے لئے ان کی اہلیہ محترمہ کا بھرپور تعاون حاصل رہا ہے، نامساعد حالات کا اُنہوں نے ڈٹ کر بہادرانہ مقابلہ کیا، یہاں تک کہ حالات کا رُخ مڑ گیا، اور بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوانے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کی تمام اولاد بڑی صالح ،نیک، انسانیت دوست، فرمانبردار اور والدین کی خدمت گزار ہے۔

☆ر۔ صاحبزادہ ڈاکٹر مسرور الحق شہزاد چشتی

جنہوں نے اپنی زندگی کے لئے میڈیکل کا شعبہ اختیار کیا، کراچی میں آنکھوں کے اعلیٰ ماہر ڈاکٹر ہیں، ان کی غریب پروری اور ہمدردانہ رویئے کا علاج کروا کرآنے والے تمام افراد معترف ہوتے ہیں۔ سالانہ عرس کے موقع پر بھی مریدین اور مریضوں کا آنکھوں کا فری علاج کرتے ہیں، اب ادارے کے نظم ونسق میں بھی

دلچسپی لیتے ہیں، امیرِ جماعتِ سراجیہ قبلہ الشاہ میاں محمد ضمیر الحق مدظلہ العالی نے ان کو سکولز کا ناظم اعلیٰ اور اپنا خلیفہ بھی منتخب فرما دیا ہے۔

☆ انجینئر خالد منصور ☆ نوید الحق ☆ توقیر الحق

یہ تینوں بھی اپنے اپنے شعبے میں بڑی دیانت داری، محنت اور خلوص سے فرائض منصبی سرانجام دے رہے ہیں، آپ کی چاروں دختران بھی اپنے اپنے گھروں میں پرسکون اور خوش حال عائلی زندگی بسر کر رہی ہیں۔

یقیناً اس اولاد کی نیک نامی میں والدین کی اعلیٰ تربیّت کا ہی اثر ہے، ان کے تمام نیک افعال کا ثواب والدین کی روح کو پہنچتا ہے، گویا ان کی طرف سے یہ نیک اولاد صدقۂ جاریہ ہے، جو ان کے لئے دعا کا ہاتھ بھی اٹھاتی ہے، خدمت خلق کر کے ہزاروں لوگوں کی دعاؤں کی مستحق بنتی ہے، ان کے نیک اعمال والدین کی نیکیوں میں اضافے کا بھی باعث بنتے ہیں اور مسلسل ان کی روح کی تسکین کا سامان بھی کر رہی ہے۔

۲۔ حضرت صوفی رستم علی (بابا اللہ ھو)

رستم علی بیسویں صدی (۱۹۰۱ تا ۱۹۱۰ء) کی پہلی دہائی میں پیدا ہوئے، بچپن سے طبیعت نیکی اور اچھائی کی طرف مائل تھی، خاموش رہنا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا، خود بچہ ہو کر عام بچوں کے ساتھ زیادہ میل جول اور فضول کھیل کود پسند نہ کرتے تھے، نہ ہی عام بچوں والی عادات وحرکات اپناتے تھے، میٹرک تک سکول کی تعلیم حاصل کی، ۱۹۲۲ء میں جے وی (JV) کیا، پرائمری سکول میں بچوں کو تعلیم دینے کا شعبہ اختیار کیا، لیکن دل میں شوق کسی اَن جانی چیز کا تھا، دل کے اس اضطراب کا مداوا اس وقت ہوا جب مالکُ الملک جلّ وعلا نے شیخ المشائخ، سراج السالکین حضرت

الشاہ محمد سراج الحق نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ (م۔۱۹۳۲ء) کے ساتھ ملاقات کروادی، دیکھتے ہی دل کے اَرمان پورے ہوگئے، رُستم علی نے دل ان کے قدموں پر نثار کردیا۔

☆الف۔ صحبتِ شیخ کا فیض

صوفی صاحب کے دل میں خدمتِ خلق کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، اُنہوں نے روزگار کے لئے عہدے کو قبول کرنے کی بجائے اہلِ دل کی جوتیاں سیدھی کرنے کو ترجیح دی، اہلُ اللہ کی کفش برداری پر زندگی کے ناز و نعم نثار کردیئے، پھر انہیں کی زبان کی پُر تاثیر گفتگو سے بے نمازی بھی نمازی بننے لگے، ذوقِ شب بیداری سے محروم آہِ سحر گاہی کی لذتوں سے آشنا ہونے لگے، جن کی دعا کے باعث بسترِ علالت پر رات بھر تارے گننے والے بے شمار مریض صحت یاب ہونے لگے، جن کی راتیں جائے نماز پر اشک افشانی کرتے ہوئے گزرتی تھی، کیف و سرور کی وادیوں میں گم ہونا جن کا مشغلۂ حیات تھا، **ھُو ھُو** کی پُرسوز آوازیں جن کے نہاں خانۂ باطن سے نکلتی تھیں، ان کو اہلِ شکر گڑھ چمنستانِ سراجیہ کے خوشہ چین اور جملہ متوسلین و متعلقین صوفی رُستم علی المعروف بابا اللہ ھُو والے کے نام سے جانتے ہیں۔

صوفی صاحبؒ نے اپنی حیاتِ مستعار کا اکثر حصہ حضور خواجۂ خواجگاں قبلۂ عالم الشاہ محمد سراج الحق نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کی کفش برداری میں بسر کردیا، سفر و حضر میں خدمت کا یہ انہماک اس قدر ہوتا تھا کہ چھ چھ (۶،۶) ماہ کا عرصہ بھی بیت جاتا تھا تو گھر کی یاد نہ ستاتی تھی، اگر اہل وعیال کی ملاقات کو دل مضطرب ہوتا بھی تو اسے ضبط کرنے پر بھی انہیں کمال حاصل تھا، اسی خدمت نے صوفی صاحب کو اپنے شیخ کا منظورِ نظر بنادیا، اپنے حال کے مطابق ان کی زبان کو درجۂ اُمر حاصل ہوگیا تھا، شکر گڑھ اور اس کے گردونواح میں اس کے اکثر اثرات دیکھنے کو مل جاتے ہیں۔

☆ب۔ تقویٰ و طہارت

لوگوں کی علمی پیاس آپ کے علم و حکمت کے جاری کردہ چشمۂ فیض سے بجھ رہی ہے، ذکرِ الٰہی اور طلبِ مولیٰ کی تشنگی ان کی قائم کردہ مجالسِ ذکر و فکر سے پوری ہو رہی تھیں، حضرت صوفی صاحب اس قدر تقوی شعار انسان تھے کہ بے نمازی مرد و زن کے ہاتھوں کا پکا ہوا کھانا تناول نہ فرماتے تھے، کھانے کی خوشبو سے محسوس فرمالیتے تھے کہ کھانا خوش دلی سے تیار کیا گیا ہے یا بد دلی سے۔

☆ج۔ دعا کی تاثیر

☆۱۔ آپ کی بہو ہیڈ مسٹریس تھی، سکول کی تعلیمی اور انتظامی ذِمہ داریوں کو پورا کرنے کی وجہ سے گھر میں دوپہر کے وقت موجود نہ ہوتی تھی، اس وجہ سے دوپہر کا کھانا تیار کرنے کی سعادت پروفیسر محمد خالد صاحب کی اہلیہ کو نصیب ہوتی تھی، یہ خادمہ ایک رمضان المبارک میں اپنڈیکس کی تکلیف میں مبتلا ہوگئیں، لاہور کے میو ہسپتال کے سرجن ڈاکٹر نے معمول کے مطابق اس کا علاج آپریشن سے تجویز کیا، پروفیسر صاحب نے صوفی صاحبؒ سے یہ کیفیتِ رنج و ملال بیان کی، صوفی صاحب نے دعا فرمائی اور فرمایا: کہ صدقہ کرو، چنانچہ صدقہ دے دیا گیا۔

پروفیسر صاحب کے بھائی جاوید اقبال ڈاکٹر تھے، انہوں نے میو ہسپتال لاہور کے سرجن ڈاکٹر صاحب سے مشورہ کر کے آپریشن کا وقت لے لیا، اور کہا کہ صرف دعاؤں سے کام نہ چلے گا بلکہ اب تو دواؤں سے کام بنے گا، آپریشن کروالو خیر ہوجائے گی، اتفاق سے عید الفطر کے دن تکلیف بڑھ گئی، آپریشن کے لئے چلنے سے قبل صوفی صاحب سے دعا کروانے گئے تو دعا کر کے آپ نے فرمایا: آپریشن کی ضرورت نہیں، لاہور جانا ہے تو چلے جاؤ، آپ کی مرضی۔ پروفیسر صاحب کہتے ہیں

ہم مریضہ کولاہور لے گئے۔

دورانِ سفر یہ خیال بار بار آتا رہا، کہ ڈاکٹر آپریشن لکھ رہے ہیں اور صوفی صاحبؒ اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کر رہے، الغرض لاہور پہنچ کر ڈاکٹر صاحب نے تمام رپورٹس دوبارہ ریفریش (Refresh) کروائیں، ہم سن کر حیران رہ گئے جب اس نے کہا، مریضہ کو واپس لے جاؤ، اس کو آپریشن کی ضرورت نہیں، یہ تو بالکل ٹھیک ہے، مریضہ بھی چہرے سے پُرمسرت نظر آرہی تھیں، روحانی معالج حضرت صوفی صاحبؒ کی دعا کی برکت سے اللہ کریم نے واقعی بیماری کو شفا میں بدل دیا تھا، مریضہ جوآپ کی خادمہ تھی، وہ تکلیف سے بچ گئی اور اہلِ خانہ مالی پریشانی سے محفوظ رہ گئے، اللہ تعالیٰ نے دونوں کو اپنے نیک بندے کی کرامت اور دعا کا اثر دکھا کر ان کا ایمان مضبوط کردیا، کہ دعاؤں سے تقدیریں بدلتی ہیں۔

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

☆د۔ روحانی تعیناتی

حضرت صوفی صاحبؒ کے بیٹے کا نام محمد طفیل ہے، وہ ۲۰۰۲ء میں عمرے کی سعادت حاصل کرنے گئے، صوفی صاحب نے طفیل صاحب کے نواسے محمد فیصل کو عالمِ خواب میں حکم دیا، جو اس وقت ایف ایس سی (Fsc) میں زیرِ تعلیم تھے۔ روزہ رکھو، نماز قائم کرو، اپنے نانا (محمد طفیل) کو بتاؤ کہ عمرے کے لئے جب آئے تو مجھے مدینہ شریف ملے، کیونکہ میری ڈیوٹی اب مدینہ شریف میں بابِ جبریل پر لگ گئی ہے ، یہ بات یاد رہے کہ صوفی صاحب کا وصال ۱۹۹۵ء میں ہو چکا تھا، عمرے کی تیاریاں شروع ہو گئیں، یہ دوہری خوشیاں حاصل کرنے کا موقع تھا۔

چنانچہ محمد طفیل عمرہ ادا کرنے کے لئے مکۃُ المکرّمہ پہنچ گئے۔ انہوں نے دسمبر ۲۰۰۹ء کے سالانہ عرس میں فیصل آباد کے دارالعلوم سراجیہ میں راقم الحروف کے ساتھ الگ ایک نشست میں خود بیان کیا۔ کہ وہاں خواب میں صوفی صاحب مجھے خانہ کعبہ میں اس طرح ملے، جس کا منظر یہ تھا کہ لوگ خانہ کعبہ شریف کے غلاف کے پاس حضرت صوفی صاحبؒ کی قطار میں دست بوسی کر کے آگے چلتے جا رہے ہیں، جیسا کہ پاکستان میں صوفیاء واولیائے کرام کی ملاقات کا طریقہ ہے، جب میں ملا تو فرمانے لگے طفیل آگئے ہو، اور ایک چابی مجھے دی، ایک برقعہ پوش خاتون ان کے ساتھ کھڑی ہے، جو غالباً امی جان لگ رہے تھے، پھر میں خواب سے بیدار ہو گیا، گویا انہوں نے مجھے آگاہ کر دیا کہ تیرے آنے کی مجھے خبر ہوگئی ہے، علم پھیلانے کی کنجی سکول ہوتا ہے گویا اشارۃً سکول کا انتظام میرے سپرد فرما دیا، کہ تعلیم اور خیرو برکت کے قفل کھول کر اُمتِ مسلمہ میں علم وحکمت بانٹتے رہو۔

محترم محمد طفیل صاحب عمرہ ادا کر کے سرکارِ مدینہ، سرورِ قلب وسینہ، خوشبو سے بڑھ کر معطر ہے جن کا پسینہ ﷺ کی بارگاہ محمدی ﷺ میں سلام نیاز پیش کرنے کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوئے، طفیل صاحب کہتے ہیں، میں ہدیۂ درود وسلام پیش کر کے ریاض الجنّۃ میں منبرِ رسول ﷺ کے پاس بیٹھ کر مزید درود شریف کے گجرے پیش کر رہا تھا، اچانک میں نے دیکھا کہ صوفی رستم علی سفید عربی لباس میں ملبوس میرے پاس بیٹھے ہیں، ان کی اُنگلیاں بہت روشن نظر آرہی تھیں، آپ نے انگلی سے میرے گھٹنے پر رگڑ سے مجھے اپنی جانب متوجہ کیا، انہوں نے تین بار یہ عمل کیا، میں نے خیال کیا، کہ درود شریف پڑھ کر ان سے ملتا ہوں، جب فارغ ہو کر میں متوجہ ہوا، تو وہ جا چکے تھے۔

☆ذ۔ وصال پُرملال

صوفی صاحب کے بیٹے محمد طفیل نے امیر جماعت سراجیہ حضرت الشاہ محمد ضمیر الحق مدظلہٗ العالیٰ کے حکم پر شکرگڑھ میں صابر یہ سراجیہ گرلز مڈل سکول قائم کیا، جس کی انتظامی ذِمہ داری خود ادا کررہے ہیں، حضرت صوفی صاحبؒ زندگی کے آخری ایام میں بیمار ہوئے، اسی علالت میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے، ہزاروں ارادت مندوں کو سسکیاں لیتے اور بلکتے چھوڑ کر ۱۱ ستمبر ۱۹۹۵ء میں ملکِ بقا کے راہی ہوگئے، ہر سال ستمبر میں شکرگڑھ میں ان کی خانقاہ پر سالانہ عرسِ پاک کا اہتمام کیا جاتا ہے، جس میں امیر جماعتِ سراجیہ بنفسِ نفیس فیصل آباد سے خلفاء و مریدین کے قافلے کے ساتھ شریک ہوتے ہیں، ان شرکائے قافلہ میں ایک خلیفہ حضرت شیخ احمد دین چشتی بھی ہوتے ہیں ان کی زبانی سنیے:

☆ر۔ فنا فی الشیخ

حضرت صوفی صاحبؒ مشاغلِ روحانیہ اور ذکر و فکر کرتے وقت اپنا منہ اپنے شیخ کے مزارِ پُرانوار کی طرف کرتے تھے، اسی وجہ سے ان کی دلی خواہش ہوتی تھی کہ ان کو فوت ہونے کے بعد گورداس پور میں اپنے شیخ طریقت کے قدموں میں دفن کیا جائے، اُن کی چاہت کے مطابق تو یہ خواہش پوری نہ ہوسکی، لیکن فوت ہونے کے بعد ان کی جائے تدفین، مزارِ پُرانوار کو وہ رونق اور جاہ و جلال نصیب ہوگیا، جس کو گورداس پور کا عکس کہا جاسکتا ہے، شکرگڑھ گویا دوسرا گورداس پور بن گیا ہے۔

☆ز۔ بعد از وصال روحانی تصرّف

شکرگڑھ میں صوفی صاحب کے سالانہ عرس پر زائرین کا ناشتہ چائے اور رس سے کروایا جاتا ہے، شیخ احمد دین چشتی صاحب کہتے ہیں ایک سال میرے دل

میں خیال آیا کہ رس کھانا میرے لئے مشکل ہوتا ہے، میں بیکری کے ناشتے کا مختصر انتظام کر کے ساتھ لے گیا، حضرت صوفی صاحبؒ کی روح کو یہ بات پسند نہ آئی، وہ کہتے ہیں، وہاں پہنچ کر پروگرام کے مطابق ہمارے لئے چائے اور رس کا ناشتہ آگیا، ہم نے اپنا ناشتہ بھی نکال کر ساتھ رکھ لیا، شیخ صاحب فرماتے ہیں، یہ دیکھا اور پھر چکھ کر میری حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی کہ اس سال چائے اور رس کے ناشتے کا جو روحانی لطف محسوس ہوا وہ پہلے کبھی نہیں محسوس ہوا تھا، یہ حضرت صوفی رستم علیؒ کا روحانی تصرّف و کمال تھا، یہ خداداد باطنی استعداد ہے جس کو کسی دنیا کے مادی پیمانے سے ماپا نہیں جاسکتا کہ اللہ کریم اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنے اولیائے کرام کو تہہِ مزار بھی آنے والے زائرین کی کیفیاتِ قلبی سے آگاہ فرمادیتا تھا۔

۳۔ حضرت صوفی حیدر علیؒ چشتی صابری

☆الف۔ خاندانی پس منظر اور پرورش

ساہیوال اور اس کے گردونواح کو چشتیہ فیض سے بہرہ ور کرنے والے روشن ستارے کو صوفی حیدر علیؒ (علی کاشیر) کہتے ہیں۔ جو ۱۹۱۶ء میں ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے، آپ کے والدِ گرامی فوج میں نائب صوبیدار تھے، انہوں نے اپنے نومولود کا جو نام منتخب کیا اس سے بھی حیدر علی کے فوجی پس منظر کا پتا چلتا ہے، افواجِ اسلام میں نعرۂ حیدری جنگی روح کا درجہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حیدر علی میں وہ جذبہ جسمانی بہادری کی بجائے روحانی تصرّف میں منتقل فرمادیا تھا۔

والدِ گرامی جنگِ عظیم اوّل (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) میں جرأت و بہادری سے دشمن کا مقابلہ کرنے پر بہت اعزازات و تمغاتِ بسالت سے نوازے گئے، فوجی آدمی کا رزق حلال ہوتا ہے، جو دیانت داری سے فرضِ منصبی ادا کرنے کی وجہ سے ملتا ہے،

وہ قلیل ضرور ہوسکتا ہے، مگر بڑا پاکیزہ اور بابرکت ہوتا ہے، ۱۹۲۰ء میں والدِ گرامی کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، اس وقت حیدر علی کی عمر صرف چار (۴) سال تھی۔

جنگِ عظیم اوّل (۱۹۱۴ تا ۱۹۱۸ء) میں بسالت و جوانمردی کے جوہر دکھانے کی وجہ سے حکومت کی طرف سے ساہیوال کے علاقے میں پچاس (۵۰) ایکٹر زرعی قطعۂ اراضی کی گرانٹ ملی۔ والدِ گرامی کے رحلت فرما جانے کی وجہ سے حیدر علی کی پرورش کی تمام تر ذِمہ داری ان کی شفیق والدہ محترمہ اور ان کے معاون و مہربان چچا کے سر آپڑی۔ چچا صوم وصلوٰۃ کے پابند اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ میں بیعت تھے، حیدر علی کی والدہ اپنے بیٹے کو لے کر چچا کے ساتھ ۱۹۲۲ء میں ساہیوال کے گاؤں ۶۲ ۹۸/ میں آگئی، والدہ محترمہ اور چچا جان نے اس ہیرے کو تراشنے اور اس کی نوک پلک سنوارنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔

☆ب۔ ضرورتِ شیخ کا احساس

حسنِ تربیّت کا یہ اثر تھا، حیدر علی بچپن سے صوم وصلوٰۃ کے پابند اور بڑوں کی خدمت کر کے سکون پانے والے نوجوان بن گئے تھے، جوانی میں ہی صوفی کے لقب سے معروف ہو گئے تھے، عنفوانِ شباب کے اس نازک اور اہم ترین حصے میں آپ کی تربیّت ایک نیک سیرت بزرگ اُستاد عبدالحمیدؒ خان نے کی، جس کی جھلک ان کی زندگی کے تمام اطوار میں جھلکتی رہی، مڈل تک تعلیم حاصل کر کے شعبۂ زراعت سے منسلک ہو گئے، پیشہ ورانہ ضروریات کے پیشِ نظر اکثر ساہیوال شہر میں آنا جانا ہوتا تھا، یہاں پر بھی وہ صوفی منش اللہ والوں کی صحبت کے متلاشی رہتے تھے۔

اسی دوران صوفی حیدر علی کی ملاقات قبلۂ عالم، سراج السالکین حضرت الشاہ محمد سراج الحق نوّر اللہ مرقدہٗ کے مریدِ خاص الحاج صوفی میاں محمد دینؒ (مالک

مغل انجینئرنگ ساہیوال) سے ہوئی، صوفی صاحب ان سے بہت متاثر ہوئے، ان سے مرشد کی ضرورت اور اہمیّت کے بارے میں از حد معلومات حاصل کیں، یہاں تک کہ تلاشِ مرشد کی پیاس خوب بھڑک اُٹھی، صوفی صاحب ان کی صحبت میں تو رہتے تھے، لیکن ان کا دل اندر ہی اندر کسی کا ہو جانے کو ترستا رہتا تھا۔

☆ج۔ روحانی علاج (دَم) ذریعۂ بیعت بنا

اسی دوران صوفی صاحب کے بڑے بیٹے عبدالحمید کی ٹانگ آگ سے جل گئی، پٹھے سکڑ جانے کی وجہ سے چلنا محال ہو گیا، تمام علاج بے اثر ثابت ہو رہا تھا، صوفی صاحب اپنے بیٹے کو لے کر ساہیوال میں حاجی محمد دینؒ کے پاس آگئے، انہوں دم کیا اور اپنا لعابِ دہن زخم پر لگایا، اس طرح چند یوم کے روحانی علاج سے بچہ بالکل صحت یاب ہو گیا، بچہ اپنی ٹانگوں پر بغیر کسی تکلیف کے چلنے پھرنے اور دوڑنے بھاگنے لگا، انہیں کے پاس صوفی صاحب کی چند دیگر پیر بھائیوں یعنی سیّد محمد حسن شاہ، محمد شفیع ریلوے گارڈ والے اور حاجی نبی بخش صاحب سے ملاقات ہوئی، ان کے ساتھ صوفی صاحب قبلۂ عالم کے سالانہ عرس مبارک کی تقریب میں شرکت کے لئے گورداس پور پہنچے اور وہاں حضرت قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق نوّر اللہ مرقدہٗ کو دیکھتے ہی دیوانے ہو گئے اور ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کی، وہ پیاس جو حاجی صاحب نے لگائی تھی، وہاں پہنچ کر اس تشنہ دلی کو جام سکون و راحت نصیب ہو گیا، صوفی صاحب نے اس روحانی گھاٹ سے پھر جی بھر کے پیا اور خوب پیاس بجھائی۔

☆د۔ محفل ذکر

جملہ پیر بھائیوں نے صوفی صاحبؒ سے محفل ذکر بالجہر شروع کرنے کی درخواست کی، جس کو صوفی صاحب نے باجازت مرشد قبول فرمایا، ہر جمعرات کو پیر

بھائیوں کے ساتھ صوفی صاحب کے ہاں چک نمبر ۹۸/۶R میں محفلِ ذکر خوب گرم ہوتی، جو سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ کے طریقے پر ذکر بالجہر (جس کا طریقہ پہلے گزر چکا ہے) اور نعت خوانی کے ساتھ آخر میں ختمِ خواجگان ہوتا، رات گئے تک اللہ کے ذاکروں کی یہ بزم جاری رہتی تھی، اس کی برکات سے اہلِ دیہہ بھی مستفید ہوتے تھے، یہ سلسلہ پاکستان بننے کے بعد بھی جاری رہا۔

قیامِ پاکستان کے بعد قبلہ شیخ المشائخ الشاہ محمد ظہور الحق چشتی ؒ ہجرت کی سنت پر عمل کر کے لائل پور (فیصل آباد) تشریف لے آئے، محبّ اور محبوب کے درمیان فاصلے سمٹ گئے، درِ مرشد پر باقاعدگی سے حاضری ہوتی رہی، ذکر و فکر کی روحانی و نورانی محافل سے قلب و باطن خوب سیراب ہوتے رہے، مرشدِ حق نُما کی ترغیب اور دینی و تعلیمی خدمات سے متأثر ہو کر اپنے دو بیٹوں (عبد المجید اور عبد الرشید) کو دارالعلوم سراجیہ فیصل آباد میں داخل کروا دیا، جن میں سے عبد الرشید صاحب فارغ التحصیل ہو کر محکمۂ تعلیم میں اعلیٰ سرکاری عہدے پر فائز ہوئے اور وہیں سے بطور ہیڈ ماسٹر ۲۰۰۶ء میں ریٹائر ہوئے۔

☆ذ۔ بابا فرید ؒ کے لنگر کی خدمت

قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۹۸۴ء) تاحیات سلسلۂ چشتیہ کے ممتاز صوفی بزرگ حضرت **بابا فرید الدین مسعود گنج شکر نوّر اللہ مرقدہٗ** (م۔۶۶۱ھ) کے مزارِ پُر انوار پر حاضر ہو کر مخدومِ جہاں حضرت **صابر پیا علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری قدس سرّہٗ العزیز** (م۔۶۹۰ھ) کا عرس منعقد کرتے تھے، مرشد کی نگاہِ کرم اُٹھی تو صوفی صاحب ؒ کو نواز گئی، بابا صاحب ؒ کے ہاں لنگر کی خدمت صوفی حیدر علی چشتی ؒ کے سپرد ہو گئی، وہ تاحیات

اس فریضہ کو خوش دلی سے نبھاتے رہے، ان کی رحلت کے بعد ان کی اولاد دیگر پیر بھائیوں کی معیت میں یہ ذِمّہ داری خوش اُسلوبی سے تاحال ادا کر رہی ہے۔

مرشد گرامی کے زیر اثر صوفی حیدر علی ؒ پر عبادات و معاملات میں مذہبی و اَخلاقی رنگ غالب ہوتا جا رہا تھا، فرائض کی پابندی کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی میں کمال مُستعد دکھائی دیتے تھے، منازلِ سلوک طے کرنے کی وجہ سے باطنی حال نکھرتا جا رہا تھا، دیرینہ ہم دم میاں محمد دین ؒ، حاجی عمر دین ؒ جیسے رفقائے کار و ہم راز رفتہ رفتہ ساتھ چھوڑ کر ملکِ بقا کے راہی بن رہے تھے، ان کی جدائی کا غم اپنی جگہ پر لیکن جمعرات کو ذکر و فکر میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی، اوراد و وظائف بھی پابندی سے جاری رہے، آپ کے مرشدِ گرامی قدر ؒ جب ساہیوال میں تشریف فرما ہوتے تو صوفی صاحب کے ہاں مرکزی قیام ہوتا تھا، ان کے مشورے سے ہی اطراف و اکناف کے دیہاتوں میں محافل ذکر و نعت کے پروگرام طے ہوتے تھے، ان سطور کے تحریر ہونے یعنی ۲۰۱۰ء تک بھی اسی طرح عمل ہو رہا ہے، ان روحانی محافل سے اہلِ دیہہ خوب محظوظ ہوتے اور دامنِ مراد بھرتے تھے۔

☆ر۔ صوفی صاحب ؒ اور سنتِ یوسفی

اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں پر دوسروں کے مقابلے میں آزمائشیں بھی زیادہ آتی ہیں، ایسی ہی ایک آزمائش کی وجہ سے صوفی صاحب ؒ کو سنتِ یوسفی پر عمل کرنے کا موقع نصیب ہو گیا۔ مرحوم صدرِ پاکستان محمد ایوب خان (م۔۱۹۷۴ء) کے انتخابی عمل میں سیاسی رنجشوں نے بھی جنم لیا، ایسی ہی ایک لڑائی کے مقدمہ میں صوفی صاحب کو بھی خواہ مخواہ شامل کر لیا گیا، اسی پاداش میں صوفی صاحب ایک سال تک ساہیوال جیل میں رہے، قید و بند کے اس عرصہ میں احوال ظاہریہ و باطنیہ پر

مشتمل ایک عریضہ اپنے مرشد گرامی کے حضور لائل پور (فیصل آباد) لکھا، مرشد گرامی قدر حضرت الشاہ محمد ظہور الحق رحمۃ اللہ علیہ نے تسلی وتشفی بھرا جواب عنایت فرمایا، جس سے صوفی صاحبؒ کے مضطرب دل کو سکون مل گیا، امتحان کی اس کٹھن گھڑی میں صوفی صاحب کے لئے کامیابی سے گزرنے کے اِمکانات روشن وظاہر ہوگئے۔

صوفی صاحبؒ نے جیل کے اعلیٰ حکام سے باجماعت نمازِ جمعہ ادا کرنے کی اجازت طلب کی، حکام نے اپنی مجبوریوں کے پیشِ نظر صاف انکار کر دیا، مرشدِ پاک کی خدمت میں ایک احوال نامہ کے ذریعے دوبارہ متوجہ ہوئے، تو قبلہ حضرت صاحبؒ بنفسِ نفیس صوفی صاحب کی ملاقات کے لئے ساہیوال جیل میں تشریف لائے، جس پر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل نے قبلہ کی بہت عزت وتکریم کی اپنے دفتر میں صوفی صاحبؒ کی ملاقات کروائی، دل ونگاہ کو تسکین ملی، ظاہری تسلّی کے ساتھ باطنی تشفی سے بھی نوازے گئے، شیخ المشائخؒ کے اطمینان دلانے پر حکام نے صوفی صاحب کو بخوشی باجماعت نمازِ جمعہ ادا کرنے کی اجازت دے دی، جو ان کے عرصۂ جیل کے قیام کے دوران صوفی صاحبؒ کی ہی امامت وخطابت میں جاری رہی۔

جیل میں قیدیوں کی حالت بدلنے لگی، وہاں روحانی کرنیں پھوٹنے لگیں، صوفی صاحبؒ نے بہت سے قیدیوں اور عادی مجرموں کو توبہ کی ترغیب دی، تو وہ تائب ہوگئے، کئی مقدمات میں لوگوں کے درمیان صلح کروائی، قید خانے میں اللہ کریم کے بندوں کی اِصلاح ہونے لگی، ایک سال بعد آپ باعزت بری ہوئے۔

جیل میں قیدیوں کے ساتھ بالا حکام بھی صوفی صاحبؒ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ سپرنٹنڈنٹ اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل نے اپنے ہاں باری باری ان کو مدعو کیا اور خصوصی معاملات میں اپنے اہلِ خانہ کے لئے دعائیں کروائیں۔ صوفی صاحب کو

حج کی سعادت عطا فرمانے کے لئے ۱۹۷۷ء میں اللہ کریم نے اپنے مھبطِ انوار **مکۃ المکرّمہ** اور اپنے محبوب کے دیارِ پاک **مدینۃ المنورہ زَادَھُمَا اللّٰہ بَرَکَاتُھُمَا** میں حاضری کا شرف بخشا، جو یقیناً تقویّتِ قلبی وروحانی کا سبب بنا۔

☆ز۔ چنیوٹ میں درگاہِ قلندرؒ کی خدمت

صوفیانہ زندگی میں کئی بار خدمت کے ذریعے سالکین کی روحانی تربیّت کی جاتی ہے، حضرت صوفی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے مرشد کے زیرِ تربیت روحانی درجات طے کر رہے تھے، چنیوٹ سے چند میل دور شمال کی جانب دریائے چناب کے ساحل پر حضرت شیخ شرف الدّین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م۔۷۲۴ھ) کی چلّہ گاہ ہے، جہاں صوفی صاحبؒ کچھ فرائض ادا کرنے کے لئے مقرر ہوئے، یہاں قیام کے دوران ایک روز کچھ لوگ ٹرکوں پر سامانِ خورد ونوش، ٹینٹ اور شامیانے لے کر چلّہ گاہ پر آگئے، اور دیگیں پکانی شروع کر دیں، تمام پیر بھائیوں کو اس پر بڑی تشویش ہوئی، صوفی صاحبؒ یہ خبر لے کر اپنے پیر ومرشد قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کے آستانے پر لال کوٹھی فیصل آباد حاضر ہوئے، اور چلّہ گاہ کا تمام احوال عرض کر دیا، شیخ طریقتؒ نے فرمایا:

حیدر علی! آرام کرو، کچھ نہیں ہوگا۔

صبح ہوئی، نمازِ فجر کے بعد سلام کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو حضرت صاحبؒ نے اپنے سرخ اور نیل پڑے ہوئے ہاتھ دکھاتے ہوئے فرمایا: حیدر علی! ہم نے ان لوگوں کو بھگا دیا ہے، تم وہاں جاؤ، تمہارے پہنچنے تک وہ اپنا سامان سمیٹ چکے ہوں گے، یہ نوید سن کر صوفی صاحبؒ جب چلّہ گاہ پر پہنچے، تو وہ لوگ اپنا سامان ٹرکوں پر لاد کر جا رہے تھے۔

☆س۔ سندِ خلافت و اجازت

مرشد کریم کے فرمان کے مطابق چلّہ گاہ پر جب خدمت وتربیّت کا عرصہ پورا ہو گیا، تو صوفی صاحب مرشد گرامی کی طرف سے ۱۹۸۳ء میں سندِ خلافت واجازت سے نوازے گئے، آپ کو روحانی وقلبی صوفیانہ امانت عطا فرما کر عزت بخشی گئی، صوفی صاحب کو ساہیوال میں روحانی خدمات کے لئے متعیّن کر دیا گیا، واپس آ کر خلقِ خدا کی خدمت میں مصروف ہو گئے، جو طالبِ ہدایت آتا اس کی مناسب رہنمائی فرماتے اور بیعت کے لئے درِ مرشد پر پیپلز کالونی فیصل آباد بھجوا دیتے تھے، صوفی صاحبؒ نے خود کو زندگی بھر پوشیدہ ہی رکھا، یوں ان کا سلسلۂ ارادت آگے نہ بڑھ سکا۔ خود حضرت سلطان العارفین سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۱۰۲ھ) کے ساتھ بڑا اُنس رکھتے تھے اور ان کے پنجابی اشعار گنگناتے رہتے تھے، اور اس سے بڑا حظّ روحانی حاصل کرتے تھے، آپ بھی پڑھ لیجئے:

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد مَن میرے وچ لائی ھُو
نفی اَثبات دا پانی ملیا میری ہر رگِ ہر جائی ھُو
اندر بوٹی مشک مچایا میری جان پھُلن پر آئی ھُو
جگ جگ جیوے میرا مرشد باھُو جیں اے بوٹی لائی ھُو

کبھی یہ بھی گنگناتے ہوئے سنا گیا:

ع۔ جاگ بناں دودھ جمدے ناہیں، بھانویں لال ہون گڑھ گڑھ کے ھُو

۱۹۸۴ء میں مرشد گرامی قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق چشتی قُدِّسَ سِرُّہٗ العزیز کے وصالِ پُرملال نے طبیعت پر گہرا اثر کیا، ہر وقت غمناک رہنے لگے، طبیعت پر خاموشی چھا گئی، مگر محفل ذکر و نعت بدستور تسلسل سے جاری رہیں، یہ مجالس ان کے ایصالِ

ثواب کا ذریعہ بن گیا۔ مرشد کی سنت خیال کر کے یارانِ طریقت کے چشتیہ ذوق کی تازگی کے لئے کبھی قوّالی کی بزم بھی سجا لیتے تھے، یقیناً ان محافل سے اہلِ دیہہ کی روحانی تربیت کا سامان ہو رہا تھا، مزید مردانِ باخدا تیار ہو رہے تھے، روحانی بیمار اور جسمانی مریض اس چشمۂ صافی سے یکساں سیراب ہو رہے تھے۔

☆ش۔ وصالِ پُرملال

عرصۂ دراز تک لوگوں کی زندگیوں کو ذکرِ الٰہی اور ذکرِ رسول ﷺ کی طرف مائل کرنے والے، دلوں کو نورِ ایمان اور ضیائے توحید و رسالت سے منور کرنے والے درویش صفت، صوفی حیدر علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ معمولی سی علالت کے بعد بیاسی (۸۲) سال کی عمر میں ۲۲ فروری ۱۹۹۸ء کو فانی دنیا چھوڑ کر باقی دنیا کی طرف چل دیئے، گویا مطلعِ روحانیت پر طلوع رہنے والا یہ چاند اپنے اُفق کو روشن کر کے حکمِ ربانی پر لبیک کہتے ہوئے تہہِ مزار چلا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

۳۔ جناب محترم احمد حسن راز چشتی

☆الف۔ ولادت اور ابتدائی تعلیم

۱۹۳۹ء میں ضلع حافظ آباد کے دوہہ عظمت گاؤں میں پیدا ہونے والے ایک ہونہار بچے کا نام احمد حسن رکھا گیا، اسی گاؤں میں مقیم مولانا صاحب سے قرآن مجید پڑھا، پرائمری پاس کیا، جو اس وقت چار (۴) جماعت پر مشتمل ہوتا تھا، اپنے والد کے حکم کی بجا آوری میں یہ بچہ بھیڑ بکریاں اور جانور چرانے کا کام سرانجام دیتا تھا، صحبتِ بد کے برے اثرات کی وجہ سے چوری کی طرف بھی میلان ہو گیا، (جس کا ذکر آگے جا کر کیا جائے گا۔) اللہ کریم نے دستگیری کی، قبلہ الشاہ محمد ظہور الحقؒ کی نگاہِ

کیمیاء اثر نے خاک میں ملے ہوئے موتی کو پہچان لیا، پیشانی پر سعادت والی نہ نظر آنے والی تحریر کو پڑھا، تو ان کے والدِ گرامی سے اس بچے کو مانگ کر اپنے پاس آستانے پر لے آئے، دل پر توجہ کی، پڑھایا، سمجھایا اور چوروں سے ولی بنا دیا۔

☆ب۔ سفرِ توبہ

تحصیلِ علم کی راہ پھولوں کی سیج نہیں، بلکہ خارِ مغیلاں ہے، یہ ایک خون کا دریا ہے جس کو عبور کرنا ہوتا ہے، اکیسویں صدی میں ہزار ہا سہولیات کے باوجود یہ جان جوکھوں میں ڈالنے والا کام ہے، اس پر چلتے ہوئے لوگ تھک بھی جاتے ہیں اور اُکتا بھی، تائیدِ ایزدی ہی ساتھ دے تو کنارہ ملتا ہے، احمد حسن کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، جب علم کے موتی چن چن کر اپنی دستار میں سجانے کا کٹھن مرحلہ مشکل لگا تو وہاں سے بھاگے اور چوروں کے ساتھ جا ملے، راتوں کو لوگوں کے گھروں میں چوری کے لئے گھس جاتے تھے۔ کبھی کامیاب اور کبھی ناکام بھی لوٹتے تھے۔

ان چوروں کے ساتھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ والد صاحب کو پتا چلا تو وہ سمجھا کر واپس لے آئے، والد صاحب کے سامنے ان کو بڑی ندامت محسوس ہوئی، خجالت وخفت نے احمد حسن کا سرنگوں کر دیا تھا، دل سے پشیمان ہوئے تو اس بری صحبت سے پکی توبہ کرنے کی ٹھان لی، اسی شوق میں احمد حسن نے حافظ آباد سے لائل پور (فیصل آباد) کا پچاس میل (۵۰) کا سفر پیدل دو (۲) دن میں طے کیا، بھوکے اور پیاسے بھی رہے، صرف ایک گنّا سڑک کے کنارے ملا اور اُس کو رزقِ خدا سمجھ کر چوس لیا اور پیٹ کی آگ ٹھنڈی کر لی، کپڑے میلے ہو چکے تھے، چہرے کی رنگت زرد ہو چکی تھی، ظاہر سے بے نیاز ہو کر قبلہ حضرت الشاہ محمد ظہور الحقؒ چشتی کے دستِ حق پرست پر سچی توبہ کی، معافی کے خواستگار ہوئے اور نئے عزم وہمت کے ساتھ تحصیل

علم کا سفر شروع کیا۔

کہاں میں اور کہاں نکہتِ گل
نسیمِ سحر یہ تیری مہربانی

☆ج۔ علمی زندگی

ساقیِ مے کدہ حضور اباجیؒ نے دعا فرمائی تو پڑھائی میں ایسا دل لگا کہ وہاں سے بی اے (BA) اور بعد ازیں ایل ایل بی (LLB) کیا، محکمۂ اوقاف میں ملازمت شروع کر دی، منشی فاضل کا امتحان بھی اسی دوران پاس کیا، بڑی دیانت داری سے اپنے فرائضِ منصبی ادا کرتے رہے، یہاں تک کہ زونل ایڈمنسٹریٹر پنجاب ۲۰۰۵ء میں ریٹائر ہوئے۔ آستانے کے ساتھ اپنا علمی وروحانی تعلق مسلسل قائم رکھا، اکثر جمعرات کی محفل ذکر ونعت میں شرکت کرتے رہے، روحانی پیاس بھی بجھاتے رہے اور ان تقاریبِ سعید میں شرکت سے مدارج میں ارتقاء بھی ہوتا رہا۔

اللہ کریم کے خزانوں سے آواز کی نعمت بھی احمد حسن کو ملی ہوئی تھی، جس کو انہوں نے نبیِ دوجہاں، سرورِ کون ومکاں، والی انس وجاں، محبوبِ عالمیاں ﷺ کی نعت خوانی اور تعریف وتوصیفِ مصطفیٰ ﷺ میں صرف کیا، عارفانہ کلام، کلامِ باھُوؒ اور خاص کر حضرت مولانا رومؒ کی مثنوی مولوی معنوی جو پہلوی زبان میں گویا قرآن ہے، حلقۂ ذکر کے ساتھ جمعہ کے خطبات میں ترنّم کے ساتھ پڑھتے، کراچی اور فیصل آباد کے کئی لوگوں نے اس کو اپنے پاس ریکارڈ کر لیا۔

احمد حسن صاحب بڑے پُرجوش خطیب بھی تھے، صدرِ پاکستان محمد ایوب خان مرحوم (م۔۱۹۷۴ء) کے دورِ حکومت میں اسلام کے خلاف ہونے والے حکومتی اقدامات کو تنقید کا نشانہ بناتے تھے، راز صاحب کا تنقیدی خطاب سن کر ایک دفعہ

صاحبزادہ **میاں محمد ضمیر الحق** مدظلہٗ فرمانے لگے، مولانا:

''بڑا لیڈر بننے کا خیال تو نہیں آ گیا، یاد رکھو بڑے لیڈر جیل کی ہوا بھی کھاتے ہیں، تعمیری کام میں اپنی صلاحتیں صرف کرو، تخریب کاری میں انسان ضائع ہو جاتا ہے۔''

☆د۔ راز کا عطیہ

صاحبزادہ منصور الحقؒ کے پاس احمد حسن صاحب زیرِ تعلیم تھے، وہ ان کی کسی بات پر بڑے خوش ہوئے، تو فرمانے لگے:

احمد حسن تو ایک ''راز'' ہے، یہ احمد حسن کو اس قدر پسند آیا کہ اس تخلص کو ہمیشہ کے لئے اپنے نام کا حصہ بنا لیا، اسی وجہ سے وہ احمد حسن راز لکھتے ہیں۔

راز صاحب کی روحانی تربیّت مرشدِ گرامی حضرت قبلہ الشاہ محمد ظہور الحق چشتیؒ کے زیرِ نگرانی ہوئی ہے، اس لئے فرائض کی پابندی، مشاغلِ روحانیہ پر استقامت پیدا ہوگئی تحمل مزاجی اور حلم و بردباری جیسی عمدہ صفات ان کی زندگی کا زیور بن گئیں، ذکر و فکر ان کی روح کی خوراک بن گیا، اپنے مرشدِ گرامی سے محبت اور دینی رغبت کی وجہ سے سلوک و معرفت کے اس راہ رو کو مرشد پاک نے ۱۹۸۳ء میں سندِ خلافت و اجازت سے نوازا، اور ان کے نازک کندھوں پر لوگوں کی ہدایت و رہنمائی اور اُمتِ مسلمہ کی بہی خواہی کا بوجھ لاد دیا، وہ اس فریضہ کو بھی اپنی استطاعت کے مطابق نبھا رہے ہیں۔

☆ذ۔ مرشدِ گرامی سے محبت

اپنے مرشد سے قلبی لگاؤ کا اظہار ان کی نشست و برخاست اور قیام و کلام سے ہوتا رہتا ہے، سیّد شبیر حسین شاہ بخاری ڈویژنل انسپکٹر سکولز آف سرگودھا ڈویژن

ایک دفعہ سنت پورہ فیصل آباد میں صابریہ سراجیہ سکول کا معائنہ وزٹ (Visit) کرنے آئے، ان کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد ہوئی، سٹیج سیکریٹری عبد الرشید صاحب کو مرشدِ گرامی نے فرمایا: راز بیٹا بھی خطاب کرے گا، سٹیج سیکریٹری کے اعلان پر راز صاحب کہتے ہیں، میں نے مسنون خطبہ پڑھ کر علم کے عنوان کو دلائل سے بیان کیا، آخر میں کہا: صدرِ ذی وقار اور سامعین با تمکین!

''میں تو جانور چرایا کرتا تھا، مجھ کو علم کی کیا خبر تھی؟ علم سے کوئی سروکار ہی نہ تھا، پرائمری کو ہی کافی سمجھ بیٹھا تھا، بھلا ہو اس مردِ حق آگاہ (اشارہ **الشاہ محمد ظہور الحق**ؒ کی طرف تھا۔) کا جس کی نگاہِ نیم باز وا ہوئی تو بندۂ ناچیز چوروں اور لٹیروں کی صف سے اُٹھ کر آج اہلِ علم و معرفت کا ہم نشیں ہے۔ ان کی نگاہِ حق بیں کی یہ زندہ کرامت ہے کہ مجھ خاک رولنے والے کے دامن کو علم و عمل کے موتیوں سے بھر دیا ہے، گویا چوروں سے قطب بنانے والے خدا کے نیک و پاکباز بندے آج بھی دنیا میں خلقِ خدا کی راہوں کو منور کرنے کے لئے اور راستوں کو جگمگانے کے لئے چراغِ علم روشن کر کے بیٹھے ہیں، گویا اللہ کریم جلَّ وعلا تقدیروں کو بدلنے کا کام ان پارسا بندوں سے لے رہا ہے''۔

؎ جدھر جدھر سے وہ گزرے جہاں جہاں وہ ٹھہرے
وہی مقام محبت کی جلوہ گاہ بنے

☆ر۔ عائلی زندگی

شیخ المشائخ حضرت الشاہ محمد ظہور الحقؒ نے راز صاحب کا مسنون نکاح اپنے سلسلے کے ایک صوفی منش انسان حضرت **میاں شیر علی** چشتی صابریؒ چک نمبر ۷/۶۵۶ گ ب بچیانہ (جن کی سوانح عمری کا ایک باب انوارِ سراجیہ جلد دوم

الگ لکھا گیا ہے۔) کی دختر نیک اختر سے کر دیا، جو اس طویل عائلی سفر میں راز صاحب کے ساتھ صابرہ وشاکرہ بن کر رہیں، مگر صاحبِ اولاد نہ ہو سکیں۔

مختصر علالت کے بعد ۲۴ر اکتوبر ۲۰۰۸ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئیں، فیصل آباد کے محلّہ منصورہ آباد میں اپنے ہی گھر میں ان کی تدفین ہوئی، وہ مکان انہوں نے ہمیشہ کے لئے مدرسۂ قرآن کے لئے وقف کر دیا، جس کی نگرانی امیرِ جماعت سراجیہ حضرت قبلہ میاں محمد ضمیر الحق مدّ ظلہٗ فرما رہے ہیں۔ راز صاحب کے ساتھ عائلی زندگی سے قبل بھی انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم و تدریس میں اپنے والدِ گرامی حضرت میاں شیر علی چشتی صابری (م۔۱۹۶۱ء) کے ساتھ معاونت کی تھی، تدفین کے بعد بھی اللہ کریم نے ان کی مرقدِ انور کے پاس درسِ قرآن جاری کر دیا۔

۴۔ جناب پروفیسر عارف حسین عارف چشتی

☆الف۔ رونق بزم سراجیہ

آستانہ عالیہ صابریہ سراجیہ ظہور ہال (لال کوٹھی) فیصل آباد میں حاضری دینے والا ہر شخص مائیک پر کھڑے ایک طویل قد مگر بھرے ہوئے جسم کے مالک، خوبصورت متانت وشرافت سے معمور، پُر کیف مسکراہٹ سے لبریز، ایک جاذبِ نظر شخصیّت کو دیکھتا ہے، اُسے پروفیسر **عارف حسین عارف چشتی** کہتے ہیں، جو اسی آستانہ عالیہ کے فیض یافتہ، اور ریزہ چین ہیں، دار العلوم سراجیہ کے اساتذہ کی شفقتوں کے سائے میں پروان چڑھے، یعنی مولانا محمد ایوب صابری چشتیؒ ان کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ پروفیسر صاحب امیرِ جماعتِ سراجیہ قبلہ **الشاہ میاں محمد ضمیر الحق** مدّ ظلہٗ کے معتمد علیہ ہونے کے ساتھ منظورِ نظر خلیفہ بھی ہیں، ان کا کسی محفل میں نہ ہونا کئی سوالیہ نشان چھوڑ جاتا ہے۔

☆ب۔ ولادت اور تعلیمی خدمات

عارف صاحب کی ولادت دوہیہ عظمت گاؤں ضلع حافظ آباد میں یکم جنوری ۱۹۴۲ء میں ہوئی، خلیفہ احمد حسن راز صاحب کے یہ چھوٹے بھائی ہیں، گاؤں کے مولانا صاحب سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی، پرائمری پاس کر کے آستانہ عالیہ حضور الشاہ محمد ظہور الحقؒ چشتی (م۔۱۹۸۴ء) پر فیصل آباد لائے گئے، انہیں کے زیرِ سایہ علومِ ظاہریہ مکمل کیے، اور مشاغلِ باطنیہ اور منازلِ سلوک بھی طے کیں، علومِ اسلامیہ کے ساتھ ۱۹۶۷ء میں ایم اے اسلامیات کیا، کچھ دیر آستانے کے طلبہ کو پڑھانے کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، اور ۱۹۶۸ء میں گورنمنٹ اسلامیہ کالج فیصل آباد میں بطور لیکچرار تعینات ہوئے۔ علمی وروحانی مصروفیات ایک ساتھ جاری رہیں، محکمانہ مصروفیات میں سے کچھ وقت نکال کر آستانہ عالیہ کے ساتھ بدستور منسلک رہے، یہاں تک کہ ستمبر ۲۰۰۱ء میں اسی کالج سے ریٹائر ہوئے۔

☆ج۔ تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیاں

امیر جماعت سراجیہ حضرت **میاں محمّد ضمیرُ الحق** مدّ ظلہٗ العالی محترم پروفیسر صاحب پر بہت اعتماد کرتے ہیں، تبلیغی واصلاحی دورے پر جاتے ہوئے امیر جماعت سراجیہ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ پروفیسر عارف صاحب ان کے ساتھ ہوں، اگر ممکن ہو تو اُنہوں نے بھی اس سعادت کے حصول میں کبھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، وہ حرفِ انکار زبان پر لانا تو گناہ سمجھتے ہیں، محافل کے علاوہ بھی سلامِ نیاز پیش کرنے کے لئے آنا پروفیسر صاحب کا معمولِ حیات ہے۔

انہیں وفا شعاریوں اور آستانہ عالیہ کے ساتھ پُر خلوص ہمدردیوں کے باعث سراجِ چشتیاں کے فرزند ارجمند، شیخ المشائخ حضرت الشاہ محمد ظہور الحقؒ (م۔

۱۹۸۴ء) نے آپ کو ۱۹۸۳ء میں سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ سراجیہ میں سندِ خلافت و اجازت عنایت فرمائی۔ پروفیسر صاحب اس قدر علم دوست انسان ہیں کہ محکمۂ تعلیم سے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی تمام تر علمی، عملی اور اصلاحی و تبلیغی خدمات جماعت سراجیہ اور اس کے تعلیمی ادارے کے لئے وقف کر دی ہیں۔

☆د۔ ماہر مضمون نگار

پروفیسر صاحب ماہنامہ السراج کے مستقل مضمون نگار ہیں، جس طرح دل موہ لینے والا کلام کرتے ہیں، اسی طرح سلیس، سادہ اور شُستہ زبان میں تحریر فرماتے ہیں، عام فہم انداز میں اسلام اور صوفیانہ پیغام سامعین تک پہنچا دیتے ہیں، آپ کے زیرِ مطالعہ کتاب **انوار سراجیہ** کی ترتیب و تدوین اور تبویب میں جہاں ان کے مضامین سے بہت مدد حاصل کی گئی ہے، وہاں ان کی ماہرانہ صائب رائے سے بھی کئی بار استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں خلفائے کرام کا مختصر تعارف کروانے کی تجویز بھی محترم پروفیسر صاحب کی ہی تھی، راقم اپنے خیال میں یہ کام تکمیل تک پہنچا چکا تھا، مگر ان کی عمدہ رائے سامنے آنے کے بعد اس سے صرفِ نظر کرنا ممکن نہ تھا، پھر سے ایک باب کا اضافہ کیا گیا ہے۔ قارئینِ و متوسلین میں سے جس نے بھی اس اضافے کا سنا اس نے دادِ تحسین دی اور تاخیر کو بصد خوشی قبول کر لیا۔

پروفیسر صاحب نے السراج کے علاوہ دیگر کئی معاصر جرائد و رسائل میں گرانقدر مضامین لکھ کر طلبہ و اہل علم اور اہلِ پاکستان کی سیاسی و علمی رہنمائی فرمائی ہے۔ نصابی کتب یعنی ایف اے (FA) اور بی اے (BA) کی اسلامیات کی تحریر و تشریح میں بھی پروفیسر صاحب کا کام خوب دادِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔ اسی وجہ سے علمی اور تحریری مجالس میں نہ صرف پہچانے جاتے ہیں بلکہ بہت قدر کی نگاہ سے بھی

دیکھے جاتے ہیں۔

☆ذ۔ اوصاف و خصائص

اللہ کریم خوشامد سے محفوظ رکھے، اور اعترافِ حقیقت کی توفیق ارزانی فرمائے، یہ سطور اعترافِ عظمت کی ایک معمولی کوشش ہے، جس سے ہیرے کو تراشنے والے کی قدر دانی ظاہر ہو رہی ہے، پروفیسر صاحب میں دیانت و محنت، حوصلہ و برداشت اور اپنے کام سے اخلاص جیسی صفات حقیقت میں اپنے شیخ کی صفات کا پرتو ہیں، لہٰذا یہ بالواسطہ شیخ کی عظمت کا اعتراف ہے، شریعت پر عمل کی حکیمانہ تبلیغ و ترغیب ان کا خاص وصف ہے، لایعنی کاموں سے خود بھی گریزاں رہتے ہیں، اور دوسروں کو بھی غیر ضروری چیزوں سے احتراز کرنے کا مشورہ دیتے ہیں، فرائض کی پابندی تن دہی سے کرتے ہیں، غیر اخلاقی سرگرمیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ شیخ طریقت کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف شوق سے پڑھتے ہیں، علالتِ طبع کے باوجود حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں تسکینِ قلب و روح محسوس کرتے ہیں، محترم عارف صاحب کی مرنجاں مرنج طبیعت سے انسان اس قدر مانوس ہو جاتا ہے، کہ ان کا محفل سے اُٹھ جانا ایک بہت بڑا نقصان سمجھا جاتا ہے۔

۵۔ محترم شیخ احمد دین چشتی

شیخ خاندان فیصل آباد میں تجارتی کنجی کی حیثیت رکھتا ہے، خانقاہِ سراجیہ کا پروردہ اور دل و جان سے اس درگاہ کا فدائی سمجھا جاتا ہے، ہندوستان سے لے کر پاکستان کے شہر فیصل آباد تک اور اس کے مختلف صوبوں اور اضلاع کے دیہاتوں تک ان کی سنگت و معیت کا کوئی ثانی نہیں ہے، ان جانثاروں اور فداکاروں میں ایک نام مخلص و وفا کیش، جانثار مرید و خلیفہ محترم جناب شیخ احمد دین چشتی کا ہے، جو دو (۲)

جنوری ۱۹۳۶ء میں ہندوستان میں پیدا ہوئے، قرآن مجید کی تعلیم اپنے علاقے کے حافظ صاحب سے حاصل کی، ابھی گیارہ سال کے ہی تھے تو پاکستان بن گیا، یہ لائل پور میں آگئے اور اسلامیہ کالج سے ایف اے (FA) تک تعلیم حاصل کی۔

☆الف۔ بیعت و خدمت آستانہ عالیہ

والدین کی رغبت اور صالحین کی صحبت نے مَن میں موجود فطری روحانی میلان کو تقویّت دی، ۱۹۵۸ء میں سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ سراجیہ میں شیخ المشائخ حضرت قبلہ الشاہ محمد ظہور الحقؒ (م ۱۹۸۴ء) کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوگئے، پاک و ہند کے عظیم ترین روحانی سلسلہ کی مالا میں پروئے گئے، شیخ صاحب کے والدِ گرامی الحاج صوفی برکت علیؒ چشتی کا وصال ۱۹۷۹ء میں فیصل آباد میں ہوا، جو اسی سلسلہ میں انہیں بزرگوں سے بیعت تھے، والد کا سایہ سر سے اُٹھ جانے کی وجہ سے کبھی نہ پُر ہونے والا خلا پیدا ہوگیا، شیخِ طریقت کی محبت وصحبت تیز سے تیز تر ہوگئی، آستانہ عالیہ کی خدمت کا شوق اس لئے بڑھ گیا کہ یہاں سے والد گرامی کا پیار اور طریقت کا درس یکساں مل رہا تھا، اسی وجہ سے ۱۹۸۰ء میں جماعتِ سراجیہ کے جنرل سیکریٹری مقرر ہوئے، تا حال یعنی ۲۰۱۰ء تک (جب یہ سطور تحریر کی جا رہی ہیں) یہ سعادت بدستور قضاوقدر نے انہیں کے نام کر دی ہے۔

☆ب۔ مشاغلِ روحانیہ اور منازلِ سلوک

تلاوتِ قرآن مجید کے ساتھ اپنے سلسلۂ عالیہ کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف کی پابندی کرتے ہیں، ان نفلی امور میں بھی اسی طرح خیال کرتے ہیں جس طرح فرائض کی پابندی کی جاتی ہے، محافل میں ذکر بالجہر کی کیفیت دیدنی ہوتی ہے، ذکر حدّادی یعنی شاذلی حلقۂ ذکر جو آستانہ عالیہ پر سالانہ عرسِ مبارک میں بعد از نمازِ

عصر کھڑے ہو کر دائرے میں گھومتے ہوئے بلند آواز میں اسم جلالت اللہ ﷻ کا ذکر کرتے ہیں، بقول امیر خسروؒ گویا منظر یوں ہوتا ہے۔

ع   بہر سُو رقصِ بسمل بود شب جائے کہ مَن بودم

جس جگہ پر میں رات کو تھا وہاں ہر طرف مرغِ بسمل کی طرح معرفت الٰہی کے متلاشی تڑپ رہے تھے گویا ایک رقصِ بسمل کا سماں تھا۔

ذاکرین زبان سے لفظِ اللہ ﷻ ادا کرتے ہوئے اپنے دائیں بازو کو زمین کی طرف فضا میں مارتے ہیں اور دایاں قدم بھی آگے رکھتے ہیں، بایاں ہاتھ پیٹ کے ساتھ رکھتے ہیں، یہ منظر جہاں پُر کیف اور روحانی ہوتا ہے، وہاں شیخ صاحب کا خود ذکر کرنا، دوسروں کو ذکر کروانا اور نظم وضبط کا خیال کرنا بھی ایک دیکھنے والا عمل ہوتا ہے، ان کی روحانی وابستگی اور ذکر میں اِنہماک کے بارے میں راقم الحروف کے درویش طبع دوست، روحانی ذوق رکھنے والے حضرت علامہ مولانا **حافظ محمد امیر صاحب چشتی** محلّہ نور پور فیصل آباد فرماتے ہیں:

"شیخ صاحب کو ذکر کرتے ہوئے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے، کہ کوئی صاحبِ حال اور فنا فی الشیخ اللہ ﷻ کے ذکر میں ڈوب کر یادِ الٰہی ﷻ کی روحانی لذّتیں حاصل کر رہا ہے۔"

☆ج۔ شیخ صاحب اور تجارت

شیخ صاحب تاجرانہ ذہن کے مالک بھی ہیں، اسی وجہ سے بازار میں صابری کریانہ سٹور قائم کر رکھا ہے، جس سے رزقِ حلال کماتے ہیں اور اسی سے اہل و عیال کا گزر بسر کرتے ہیں، تصوّف وروحانیت کے ساتھ تعلقاتِ عامہ اور ہر دلعزیز ہونے کی وجہ سے تجارتی دنیا میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، فیصل آباد کے

تجارتی مرکز میں آل پاکستان مرکزی انجمن تاجران پنجاب زون فیصل آباد کے وائس چیئر مین رہے ہیں، یعنی شیخ صاحب فعّال سوشل ورکر (Social worker) کے طور پر بھی اچھی شہرت کے حامل ہیں، جس کو بے لوث خدمت خلق اور عبادت سمجھ کر خلوص سے سرانجام دیتے ہیں۔

☆د۔ خلافت و اجازت

شیخ صاحب جہاں بڑے حلیم الطبع اور خوش مزاج واقع ہوئے ہیں، وہاں بڑے متین اور اور پروقار سنجیدگی کے بھی مالک ہیں، آستانہ عالیہ کی خدمت کو مرکزی حیثیّت دیتے ہیں، بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں، طب اور حکمت سے بھی ایک گوناں شغف رکھتے ہیں۔ قبلہ شیخ المشائخ حضرت **الشاہ محمد ظہور الحق چشتی** رحمۃُ اللہ علیہ (م۔۱۹۸۴ء) نے اپنے اس تربیّت یافتہ مرید کو ۱۹۸۳ء میں خلافت واجازت کی ذِمّہ داری عطا فرمادی، وہ اُمت مسلمہ کے طالبین حق کی تربیّت کرکے اپنے ہی شیخ کے حلقۂ اِرادت میں شامل کروادیتے ہیں، بطور عاجزی خود مرید کرنے سے ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ اکثر وبیشتر اپنے شیخ طریقت کی خوبیوں کا ذکر بڑی دل جمی اور فیاضی سے کرتے ہیں۔

امیرِ جماعتِ سراجیہ حضرت میاں الشاہ **محمد ضمیر الحق** مدظلہٗ العالی کے ساتھ قربت کا یہ حال ہے کہ تبلیغی اور اصلاحی دوروں پر شکر گڑھ، لاہور، پاکپتن شریف جاتے ہیں، واپسی پر ساہیوال کی تعیناتی کے دوران راقم کے پاس آرمی کینٹ میں تشریف لاتے تو وہاں کے نظم وضبط سے دلی فرحت وسرور کا اظہار فرماتے تھے۔ کھڑیانوالہ، بچیانہ راقم کا گاؤں چک نمبر ۷/۶۵۶ گ ب، چنڈو وڈالہ اور فیصل آباد کے نواحی علاقوں میں تبلیغی دورے بھی شیخ صاحب کی معیّت میں

مکمل ہوتے ہیں، دیگر کئی مقامات پر مریدین ومتوسلین کے پاس بھی شیخ صاحب ہمراہ ہوتے ہیں۔ شیخ صاحب حُقہ نوشی کا ذوق بھی رکھتے ہیں، مگر اس کے باوجود ان کا امیرِ جماعتِ سراجیہ کے ساتھ شریکِ سفر ہونا یہ اس بات کی علامت بھی ہے کہ پیر اور مرید کے مابین کس قدر یقین اور وثوق کے ساتھ قربت اور روحانی تسکین کی فضا قائم ہے۔

☆ذ۔ شیخ صاحب کی اولاد

شیخ احمد دین صاحب نے عائلی زندگی اختیار کی تو مالکُ الملک نے تین **بچے**

☆۱۔ شیخ محمد صدیق ☆۲۔ شیخ محمد رفیق

☆۳۔ شیخ محمد شفیق ☆دو (۲) بچیاں عطا فرمائیں۔

۱۹۹۴ء میں شیخ صاحب کی اہلیہ محترمہ کا وصال ہوگیا، پھر انہوں نے بقیہ زندگی خانقاہ سراجیہ کی مصروفیات کی نذر کردی ہے۔

۶۔ محترم شیخ محمد اسحاق چشتی

آستانہ عالیہ صابریہ سراجیہ کے دیرینہ متوسلین اور ریزہ چینوں میں ایک محترم شیخ محمد اسحاق چشتی بھی ہیں، جن کے دل میں فطرتی خدمت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، جنھوں نے اپنی زندگی کے اکثر اوقات اپنے شیخ کے قدموں پر نثار کر دیئے ہیں، وہ مال ودولت صرف کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھتے۔ شیخ طریقت حضرت قبلہ **الشاہ مُحمّد ظہورُالحق نوّراللہ مَرقدہٗ** (م۔۱۹۸۴ء) کے ساتھ شیخ صاحب کی قربت ومعیّت کا یہ حال ہے کہ ملک عزیز پاکستان کے طول و عرض اور دریائے چناب کے ساحل کی خلوتوں میں ہی نہیں بلکہ سرحد پار دیارِ حبیبِ کائنات، فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دیس میں بھی بلاشرکتِ غیرے ان کو یہ بابرکت صحبت نصیب رہی ہے۔

تجارتی مرکز میں آل پاکستان مرکزی انجمن تاجران پنجاب زون فیصل آباد کے وائس چیئرمین رہے ہیں، یعنی شیخ صاحب فعّال سوشل ورکر (Social worker) کے طور پر بھی اچھی شہرت کے حامل ہیں، جس کو بے لوث خدمت خلق اور عبادت سمجھ کر خلوص سے سرانجام دیتے ہیں۔

☆د۔ **خلافت و اجازت**

شیخ صاحب جہاں بڑے حلیم الطبع اور خوش مزاج واقع ہوئے ہیں، وہاں بڑے متین اور اور پروقار سنجیدگی کے بھی مالک ہیں، آستانہ عالیہ کی خدمت کو مرکزی حیثیت دیتے ہیں، بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں، طب اور حکمت سے بھی ایک گوناں شغف رکھتے ہیں۔ قبلہ شیخ المشائخ حضرت **الشاہ محمد ظہور الحق چشتی** رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۹۸۴ء) نے اپنے اس تربیّت یافتہ مرید کو ۱۹۸۳ء میں خلافت واجازت کی ذِمّہ داری عطا فرمادی، وہ اُمت مسلمہ کے طالبینِ حق کی تربیّت کر کے اپنے ہی شیخ کے حلقۂ ارادت میں شامل کروا دیتے ہیں، بطور عاجزی خود مرید کرنے سے ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ اکثر و بیشتر اپنے شیخ طریقت کی خوبیوں کا ذکر بڑی دل جمی اور فیاضی سے کرتے ہیں۔

امیرِ جماعتِ سراجیہ حضرت میاں الشاہ **محمد ضمیر الحق** مدظلہٗ العالی کے ساتھ قربت کا یہ حال ہے کہ تبلیغی اور اصلاحی دوروں پر شکر گڑھ، لاہور، پاکپتن شریف جاتے ہیں، واپسی پر ساہیوال کی تعیناتی کے دوران راقم کے پاس آرمی کینٹ میں تشریف لاتے تو وہاں کے نظم وضبط سے دلی فرحت وسرور کا اظہار فرماتے تھے۔ کھرڑیانوالہ، بچیانہ راقم کا گاؤں چک نمبر ۶۵۶/۷ گ ب، چنڈو وڈالہ اور فیصل آباد کے نواحی علاقوں میں تبلیغی دورے بھی شیخ صاحب کی معیت میں

مکمل ہوتے ہیں، دیگر کئی مقامات پر مریدین و متوسلین کے پاس بھی شیخ صاحب ہمراہ ہوتے ہیں۔ شیخ صاحب حُقہ نوشی کا ذوق بھی رکھتے ہیں، مگر اس کے باوجود ان کا امیرِ جماعتِ سراجیہ کے ساتھ شریکِ سفر ہونا یہ اس بات کی علامت بھی ہے کہ پیر اور مرید کے مابین کس قدر یقین اور وثوق کے ساتھ قربت اور روحانی تسکین کی فضا قائم ہے۔

☆ذ۔ **شیخ صاحب کی اولاد**

شیخ احمد دین صاحب نے عائلی زندگی اختیار کی تو مالکُ الملک نے تین **بچے** ☆۱۔ شیخ محمد صدیق ☆۲۔ شیخ محمد رفیق ☆۳۔ شیخ محمد شفیق ☆دو (۲) بچیاں عطا فرمائیں۔

۱۹۹۴ء میں شیخ صاحب کی اہلیہ محترمہ کا وصال ہوگیا، پھر انہوں نے بقیہ زندگی خانقاہ سراجیہ کی مصروفیات کی نذر کردی ہے۔

۶۔ **محترم شیخ محمد اسحاق چشتی**

آستانہ عالیہ صابریہ سراجیہ کے دیرینہ متوسلین اور ریزہ چینوں میں ایک محترم شیخ محمد اسحاق چشتی بھی ہیں، جن کے دل میں فطرتی خدمت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، جنہوں نے اپنی زندگی کے اکثر اوقات اپنے شیخ کے قدموں پر نثار کر دیئے ہیں، وہ مال و دولت صرف کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھتے۔ شیخ طریقت حضرت قبلہ **الشاہ محمد ظہور الحق نوّر اللہ مرقدہٗ** (م۔۱۹۸۴ء) کے ساتھ شیخ صاحب کی قربت و معیّت کا یہ حال ہے کہ ملک عزیز پاکستان کے طول و عرض اور دریائے چناب کے ساحل کی خلوتوں میں ہی نہیں بلکہ سرحد پار دیارِ حبیبِ کائنات، فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دیس میں بھی بلا شرکتِ غیرے ان کو یہ بابرکت صحبت نصیب رہی ہے۔

☆الف۔ولادت اور بیعتِ طریقت

شیخ صاحب نے ۳۱ جنوری ۱۹۳۱ء میں ہندوستان میں حاجی صوفی برکت علیؒ چشتی کے گھر میں آنکھ کھولی، جونہی کچھ بڑے ہوئے تو قرآن مجید کی تعلیم دلائی گئی، بزرگوں کی محبت تو موروثی ان کے دامن میں تھی، اسی وجہ سے ۲۴ دسمبر ۱۹۵۴ء میں شیخ طریقت الشاہ محمد ظہور الحقؒ چشتی صابری قلندری کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے، صوفیانہ زندگی میں بیعت کا دن ہی دراصل صوفی کا یومِ ولادت ہوتا ہے، شیخ صاحب نے ساتھ سنتِ مصطفیٰ ﷺ اپنے چہرے پر سجالی، شیخ صاحب ذکرِ الٰہی کی ہر مجلس میں صرف اس لئے شرکت کرتے ہیں، کہ اس سے روح صیقل ہوتی ہے، دلوں کا زنگ اُترتا ہے، دنیا کی محبت عنقا ہو جاتی ہے، یادِ مولیٰ کے کیف وسرور اور روحانی سرشاریاں نصیب ہونے کے ساتھ کچھ دیر ذاکرین و واصلین اور مخلصین طالبینِ مولیٰ کی صحبتِ صالحہ بھی نصیب ہوتی ہے۔

☆ب۔تربیّت شیخ کا فیضان

۱۹۶۲ء میں شیخ صاحب کی والدہ محترمہ داغِ مفارقت دے گئیں، بیس (۲۰) سال بعد ۱۹۸۲ء والدِ محترم شیخ حاجی صوفی برکت علیؒ بھی دنیائے فانی سے دارِ باقی کی طرف سدھار گئے۔صوفی صاحب کے بچوں میں جب وراثت تقسیم ہوئی تو شیخ محمد اسحاق صاحب کو بائیس ہزار روپے (۲۲۰۰۰) ملے جوان کے حساب سے کم تھے، یہ شکایت لے کر اپنے مونس وغمخوار آقا، دکھی دلوں کے دلدار آقا، اپنے کریم شیخ طریقت کی بارگاہ میں آگئے، تو شیخ طریقتؒ نے ازراہِ تربیّت فرمایا:

"دنیا کی محبت میں دولت کو باربار گنا نہ کرو، اس نے کسی سے وفا نہیں کی، یہ کم نہیں ہے، کیا اس کو اللہ کریم جلّ وعلا بائیس (۲۲) لاکھ یا بائیس کروڑ

نہیں کر سکتا؟ شیخ صاحب! اللہ کریم پر بھروسہ کرو اور اسی پر اکتفاء کرو، اس کے چھپے ہوئے خزانوں کا کسی کو علم نہیں ہے، وہ بغیر حساب کے نا معلوم کن کن ذرائع سے دیتا ہے۔"

شیخ محمد اسحاق کو اس تربیّتی گفتگو کا یہ فیضان ملا کہ دل سے محبتِ دنیا کم ہوگئی، اس کا ہونا یا نا ہونا یکساں ہوگیا۔شیخ صاحب تجارتی ذہن رکھتے ہیں، سوت کا کام کرتے ہیں، نشاط کالونی، کریسنٹ ٹیکسٹائل مل اور کئی جگہوں پر سوت مہیا کرتے ہیں مگر اس تجارت نے کبھی بھی ذکر و مشاغل روحانیہ میں رکاوٹ پیدا نہیں کی، گویا:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ۔ ⟨۱⟩

(اللہ کے نور کے حامل) وہی مردانِ (خدا) ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے، اور نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ ادا کرنے سے (بلکہ دنیوی فرائض کی ادائیگی کے دوران بھی وہ ہمہ وقت) اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں (خوف کے باعث) دل اور آنکھیں (سب) اُلٹ پلٹ ہو جائیں گی۔

یعنی یہ تجارت کبھی معیتِ شیخ میں آڑے نہیں آئی، شیخ صاحب کے فدا کاری اور جانثاری کے جذبے کو ہمیشہ سراہا جاتا ہے، خدمت کو یاد کیا جاتا ہے۔شیخِ طریقت کی دعا سے نفس دشمن کی غرور و نخوت جیسی ہلاکت خیز چالوں سے بھی محفوظ رہتے ہیں، ان کی گردن اپنے کریم مولیٰ کی بارگاہ میں سراپائے تشکّر و امتنان بن کر

⟨۱⟩ النور ۲۴: ۳۷

جھکی رہتی ہے۔ یہ چلہ کشی کے بھی شوقین ہیں، اسی وجہ سے ایک جن نے بھی اپنی خدمات ان کے سپرد کردی تھیں۔

شیخ صاحب فرائض کی پابندی کے ساتھ حلال وحرام کا بھی خاص خیال رکھتے ہیں، مشاغلِ روحانیہ میں بڑے شوق سے مصروف رہتے ہیں۔ شیخِ طریقت نے منازلِ سلوک طے کرواکر ۱۹۸۳ء میں ان کو بھی سندِ خلافت واجازت مرحمت فرما کر روحانی ذِمّہ داریوں میں اضافہ کردیا۔ جو طالبینِ ہدایت بھی ان کے پاس حاضر ہوتے ہیں، ان کو مناسب تربیّت فرما کر اپنے شیخ طریقت کی بارگاہ میں لاکر مرید کروا دیتے ہیں، اپنا پیر بھائی بنا لیتے ہیں، اسی میں ان کو بہت سکون ملتا ہے، پیرِ کامل کا پاسِ ادب اور عاجزی کے ساتھ طالبینِ مولیٰ کو خود مرید کرنے کی جرأت نہیں کرتے، اور کہتے ہیں کہ مجھے اپنے حق شناس اور حق کی راہ دکھانے والے شیخ کی موجودگی میں کسی کو اپنا مرید بنانے میں ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے۔ اس خانقاہ کے اکثر خلفائے کرام کے ساتھ جہاں تک راقم الحروف کو بیٹھنے اور مشاہدہ کرنے کا موقع ملا ہے، اُن میں سے زیادہ تر کو اپنا حلقۂ ارادت بڑھانے کی بجائے اپنا پیر بھائی بنانا زیادہ پسند ہے، بہت کم خلفاء ہیں جو مرید کرتے ہیں۔

☆ج۔ سفرِ حج میں معیّتِ شیخ

شیخ صاحب نے اپنے پیرومرشد کی معیّت میں پہلا سفرِ حج ۱۹۵۶ء میں کیا، بعد میں گاہے گاہے بھی حرمین شریفین کے کئی مبارک اور نورانی سفر کیے، جن میں سے آٹھ (۸) حج بحری جہاز پر اپنے پیرومرشد کے ساتھ ادا کیے، بحری جہاز تقریباً آٹھ (۸) دن میں کراچی کے ساحل سے جدہ کے ساحل پر لنگر انداز ہوتا ہے، اس ایمان افروز سفرِ حج کی برکتوں کا ہم کیا اندازہ لگا سکتے ہیں؟

ے دنیا دے سفراں توں بندہ تھک وی تے جاندا اے
پر سفر مدینے دا ہر بار بڑا سوہنا

جس کے پہلو میں مرشد گرامی قدر بھی ہوں، دل میں بیتُ اللہ شریف کی آرزوئیں ہوں، نگاہیں کبھی رُخِ محبوب پر اور تصوّر میں کبھی غلافِ کعبہ پر پڑتی ہوں، نہ جانے دل کی دنیا میں کس قدر ہیجانات اور روحانی انقلابات آ رہے ہوں گے، باطن میں جذبات واحساسات کی جھلمل جھلمل کرتی نور کی کہکشائیں سجتی ہوں گی، یہ دراصل وہی جانے جس نے یہ سعادت لوٹی ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ سفرِ حج کے دوران شیخ صاحب کو اپنی جان سے پیارے مرشد ومربّی کی خدمت سے بھی دارین کی خوبیاں دامنِ دل میں سمیٹنے کی سعادت نصیب ہو رہی تھی، پھر ایک بار نہیں بلکہ تقریباً آٹھ (۸) بار **مکۃُ المُکرّمہ** اور **مدینۃُ المنوّرہ زَادَهُمَا اللّٰهُ بَرَكَاتُهما وشَرَفَاتُهما** کی حاضری ہوئی، وہ جہاں حرمین شریفین کے انوار وبرکات حاصل کرتے تھے، وہاں شیخ کی قدم بوسی اور خدمت سے بھی روحانی لذّت حاصل کرتے تھے، ان نورانی برسات کے کیف آگیں لمحات کو سمیٹنے میں یقیناً ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ یہاں تک بس نہیں بلکہ شیخ صاحب نے گیارہ (۱۱) عمرے ادا فرما کر بھی ایسی بہت سی روحانی سعادتیں سمیٹی ہیں۔

☆د۔ سالانہ عرس پر حلوہ کی تیاری

شیخ محمد اسحاق چشتی صاحب کو دیگر سعادتوں کے ساتھ ایک یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ ۱۹۵۶ء سے ہر سال آستانہ عالیہ صابریہ سراجیہ فیصل آباد پر ۲۶ دسمبر کو عرس شریف کی آخری نشست ہوتی ہے، چاشت کی نماز کے بعد ختم شریف کے لئے جو حلوہ تیار کیا جاتا ہے، وہ شیخ صاحب خود اپنی زیرِ نگرانی تیار کرواتے ہیں، وہ ایک

خاص حلوہ ہے، اس کو کھانے والے بھی نمازی ہوتے ہیں، اور پکانے والے نہ صرف نمازی بلکہ اس خانقاہ کے خلفائے کرام ہوتے ہیں، سگریٹ اور حُقہ پینے والوں کو اس کے کھانے کی اجازت نہیں ہے، اگر کوئی کھاتا تو اس کے پیٹ میں درد ہوجاتا ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ ایصال ثواب کے تبرک کی بابت یہ پابندی قرآن و سنت میں نہیں ہے بلکہ نیک لوگوں کی لگائی ہوئی ہے، اس پابندی کی ایک وجہ یہ ہے، لوگوں کو حُقہ اور سگریٹ کی نحوست سے متنفر کیا جائے، ہندوستان میں تمباکو نوشی عام ہے، یہ صرف زیبِ داستان ہی نہیں، بلکہ اس ختم میں عمر رسیدہ کئی لوگ ایسے بھی شریک ہوتے ہیں، جن سے راقم الحروف کی ملاقات ہوئی ہے، وہ بتاتے ہیں کہ واقعۃً اگر کوئی آزمانے کے لئے کھاتا تھا تو اس کے پیٹ میں اسی وقت تکلیف شروع ہو جاتی تھی، اگر پیرومرشد ختم شریف کے بعد کسی کو اجازت مرحمت فرمادیتے تو وہ کھا سکتا تھا، اجازت کے بعد اس کو کچھ بھی نہ ہوتا تھا۔

اس حلوہ کی تیاری کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ بھی اس کے لیے دام و درہم یعنی نقدی اور روپے پیسے کی صورت میں حصہ لیتے ہیں، وہ رقم شیخ صاحب کے پاس جمع ہوتی ہے، اس میں سے دینے والے کو آدھے پیسے واپس کردیئے جاتے ہیں، مثلاً اگر کسی نے ایک سو (۱۰۰) روپے دیئے تو اس کو پچاس (۵۰) واپس کردیئے، نیت یہ ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو یہ برکت نصیب ہوجائے، شیخ صاحب کی یہ ادا بھی مرشد کی نگاہوں میں قبول ہوگئی ہے۔

☆ذ۔ **شیخ صاحب کی اولاد**

اللہ کریم جلّ وعلا نے شیخ صاحب کو مال و دولت کے ساتھ ظاہری وجاہت اور سطوت بھی عطا فرمارکھی ہے، آپ نے مسنون عائلی زندگی اختیار کی تو اولاد کی

دونوں صورتیں یعنی نعمت اور رحمت سے نوازے گئے، تین بچے یہ ہیں:

☆۱۔ شیخ محمد یونس

☆۲۔ شیخ محمد یوسف

☆۳۔ شیخ محمد علی

☆۴۔ چھ (۶) بچیاں (رحمتیں) عطا ہوئیں۔

یہ اولاد نعمت و رحمت کی صورت میں بھی شیخ صاحب کی طرح آستانہ عالیہ صابریہ سراجیہ کی خدمت میں کسی سے کم نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

نوٹ:

اِنْ شَآءَ اللّٰہ تعالیٰ امیر جماعتِ سراجیہ یعنی موجودہ سجادہ نشین حضرت **الشاہ میاں مُحمّد ضمیرُالحق مدّ ظلّہٗ العالی** اور دیگر خانقاہِ سراجیہ کے خلفائے کرام کا ذکرِ جمیل **انوار سراجیہ** کی دوسری جلد میں شائع کیا جائے گا۔

الف اے تن میرا چشمہ ہوئے ، میں مرشد ویکھ نہ رجاں ھُو
میرے لوں لوں دے مُڈ لکھ لکھ چشمہ اک کھولاں اک کجاں ھُو
اتناں ڈٹھیاں منوں صبر نہ آوے ، میں ہور کدے ول بھجاں ھُو
مرشد دا دیدار ہے باھُو مینوں لکھ کروڑاں حجاں ھُو

تربیّت یافتہ آستانہ عالیہ چشتیہ صابریہ سراجیہ عزت مآب محترم جناب

ہیڈ ماسٹر (ر) **عبد الرشید افضل صاحب**

کے انوارِ سراجیہ پر تأثرات

انہوں نے یہ محبت نامہ یکم مئی ۲۰۱۰ء کو تحریر کیا، جس میں وہ رقم طراز ہیں:

کتاب تیار کرنے میں آپ (محمد حنیف چشتی فاضل بھیرہ شریف) کی مساعیِ جمیلہ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ سراجیہ ظہوریہ کے لئے خصوصی تحفہ ہیں۔ آپ نے تا حال گوہرِ پوشیدہ کو آشکار کر کے اراکینِ جماعت کے لئے گراں قدر معلومات فراہم کرنے کے ساتھ سلسلہ کے فیوضات تک رسائی کو بھی آسان بنا دیا ہے۔

جب بھی دنیاوی مصروفیات کے زنگ کی وجہ سے انسان کے روح وقلب پر سُستی وکاہلی غالب آنے کی کوشش کرتی ہے تو اولیائے کرام اور بزرگانِ سلف کے احوال وواقعات سے روحانی تسکین ملتی ہے، دعوت الی اللہ اور دعوتِ دین کے مطابق زندگی بسر کرنے کی حرارت محسوس ہونے لگتی ہے، انسان پھر سے ان بزرگانِ دین کی حیاتِ پُرنور سے ضُو گیر ہو کر ذکر واذکار کی طرف مائل ہو جاتا ہے، جس سے اس کی دینی ودنیاوی اور اُخروی زندگی میں بہتری آجاتی ہے۔

اللہ پاک آپ کو اس کوشش پر اجرِ عظیم عطا فرمائے اور ہم سب کا حشر اللہ کریم کے نیک بندوں کے ساتھ فرمائے، ہم سب کا خاتمہ ایمان پر ہو، آخرت میں گروہِ اَبرار کے ساتھ جنت الفردوس میں داخل فرمائے، آمین ثم آمین: آپ کے لئے اور تمام سلسلہ میں داخل سالکین ومریدین کے لئے ڈھیروں نیک دعاؤں کے ساتھ اجازت کا خواستگار: آپ کا بھائی: عبد الرشید افضل

جماعتِ سراجیہ کا پیغام

جماعت سراجیہ اپنے تمام متعلقین اور متوسلین، مریدین اور منسلکین کو جو پیغام دیتی ہے اس کے چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

☆ اتحاد بین المسلمین

مسلم دشمن قوتوں کی سازشوں اور شاطرانہ چالوں کو ناکام بنانے کے لئے فرقہ واریت، تعصب اور تنگ نظری کے زہر کا تریاق اتحاد بین المسلمین ہے۔

☆ تعلیم

اسلام کے غلبہ کے لئے ہر مسلمان کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔

علم (سائنس) کے ہتھیار سے اسلام غالب اور پاکستان مستحکم ہوگا۔

☆ خدمت خلق

اپنی صلاحیّت اور طاقت کے مطابق عوام کی خدمت سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆

جماعتِ سراجیہ کا منشور

جماعتِ سراجیہ کے منشور کے چیدہ چیدہ نکات درج ذیل ہیں:

☆ نماز کی پابندی

قرآن پاک میں ہے: ”بے شک نماز اہلِ ایمان پر مقررہ وقت کے

کے لحاظ سے فرض ہے"۔ (النساء ۴:۱۰۳)

☆ حصولِ تعلیم

کوئی سراجی بچہ اَن پڑھ نہ ہو۔ فرمان رب العالمین ہے:

"کیا عالم اور اَن پڑھ (سب) برابر ہو سکتے ہیں"؟ (الزمر ۳۹:۹)

☆ فرقہ واریّت اور تعصّب سے مکمل اجتناب

اسلام دشمن قوتیں ایک سازش کے تحت مسلمانوں میں فرقہ واریّت اور تعصّب کا زہر گھول رہی ہیں، جس کا مقابلہ صرف اتحاد و اتفاق بین المسلمین سے ہو سکتا ہے، قرآن پاک میں ہے: "تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو۔ (آل عمران ۳:۱۰۳)

☆ ایثار وخدمت

جماعتِ سراجیہ کے ہر رکن کا امتیاز یہ ہے کہ جماعتی ارکان کے دکھ سکھ میں شرکت، عوام کی خدمت، ایثار و قربانی جو ایمان والوں کی علامت ہے یعنی: "اپنی شدید حاجت کے باوجود دوسروں کو اپنے پر ترجیح دیتے ہیں"۔ (الحشر ۵۹:۹)

☆ حُسنِ اَخلاق

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے: "(اے حبیبِ مکرم!) آپ درگزر فرمانا اختیار کریں نیکی کا حکم دیتے رہیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔" (الاعراف ۷:۱۹۹)

اشاریہ



انجمن صابریہ سراجیہ اور مسجد کا مرکزی دروازہ فیصل آباد



31 مارچ 1990 میں خانقاہِ سراجیہ کی تقریب انعامات میں قبلہ میاں محمد ضمیر الحق مدظلہٗ العالی کے ساتھ مصنف محمد حنیف چشتی کھڑے ہیں

آیات کا ابتدائیہ

آیات کا ابتدائیہ

آیات کا ابتدائیہ

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ
عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ۔ 〈الزخرف: ۶۷:۴۳〉

سارے دوست واحباب اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔ (انہی کی دوستی اور ولایت کام آئے گی۔)

عرفان القرآن: مترجم شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

احادیث و آثار کے اطراف

احادیث و آثار کے اطراف

❁❁❁❁❁

هم خدا خواهی وهم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

تو خدا کو بھی چاہتا ہے اور ذلیل دنیا کو بھی یہ
خیال اور جنون اور محال بات ہے۔

مثنوی مولانا رومؒ

اَسماء و اعلام

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
﴿حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبالؒ﴾

بلاد و امصار اور اماکن

تھے اپنے حال سے جب بے خبر رہے ڈھونڈتے اوروں کے عیب وہنر
پڑی اپنے گناہوں جب نظر تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا

(بہادر شاہ ظفر)

اشعار

نمبر شمار	اشعار	شاعر	صفحہ
۱۰	زیارت گاہ اہل عزم و ہمت ہے لحد میری کہ خاکِ راہ کو میں نے بتایا رازِ الوندی	اقبالؒ	۴۰
۱۱	تیرا خاورِ درخشاں رہے تا ابد فروزاں تیری صبح نور افشاں کبھی شام تک نہ پہنچے	اقبالؒ	۴۱
۱۲	أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا	امام اعظم ابوحنیفہؒ	۴۲
۱۳	ع۔ گر قبول افتد زہے عزو شرف		۴۹
۱۴	یہ بڑے کرم کے فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے		۷۲
۱۵	کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غائب جانے دیگر است	شیخ احمد جامؒ	۷۹
۱۶	ذکر اُو سرمایہ ایماں بود ہر گدا از ذکر او سلطاں بود	شیخ عطارؒ	۸۰
۱۷	بندگی چوں گدایاں بشرطِ مُزد مکن کہ خدا خود رسمِ بندہ پروری مے داند		۸۵
۱۸	مجھے ہوش کب تھا رکوع کا مجھے کام کیا تھا سجود سے کسی نقشِ پا کی تلاش تھی جو جھکا رہا میں نماز میں	اقبالؒ	۹۳
۱۹	ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدا نہ بخشند	شیخ سعدیؒ	۹۹

نمبر شمار	اشعار	شاعر	صفحہ
۲۰	بڑی مدت کے تیرہ بختیوں نے صبح پھر اک بہار آمیز دیکھی قبائے تیرگی کو چاک دیکھا سحر دیکھی مگر ضو گیر دیکھی	مولانا دولت علی عارفؒ	۱۰۱
۲۱	یارب! کشا بر من درہائے بستہ را محتاجِ غیراں نہ کنی مَن شکستہ را کس نیست درجہاں کہ نازِ من قبول یارب! قبول ساز اُوئی ناقبول را		۱۰۸۔ ۲۸۰
۲۲	کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں	اقبالؒ	۱۱۰
۲۳	ہیں سراج الحق سراج الاولیاء جن کے دم سے مل گیا قربِ خدا کیا لکھوں اوصاف ان کے بے مثال نو عمر تھے عشق تھا ان کا کمال		۱۱۱
۲۴	اُفق پہ چھایا تھا جو اندھیرا وہ رفتہ رفتہ سمٹ رہا تھا	رئیس احمد امروہیؒ	۱۱۳
۲۵	فضا میں پھیلی تھی جو سیاہی وہ دم بدم منہ چھپا رہی تھی	رئیس امروہی	۱۱۳
۲۶	شیخ عراقیؒ کی مکمل نظم۔۔۔الخ		۱۲۳

نمبر شمار	اشعار	شاعر	صفحہ
۲۷	نگاہوں سے قتل کر دو نہ ہو تکلیف دونوں کو تجھے خنجر اُٹھانے کی مجھے گردن جھکانے کی		۱۲۴
۲۸	جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں	اقبالؒ	۱۲۵
۲۲	مگر کہاں چھوٹتی ہے یہ ظالم منہ کو لگی ہوئی		۱۲۶
۲۳	گنج بخشِ فیضِ عالَم مظہرِ نورِ خدا ناقصاں را پیر کامل ،کاملاں را رہنما	خواجہ معین الدین چشتیؒ	۱۲۷
۲۴	میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی میں اسی لئے مسلماں میں اسی لیے نمازی		۱۴۹
۲۵	ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن	اقبالؒ	۱۴۹
۲۶	نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اُن سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں	غلام مصطفیٰ خان شیفتہ	۱۵۱
۲۷	مقابل میں آتے ہیں پھر بن سنور کر کئی بار جو منہ کی کھائے ہوئے ہیں	غلام مصطفیٰ خان شیفتہ	۱۵۲
۲۸	تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ یہ شکستہ ہے تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں	اقبالؒ	۱۵۲
۲۹	جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا جو نکتہ وروں سے کھل نہ سکا وہ راز اک کملی والے (کے غلاموں) نے بتلا دیا چند اشاروں میں	مولانا ظفر علی خاںؒ	۱۵۸

نمبر شمار	اشعار	شاعر	صفحہ
۳۰	ضوءُ السراج صفحہ نمبر ۱۶۴ تا ۱۷۹	کئی شعرا	۱۶۴
۳۱	رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی سدھو نی مینوں دھیدو رانجھا ہیر نہ آکھے کوئی رانجھا میں وچ میں رانجھے وچ ہور خیال نہ کوئی میں نہیں او آپ ہی اپنی آپ کرے دل جوئی	بابا بلھے شاہؒ	۱۸۶
۳۰	وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود ہوتی ہے بندۂ مؤمن کی اذاں سے پیدا	اقبالؒ	۱۸۷
۳۱	خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں	اقبالؒ	۱۹۵
۳۲	ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد		۱۹۶
۳۳	نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ دلگیری	اقبالؒ	۱۹۹
۳۴	مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی		۲۰۵
۳۵	زندگی ہو میری پروانے کی صورت یارب! علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب!	اقبالؒ	۲۱۱
۳۶	**نظم** ۔ ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن ۔۔۔الخ	اقبالؒ	۲۳۶
۳۷	عطارؒ ہو رومیؒ ہو رازیؒ ہو غزالیؒ ہو کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی	اقبالؒ	۲۴۱

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ہماری درگاہ نا اُمیدی کی درگاہ نہیں ہے، اگر تونے سو (۱۰۰) بار بھی توبہ توڑی ہے تو پھر بھی تو واپس آجا۔

کتابیات

۱۔ قرآن مجید

۲۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، الشاہ احمد رضا بریلوی ؒ (م۔۱۳۴۰ھ)

۳۔ جمال القرآن، ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری ؒ (م۔۱۴۱۸ھ)

۴۔ عرفان القرآن، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ، لاہور

۵۔ تبیان القرآن۔ شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ، کراچی

۶۔ ضیاء القرآن۔ ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری ؒ (م۔ ۱۴۱۸ھ)

۷۔ تفسیر منہاج القرآن، البقرہ۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۸۔ الجامع الصحیح البخاری۔ امام ابو محمد بن اسمٰعیل بخاری ؒ (م۔۲۵۶ھ)

۹۔ الجامع الصحیح المسلم۔ امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج قشیری (م۔۲۶۱ھ)

۱۰۔ شرح صحیح مسلم ۔ شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی، کراچی

۱۱۔ جامع الترمذی۔ ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی ؒ (م۔۲۷۹ھ)

۱۲۔ سنن النسائی۔ ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب ؒ (م۔۳۰۳ھ)

۱۳۔ مسند احمد بن حنبل۔ امام احمد بن محمد حنبل ؒ (م۔۲۴۱ھ)

۱۴۔ مشکوٰۃ المصابیح۔ امام ولی الدین محمد بن عبداللہ ؒ تبریزی (م۔۷۴۲ھ)

۱۵۔ مجمع الزوائد۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر ؒ (م۔۶۰۷ھ)

۱۶۔ ریاض الصالحین علامہ محی الدین یحیٰی بن شرف النووی ؒ (م۔ ۶۷۶ھ)

۱۷۔ عرفان السنہ۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری۔ منہاج پبلیکیشنز لاہور۔

۱۸۔ منہاج السوی من الحدیث النبوی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری۔

۱۹۔ عوارف المعارف۔ شیخ شہاب الدین سہروردی ؒ (م۔۶۳۲ھ)

۲۰۔ کیمیاءِ سعادت۔ حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی ؒ (م۔۵۰۵ھ)

۲۱۔ غنیۃ الطالبین۔ غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ (م۔۵۶۱ھ)

۲۲۔ اسلامی تربیتی نصاب۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۲۳۔ تحقیقاتِ چشتی۔ نوراحمد چشتی، الفیصل غزنی سٹریٹ لاہور۔

۲۴۔ اقتباس الانوار۔ تصنیف شیخ محمد اکرم قدوسی ؒ
مترجم کپتان واحد بخش سیال، ضیاء القرآن پبلیکیشنز

۲۵۔ مراۃ الاسرار۔ تصنیف شیخ عبدالرحمٰن چشتی ؒ (م۔۱۰۶۴ھ)
مترجم کپتان واحد بخش سیال، ضیاء القرآن پبلیکیشنز۔

۲۶۔ فیضانِ میروی۔ خواجہ محمد فخرالدین چشتی ؒ پیر بلوی۔ (م۔۱۳۶۴ھ)
مترجم۔ پروفیسر محمد نصراللہ معینی، مکتبہ مرتضویہ پیر بل، سرگودھا۔

۲۷۔ آب کوثر۔ شیخ محمد اکرام۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ لاہور

۲۸۔ موجِ کوثر۔ ------ ---- --- ---

۲۹۔ رودِ کوثر۔ ------ ---- --- ---

۳۰۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ (م۔۱۱۷۴ھ)

۳۱۔ تاریخ الخلفا۔ علامہ جلال الدین سیوطی (م۔۹۱۱ھ)

۳۲۔ مثنوی مولوی معنوی، امام جلال الدین رومی، (م۔۶۷۲ھ)
انوار العلوم، مترجم علامہ عالم امیری، خدیجہ پبلیکیشنز لاہور۔

۳۳۔ جمالِ کرم۔ پروفیسر حافظ احمد بخش، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور۔

۳۴۔ جواہرِ نقشبندیہ۔ محمد یوسف نقشبندی، مکتبہ انوارِ مجددیہ، فیصل آباد۔

۳۵۔ اردو انسائیکلو پیڈیا، چوتھا ایڈیشن، فیروز سنز لاہور

۳۶۔ انبیائے کرام علیہم السلام کا انسائیکلو پیڈیا، ڈاکٹر ذوالفقار کاظم، بیت العلوم، پرانی انارکلی، لاہور۔

۳۷۔ ماہنامہ ضیائے حرم کا ضیاء الامت نمبر، لاہور۔

۳۸۔ سہ ماہی مجلہ معین الاسلام، بیر بل شریف، ضلع سرگودھا۔

۳۹۔ کلیاتِ اقبالؒ اردو۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ (م۔۱۹۳۸ء)

۴۰۔ شرح قصیدہ بردہ شریف، ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ (م۔۱۳۸۰ھ) لاہور

۴۱۔ نصابِ عشق۔ مرتب محمد محب اللہ اظہر، منہاج پبلی کیشنز، لاہور۔

۴۲۔ ماہنامہ مجلہ منہاج القرآن مئی، ۲۰۰۷ء۔ منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور۔

۴۳۔ ختم نبوت نمبر ۱۹۷۴ء۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور

۴۴۔ سالانہ رپورٹ سراجیہ مدارس۔ ۲۰۰۴ء ۲۰۰۵ء

۴۵۔ ماہنامہ السراج۔ پیپلز کالونی ظہور ہال، فیصل آباد۔

۱۹۵۲ء	۱۹۸۰ء
۱۹۸۵ء	۱۹۸۸ء
۱۹۸۹ء	۱۹۹۳ء
۱۹۹۴ء	۱۹۹۵ء
۱۹۹۷ء	۱۹۹۸ء
۲۰۰۰	۲۰۰۲ء
۲۰۰۳ء	۲۰۰۴ء

☆☆☆☆☆☆

وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا

سراج السالکین قبلۂ عالم حضرت
الشاہ محمد سراج الحق
چشتی صابریؒ

شیخ المشائخ حضرت قبلہ
الشاہ محمد ظہور الحق
چشتی قلندریؒ

انوارِ سراجیہ (جلد اوّل)

مرتب
محمد حنیف چشتی
(فاضل بھیرہ شریف)

خلفائے کرام

صاحبزادہ الشاہ **محمد منصور الحق** چشتیؒ

جناب صوفی **رستم علی**ؒ شکر گڑھ

جناب صوفی **حیدر علی** چشتیؒ

حضرت میاں **شیر علی** چشتیؒ

حضرت مولانا **حافظ نور محمد** چشتیؒ

محترم جناب **شیخ محمد اسحاق** چشتی

محترم جناب **احمد حسن راز** چشتی

محترم جناب **شیخ احمد دین** چشتی

پروفیسر جناب **عارف حسین عارف** چشتی

خصوصیات

☆ محبت باری تعالیٰ، ذکرِ خدا، معرفت الٰہی، اطاعت رسول ﷺ، الفت اولیائے کرام اور خانقاہِ سراجیہ پر پہلی بار تفصیلی معلومات دینے والی ☆ صحیح عقیدہ، عقیدت اور تحقیق کا حسین امتزاج، بالخصوص چشتی اہلِ ارادت کے لئے ارمغانِ محبت، سالکین میں راہِ طریقت کی تڑپ پیدا کرنے والی ☆ سلیس اندازِ تحریر، اہلِ علم وطلبہ کے لئے یکساں مفید، فرقہ وارانہ تعصبات سے دامن کشاں کتاب **انوارِ سراجیہ** منظرِ عام پر آچکی ہے۔

رابطہ کیلئے

مرکز جماعتِ سراجیہ
پیپلز کالونی ظہور ہال فیصل آباد
فون نمبر 041-8536486

مکتبہ لاثانیہ
حافظ محمد احسان احمد چشتی (مہرآباد راولپنڈی) 0302-5661207
کمال بکس اینڈ سٹیشنرز الہ آباد راولپنڈی 0333-5383215

PRINTEX GRAPHICS 0300-4351922